بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

جلد ۴

دروس الحدیث

افادات

مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتیؒ

بانی

جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دینؒ، ایم اے (علوم اسلامیہ)

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ

جس شخص نے اطاعت کی رسول کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی

دروس الحدیث

جلد ۲

افادات

مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ

بانی

جامعہ نُصرۃُ العُلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دینؒ، ایم اے (علوم اسلامیہ)

ناشر

ادارہ نشرواشاعت جامعہ نصرۃ العلوم

فاروق گنج گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دروس الحدیث

جلد چہارم

افادات

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مرتب

الحاج لعل دین ایم اے علوم اسلامیہ

ناشر

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

طبع دوم

(جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں)

نام کتاب .... دروس الحدیث (جلد چہارم)

افادات .... حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ بانی جامعہ نصرۃ العلوم

مرتب .... الحاج لعل دینؒ ایم اے

مطبع .... طفیل آرٹ پریس۔لاہور

تعداد طباعت .... پانچ سو(500)

کتابت .... سید عصمت اللہ بخاری موضع کھبیکے

ناشر .... ادارہ نشرواشاعت جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

قیمت ....

تاریخ طبع دوم .... جولائی 2014ء

ملنے کا پتہ

(۱) ادارہ نشرواشاعت

جامعہ نصرۃ العلوم فاروق گنج گوجرانوالہ

فہرست مضامین دروس الحدیث جلد چہارم

پیشِ لفظ

از احقر محمد فیاض خان سواتی مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔
اَمَّا بَعْدُ!

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی المروزیؒ (المولد ۱۶۴ھ المتوفی ۲۴۱ھ)
جو کہ فقہ اور حدیث کے بلند پایہ امام تھے اہل سنت والجماعت کے ائمہ اربعہ میں امام اعظم
ابو حنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور چوتھے یہی امام احمد بن حنبلؒ ہیں جن کے مذاہب آج
دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان بزرگ ہستیوں کو
بڑی شہرت و مقبولیت عطاء فرمائی تھی امام احمدؒ جہاں ایک جلیل القدر محدث تھے وہاں
مجتہدانہ و فقیہانہ بصیرت کے بھی بے پناہ حامل تھے حق گوئی و بے باکی کے پیکر اور ریاضت
و عبادت کے دلدادہ تھے۔ زہد و تقویٰ اور استغناء میں آپ بے مثل تھے محدث علی بن
جہمؒ فرماتے ہیں کہ جس زمانے میں ہم مکہ مکرمہ میں امام سفیان بن عیینہؒ سے پڑھتے
تھے کہ ایک دن خلاف معمول امام احمدؒ درس سے غائب ہیں دریافت کرتے کرتے
ہم ان کی رہائش گاہ پر پہنچے تو وہ اندر چھپے بیٹھے تھے۔ معلوم ہوا کہ انکے سب کپڑے
چوری ہو گئے ہیں اور پاس دام بھی نہیں ہیں جن سے وہ کپڑے خرید کر پہنیں اور باہر نکل
سکیں (تاریخ ابن عساکر ص ۳۷ ج ۲) آپکا معمول تھا دن رات میں تین سو رکعت (نفل) نماز
پڑھتے تھے (تہذیب التہذیب ص ۷۴ ج ۱) پروردگار نے آپکو بے پناہ قوت حافظہ
سے نوازا تھا۔ امام ابو زرعہ رازیؒ کا بیان ہے کہ آپکو دس لاکھ احادیث یاد تھیں۔
(تاریخ بغداد ص ۴۱۹ ج ۴) آپ نے سات لاکھ ستر ہزار احادیث چھانٹ کر حدیث کا ایک بہترین

ذخیرہ تیار کیا جو کہ مسند احمدؒ کے نام سے مشہور و متداول ہے۔ (الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ص۸۶) علامہ ذہبیؒ کی تحقیق کے مطابق مسند احمدؒ کی کل احادیث کی تعداد تیس ہزار ہے تذکرۃ الحفاظ ص۱۲ ج ۲) اور علامہ شکیب ارسلانؒ اور مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدونؒ کی تحقیق کی رو سے مسند احمدؒ کی کل احادیث کی تعداد پچاس ہزار ہے (الحاضر العالم الاسلامی ص۵۰ ج۱ و مقدمہ ابن خلدون ص۴۴۴) ان دونوں اقوال میں کوئی تعارض نہیں ہے اس لیے کہ مسند احمدؒ کی غیر مکرر احادیث تیس ہزار ہی ہیں (الکنانی ص۴۷ ج۲) اور کل احادیث کی تعداد پچاس ہزار ہے علامہ ذہبیؒ نے غیر مکرر اور علامہ ابن خلدونؒ اور امیر شکیب ارسلانؒ نے مکرر اور غیر مکرر سب کو شمار کر دیا ہے۔ مسند احمدؒ میں نو سو تائی صحابہ کرامؓ کے مسانید ہیں اور ان میں تین سو کے قریب وہ حضرات صحابہؓ کرام ہیں جن کی احادیث صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ ص۳۵۶ ج۵) امام احمدؒ کی سند کیساتھ صحیح بخاری شریف میں بھی ایک روایت ہے۔ (بخاری ص۶۴۲ ج۲) ان جملہ مندرجہ بالا اقوال سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی جلالت شان اور ان کی مسند احمد کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر کتاب دروس الحدیث جلد چہارم بھی اسی مسند احمدؒ کی منتخب احادیث کی تشریح ہے۔ اس سے قبل بھی دروس الحدیث جلد اول دوم اور سوم قارئین کے سامنے پیش ہو چکی ہیں۔ اس جلد چہارم میں مسند احمدؒ کی دو صد ستائیس احادیث کی تشریح درج ہے جو کہ نہایت سلیس اردو میں اچھوتے دلنشین انداز میں پیش کی گئی ہے۔ جسکا مقصد بنی نوع انسان کو انکے اذہان کے مطابق حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے روشناس کرانا ہے اس پرفتن دور میں ہر روز نت نئے فتنے سر اٹھا رہے ہیں کہیں قرآن کریم کا انکار کیا جا رہا ہے کہیں احادیث رسول کو رد کیا جا رہا ہے اور کہیں شریعت و فقہ اسلامی کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے حالانکہ اکابر و اسلاف نے قرآن و سنت اور شریعت اسلامیہ کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے مصائب و آلام جھیلتے ہوئے اور قید و بند کی تکالیف سے دوچار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی جانوں کے نذرانے تک بھی پیش کیے ہیں احادیث رسول کو حاصل کرنے کے لیے بڑے بڑے لمبے اسفار طے

سیکنے ہیں تحصیل علم میں گرمی سردی بھوک پیاس اور لباس غرضیکہ صحت جیسی بہترین نعمت کی بھی انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ غربت و افلاس سے دوچار ہوتے ہوتے ہر قسم کی بدنی تکالیف بھی خندہ پیشانی سے گوارا کرتے رہے حضرت ابو درداءؓ مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں ان کے پاس دمشق میں مدینہ طیبہ سے ایک شخص ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا (ابوداؤد ص۱۵۷ ج۲ و سنن دارمی ص۵۳) یاد رہے کہ مدینہ منورہ سے دمشق ۱۳۲۳ کلومیٹر ہے نیز حضرت جابر بن عبداللہؓ نے صرف ایک حدیث کے لیے ایک مہینہ کی مسافت طے کی اور حضرت عبداللہ بن انیسؓ سے حدیث حاصل کی (بخاری ص۱۷ ج۱) حضرت ابوایوبؓ کو ایک حدیث کے بارے میں شک ہوا تو وہ مدینہ سے مصر پہنچے اور حضرت مسلمہ بن مخلد انصاریؓ جو کہ مصر کے گورنر تھے ان سے جاکر حضرت عقبہ بن عامرؓ کی جگہ دریافت کی اور فرمایا میں ان سے حدیث پوچھنے آیا ہوں چنانچہ انہوں نے انکے پاس پہنچا دیا تو حضرت ابوایوبؓ نے ان سے حدیث حاصل کر کے اسی وقت مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے اور اپنی سواری کا پالان وغیرہ بھی نہیں کھولا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ص۹۴ ج۱) اکابرین امت نے تو احادیث کے لیے اتنے لمبے لمبے سفر کیے۔ تکالیف و شدائد برداشت کیں اور امت پر احسان عظیم کیا لیکن آج کل حضور علیہ السلام کی احادیث پر عمل تو کجا ان کی تردید و تکذیب اور توہین روا رکھی جاتی ہے منکرین حدیث میں سے مولوی عبداللہ چکڑالوی لکھتا ہے "کتاب اللہ کے مقابلہ میں انبیاء اور رسولوں کے اقوال و افعال یعنی احادیث قولی و فعلی و تقریری پیش کرنے کا مرض ایک قدیم مرض ہے۔ محمد رسول اللہ سلام علیہ کے مقابل و مخاطب بھی قطعی اور یقینی طور پر اہل حدیث ہی تھے۔ (ترجمۃ القرآن بآیات القرآن ص۹۷) حضور علیہ السلام کے مقابل و مخاطب ابوجہل عتبہ شیبہ وغیرہ تھے۔ جنہیں چکڑالوی صاحب اہل حدیث بنا رہے ہیں نیز ایک اور منکر حدیث حافظ اسلم جیراج پوری لکھتا ہے" نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے .... پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح دینی حجت مانیں (مقام حدیث ص۱۴۹ ج۱) اس قسم کے بدطینت لوگ امت مسلمہ کو صراط مستقیم سے بہکا رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ رب العزت

نے قرآن کریم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو نہایت ضروری قرار دیا ہے
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ۔ (الاحزاب، ۶)

اللہ کے نبی کو زیادہ تعلق ہے ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ
(الاحزاب، ۳۶)

اور نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومنہ عورت کا کام کہ جب فیصلہ کر دے اللہ اور اسکا رسول کسی معاملے کا تو انکو کوئی اختیار باقی رہ جائے انکے معاملے میں

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ۔
(النساء، ۶۵)

تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے۔ تاوقتیکہ آپکو ہر اس اختلاف اور نزاع میں اپنا حکم تسلیم نہ کرلیں جو انکے درمیان واقع ہو۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۔
(النساء، ۱۱۵)

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جبکہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اسکو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اسکو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اسکے رسول کا سو وہ انکے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے انکی رفاقت۔

وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النسآء - ۶۹)

ان جملہ واضح آیات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی کج فہم اور کوتاہ مغز حضور علیہ السلام کی احادیث کو ماننے سے انکار کرے تو سمجھ لیں کہ ایسے شخص میں ایمان کی رمق بھی موجود نہیں ہے ایسا شخص اپنے لیے جہنم کو تیار کر رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ حدیث کے بغیر تو قرآن کریم کی تشریح نہیں ہو سکتی اور نہ ہی قرآن کریم کے احکام پر بغیر حدیث کے صحیح طور پر عمل کیا جا سکتا ہے اس نقطہ نظر سے زیر نظر کتاب دروس الحدیث جلد چہارم بھی منظر عام پر آئی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں قرآن و سنت کیساتھ سچی عقیدت و محبت نصیب فرمائے اور ہم سب کو انکے احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ صاحب دروس والد محترم حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی صاحب مدظلہ کی صحت کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جملہ پریشانیوں اور تکالیف سے نجات دے اور صحت و عافیت سے نوازے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے اس جلد کی پروف ریڈنگ میں احقر کے ساتھ حافظ محمد عمار خان ناصر نے حصہ لیا اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

احقر محمد فیاض خان سواتی

مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۴ء

اچھے نام رکھنے کی تلقین

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ نَظَرَ عُمَرُ اِلٰی اَبِیْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ اَوْ اَبِیْ عَبْدِ الْحَمِیْدِ شَكَّ اَبُوْ عَوَانَةَ وَكَانَ اِسْمُهٗ مُحَمَّدًا وَرَجُلٌ یَقُوْلُ لَهٗ یَا مُحَمَّدُ فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ وَفَعَلَ وَفَعَلَ قَالَ وَ جَعَلَ یَسُبُّهٗ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

محمد ابن طلحہ ابن عبید اللہؓ چھوٹی عمر کے صحابی ہیں۔ طلحہؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یہ قریش مکہ کے معزز بزرگ اور بڑے شان والے ہیں۔ ان کا بیٹا محمد راوی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص اس محمد کے ساتھ الجھ رہا ہے اور اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا قریب ہو جاؤ۔ جب وہ قریب ہو گیا تو فرمایا کیا تم محمد کو گالیاں دیتے ہو؟ فرمایا اگر ایسی بات ہے تو اس کا نام محمد نہ رکھو یعنی اس کو محمد کے نام کے ساتھ مت پکارو بلکہ کوئی اور نام رکھ لو۔ پھر آپ نے ان کے خاندان کو بھی پیغام بھیجا کہ اس بچے کا نام محمد کی بجائے کوئی دوسرا رکھ لو۔ اس پر محمد بن طلحہؓ نے عرض کیا اَنْشُدُكَ اللّٰهَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اے امیر المؤمنین! میں آپ کو قسم دلاتا ہوں اور خدا تعالیٰ کا نام آپ کے سامنے ذکر کرتا ہوں۔ فَوَاللّٰهِ اِنْ سَمَّانِیْ مُحَمَّدًا یَعْنِیْ اِلَّا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ میرا نام محمد تو خود حضور علیہ السلام نے رکھا تھا۔ بھلا آپ اس کو کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟ اگر اس شخص نے مجھے برا بھلا کہا ہے تو وہ خود گنہگار ہو گا اس وجہ سے میرا نام تو تبدیل نہیں ہونا چاہیئے اس پر حضرت عمرؓ کہنے لگے۔ قُوْمُوْا لَا سَبِیْلَ لِیْ اِلٰی شَیْئٍ سَمَّاهُ مُحَمَّدٌ۔ دیکھو! میرا اس بات میں کوئی اختیار نہیں ہے جس کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے گویا امیر المؤمنین نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا۔ خود حضور علیہ السلام کی عادت مبارک تھی کہ آپ قبیح ناموں کو تبدیل کر دیا کرتے

تھے۔ مثلاً ابو ہریرہؓ کا اصل نام عبد الشمس تھا جسے آپ نے عبدالرحمان میں تبدیل کر دیا۔ اسی طرح عبدالعزیٰ اور عبداللات جیسے نام کو بھی آپ لے تبدیل کیا۔ آپ ہمیشہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ نام ہمیشہ اچھے رکھو جن کی نسبت اللہ کی طرف ہو جیسے عبداللہ اور عبدالرحمٰن وغیرہ یا ایسے نام رکھو جو نبیوں کے نام پر ہوں۔ ایسے نام مت رکھو جن سے کوئی قباحت ثابت ہوتی ہو۔

نمازیوں کی پہلی صف کی اہمیت

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلصَّفِّ الْمُقَدَّمِ ثَلَاثًا وَلِلثَّانِيْ مَرَّةً۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۲۶)

حضرت عرباض ابن ساریہؓ کا تعلق قبیلہ سلیم سے ہے۔ آپ اصحابِ صفہ میں سے ہیں۔ اور آپ سے بہت سی احادیث منقول ہیں۔ جب غزوۂ تبوک کا موقع آیا تو حضرت عرباضؓ اور چند دیگر مسکین لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! ہم بھی جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں مگر ہمارے پاس سواری نہیں ہے۔ اگر سواری کا انتظام ہو جائے تو ہم بھی اس جہاد میں شامل ہو جائیں۔ گرمی کا موسم تھا اور ایک ہزار میل لمبے سفر پر جانا تھا جو کہ سواری کے بغیر ممکن نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس تو سواری کا بندوبست نہیں ہے۔ اللہ کو ان مساکین کی ادا اس قدر پسند آئی کہ ان کا تذکرہ سورۃ توبہ میں کر دیا۔ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ إِذَا مَآ أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ أَجِدُ مَآ أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ (آیت ۹۲) ان لوگوں پر بھی ان کی عدم شمولیت میں کوئی حرج نہیں ہے جو آپ کے پاس آئے تھے کہ ان کے لیے سواری کا انتظام کر دیا جائے مگر آپ نے کہا کہ میں تو ایسی کوئی چیز نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کر سکوں۔ پھر وہ اس حالت میں پلٹ گئے کہ ان کی آنکھیں پرنم تھیں کیونکہ وہ حسبِ خواہش جہاد میں حصّہ نہیں لے سکتے تھے۔

حضرت عرباضؓ بعد میں شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے اور وہیں ۷۵ھ میں فوت ہوئے تقریباً چودہ سو صحابہ حضرت علیؓ کے زمانہ میں آباد کردہ دارالخلافہ کوفہ میں آباد ہو گئے تھے۔ اور بعض حضرت امیر معاویہؓ کے دارالخلافہ شام چلے گئے تو یہ حضرت عرباضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی صف میں نماز ادا کرنے کے لیے تین دفعہ دعا مانگی اور پچھلی صف والوں

کے لیے ایک دفعہ۔ نیکی کے کام میں سبقت حاصل کرنا بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ کا فرمان بھی ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۝ (البقرہ - ۱۴۸) نیکی کے کاموں میں آگے بڑھو۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی صف والوں کو زیادہ اہمیت دی۔ جیسا کہ حج کے موقعہ پر سر منڈوانے والوں کے لیے آپ نے تین دفعہ دعا کی جب کہ بال کٹوانے والوں کے لیے ایک دفعہ کی۔ آپ نے خود بھی استرے سے سر مبارک منڈوایا تھا۔ الغرض اس حدیث شریف میں نمازیوں کی اگلی صف کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیش قیمت نصائح

عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْہِ مَالِكٍ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الرَّجُلُ اَمُرُّ بِہٖ فَلَا یُضَیِّفُنِیْ وَلَا یَقْرِیْنِیْ فَیَمُرُّ بِیْ فَاَجْزِیْہِ قَالَ لَا بَلْ اَقْرِہٖ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)

ابوالاحوص کے والد مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کیا، اللہ کے رسول! میں دوران سفر کسی شخص کے پاس سے گزرتا ہوں تو نہ تو وہ میری دعوت کرتا ہے اور نہ مجھے مہمان ٹھہراتا ہے۔ عرض کیا اگر کوئی ایسا شخص میرے قریب سے گزرے تو کیا میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا، نہیں بلکہ تم اس کی دعوت کرو اور بطور مہمان اپنے پاس ٹھہراؤ، اگر اس نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا تو کم از کم تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

راوی بیان کرتا ہے کہ پھر حضور علیہ السلام نے مجھے شکستہ حالت میں دیکھ کر فرمایا ھَلْ لَکَ مِنْ مَالٍ کیا تمہارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا قَدْ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْ کُلِّ الْمَالِ مِنَ الْاِبِلِ وَالْغَنَمِ۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کے مال سے نوازا ہے، اونٹ بھی ہیں، بھیڑ بکریاں بھی وافر ہیں اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَۃِ اللّٰہِ عَلَیْکَ۔ اگر اللہ نے مال و دولت دیا ہے تو پھر اللہ کی اس نعمت کا اثر تمہارے جسم پر بھی ہونا چاہیئے مطلب یہ کہ تمہیں اس طرح خستہ حال، پھٹے پرانے کپڑے اور پریشان صورت نہیں ہونا چاہیئے بلکہ اس مال کو اپنے آپ پر بھی خرچ کرنا چاہیئے۔

حضور علیہ السلام نے اس شخص سے یہ بھی فرمایا، یاد رکھو! ہاتھ تین قسم کے ہوتے ہیں فَیَدُ اللّٰہِ الْعُلْیَا۔ سب سے اوپر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ہر شخص کو کوئی بھی کام کرتے وقت اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ میں مختار مطلق نہیں ہوں بلکہ اوپر اللہ کا ہاتھ ہے اگر اپنی مرضی

سے کوئی کام کرونگا تو جابرہ ہوں گا پھر فرمایا دوسری قسم کا ہاتھ یَدُ الْمُعْطِیْ ہے جو دینے والا اور اوپر ہوتا ہے۔ اور تیسری قسم کا ہاتھ یَدُ السَّائِلِ السُّفْلٰی۔ مانگنے والے کا ہاتھ ہے جو نیچے ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی وضاحت فرما دی یَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنْ یَدِ السُّفْلٰی۔ اوپر والا یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ اور پھر سب سے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔



دجال کا قتل بدست مسیح علیہ السلام

عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ اَوْ اِلٰى جَانِبِ لُدٍّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۰)

حضرت مجمع ابن جاریہؓ صحابی رسول اور انصار مدینہ میں سے ہیں۔ آپ نے جاہلیت کے زمانے میں بڑی لڑائیاں لڑیں اور بڑے معرکے دیکھے۔ آپ شاعر بھی تھے اور ابو تمام نے انہیں اپنے دیوان میں نقل کیا ہے۔ آپ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ تھے

حضرت مجمعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ بات سنی کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مسیح دجال کو لُد کے مقام کے پاس قتل کریں گے مسلمانوں کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں۔ یہودی آپ کو رومیوں کی عدالت سے فیصلہ لے کر سولی پر لٹکانا چاہتے تھے مگر اللہ نے ان کی یہ ناپاک سازش ناکام بنادی اور مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ قیامت کے قریب آپ حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپ کے امتی کی حیثیت سے زمین پر اتارے جائیں گے۔ آپ اس زمین پر عدل و انصاف قائم کریں گے۔ مسیح علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے اور پھر دوبارہ نزول کے متعلق ڈیڑھ سو سے زیادہ احادیث موجود ہیں جو مختلف صحابہ سے منقول ہیں۔ قرب قیامت میں جب دجال کا ظہور ہوگا تو عیسیٰ علیہ السلام اس کو لُد کے دروازے اور اس کی جانب میں قتل کریں گے۔ لُد کا مقام آج بھی مقبوضہ فلسطین میں تل ابیب سے ۲۵، ۲۶ میل کے فاصلے پر واقع ہے جو کہ اسرائیل کا ہوائی اڈہ بھی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لُد کا معنی لدھیانہ کیا ہے جو کہ مشرقی پنجاب کا ایک

شہر ہے اور قتل مسیح کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ مثیل مسیح (مرزا قادیانی) وہاں مناظرہ کر کے مولویوں کو شکست دیگا اس کا یہ دعویٰ قطعی غلط ہے مسیح علیہ السلام سے مراد مرزا قادیانی نہیں بلکہ مسیح ابن مریمؑ ہے جن کا ذکر قرآن میں بالتفصیل مذکور ہے۔ تمام انبیاء میں سے صرف یہی ایک نبی ہیں جو ابھی تک زندہ ہیں۔ معراج والی حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ملاقات جاتے وقت دوسرے آسمان پر مسیح علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوئی یہ مسیح ابن مریم دجال کو لُد کے دروازے کے پاس قتل کریں گے۔



مالِ غنیمت میں گھوڑ سواروں کا حصہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ یَزِیْدَ عَنْ عَمِّهٖ مُجَمِّعِ بْنِ جَارِیَةَ الْاَنْصَارِیِّ وَکَانَ اَحَدَ الْقُرَّاءِ الَّذِیْنَ قَرَؤُا الْقُرْاٰنَ قَالَ شَهِدْنَا الْحُدَیْبِیَةَ فَلَمَّا انْصَرَفْنَا عَنْهَا اِذَا النَّاسُ یَنْفِرُوْنَ الْاَبَاعِرَ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۰)

حضرت مجمع ابن جاریہ انصاریؓ کے بھتیجے عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے چچا حضور علیہ السلام کے اُن صحابہ کرام میں سے ہیں جن کو پورا قرآن کریم زبانی یاد تھا۔ اگرچہ قرآن کا کم و بیش کچھ نہ کچھ حصہ سبھی صحابہ کو یاد تھا مگر دس ہزار صحابہ کو قرآن مکمل طور پر زبانی یاد تھا۔ تو حضرت مجمع بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ساتھ حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے وہاں سے فارغ ہو کر ہم لوگ اپنے اونٹ دوڑاتے ہوتے آرہے تھے کہ بعض لوگوں نے کہا اُوْحِیَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی ہے چنانچہ کراع الغمیم کے مقام پر لوگ حضور علیہ السلام کے پاس اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اپنے صحابہ کو سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۝ (الفتح - ۱) سنائی۔ گویا یہ سورۃ حدیبیہ سے واپسی پر راستے ہی میں نازل ہوئی اور اس سورۃ میں صلح حدیبیہ کے فتح مبین ہونے کی بشارت سنائی گئی۔ یہ اسلام کی کھلی فتح تھی جس کے بعد اسلام کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی اور لوگ دھڑا دھڑ اس میں شامل ہونے لگے۔ یہ صلح گویا اسلام کے لیے پھاٹک کھلنے والی بات تھی جس کو فتح مبین سے تعبیر کیا گیا۔ حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک شخص نے کہا، حضور! کیا یہ فتح ہے؟ یہ تو ہماری کمزوری ہے کہ ہم بغیر عمرہ کیے واپس جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ اِنَّهٗ لَفَتْحٌ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی جان ہے یہ بلاشبہ فتح ہے جس کے نتائج تم عنقریب دیکھ لوگے۔

اس کے بعد حدیبیہ سے واپسی کو ابھی تین دن بھی نہیں گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آگیا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک تھے وہی خیبر جاکر سازشی یہودیوں کی سرکوبی کریں۔ چنانچہ وہی پندرہ سو مسلمان خیبر کی طرف چل دیئے جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر حضور علیہ السلام کے دستِ مبارک پر سر دھڑ کی بازی لگا دینے کی بیعت کی تھی۔ ان صحابہ میں ایمان اور اطاعت کا جذبہ موجزن تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنی رضا کا اعلان فرما دیا۔ پھر یہی لوگ خیبر کی جنگ میں شریک ہوتے۔ لَمْ یَدْخُلْ مَعَهُمْ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ۔ اور ان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی اس معرکے میں شریک نہیں تھا۔ خیبر میں کل آٹھ قلعے تھے، ان میں سے دو قلعے تو بغیر لڑائی کے صلح کی صورت میں فتح ہو گئے اور باقیوں کو فتح کرنے کے لیے تھوڑی بہت لڑائی لڑنا پڑی اور بالآخر مکمل فتح حاصل ہو گئی وہاں کی تمام زمینیں اور باغات اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قبضہ میں دے دیئے جن کو بطورِ مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔

حضرت مجمع بیان کرتے ہیں فَقَسَمَهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ سَهْمًا۔ کہ حضور علیہ السلام نے کل مالِ غنیمت کو اٹھارہ حصوں میں تقسیم کر دیا جبکہ مجاہدین کی کل تعداد پندرہ سو تھی۔ ان میں سے تین سو آدمی گھوڑ سوار جبکہ بارہ سو پیدل لڑنے والے تھے۔ حضور علیہ السلام نے اس مال کی تقسیم اس طرح کی فَأَعْطَى الْفَارِسَ سَهْمَيْنِ وَأَعْطَى الرَّاجِلَ سَهْمًا کہ ہر گھوڑ سوار کو دو حصے عطا کئے جب کہ ہر پیدل کو ایک حصہ دیا۔ گویا تین سو سواروں کو چھ حصے دیئے اور بارہ سو پیدل کو ۱۲ حصے ملے اس طرح کل اٹھارہ حصے مجاہدین پر تقسیم کر دیئے۔

بعض احادیث میں گھوڑ سوار کے لیے دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ سوار کا یعنی تین حصوں کا ذکر بھی آتا ہے اس کے مقابلے میں پیدل کے لیے صرف ایک حصہ رکھا گیا ہے۔ اس طریقے سے سوار اور پیدل میں ۳ : ۱ کی نسبت ہو جاتی ہے تاہم امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عام قانون ۲ : ۱ کی نسبت کا ہی ہے جیسا کہ خیبر کے موقع پر عمل میں لایا گیا۔ البتہ اگر امام، حاکم یا امیر اپنی صوابدید کے مطابق گھوڑ سوار کو ایک حصہ مزید دے دے

تو یہ بھی روا ہو گا۔ بہت سے مواقع پر حضور علیہ السلام نے مال غنیمت ۱:۲ کی نسبت سے بھی تقسیم کیا کیونکہ گھوڑ سوار جنگ میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں اس کے باوجود عام قانون ۱:۲ کی نسبت کا ہی ہے۔

بعض لوگ امام ابوحنیفہؒ کو بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حدیث میں تو گھوڑ سوار کے لیے تین حصے مقرر ہیں مگر امام صاحب حدیث کے خلاف دو حصوں کے قائل ہیں حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب حدیث کے خلاف نہیں کرتے بلکہ حدیث کا صحیح مطلب سمجھاتے ہیں آپ کے عمل مبارک سے دو حصے ثابت ہیں، البتہ تیسرا حصہ تبرع کے طور پر دیا گیا۔ ائمہ اربعہ سارے کے سارے نیک اور متقی لوگ تھے انہوں نے دین کی بیش بہا خدمت کے ذریعے دین کو آسان بنا دیا ہے اور غیر صریح مسائل کا حل بذریعہ اجتہاد نکال کر اللہ اور رسول کا منشا پورا کیا اور اس طرح امت کی راہنمائی کی۔ انہوں نے کوئی من مانی کارروائی نہیں کی بلکہ اپنی پوری زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی۔ ابلیس نے تو فرمان الٰہی کے مقابلے میں محض اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے تھے مگر ان بزرگوں نے قرآن و سنت سے مسائل اخذ کر کے امت کے لیے بہت سی آسانیاں پیدا کر دیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنے مکتوبات اور ملفوظات میں لکھتے ہیں کہ اپنا اعتقاد یہ ہے کہ چاروں ائمہ کرام حق پر تھے اور ان کے چاروں طریقے بھی برحق ہیں۔ ہاں اگر ان طریقوں پر چلنے والے خود غلطیوں کا ارتکاب کریں تو اس سے طریقوں کو تو غلط نہیں کہہ سکتے۔ جس طرح خلفائے راشدین برحق، درجہ بدرجہ صاحب فضیلت اور جنتی ہیں۔ اسی طرح ائمہ اربعہ بھی برحق ہیں امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات تو صحابہ کرام سے بھی ہوئی ہے جب کہ دیگر ائمہ کو یہ شرف حاصل نہیں ہو سکا اس لیے امام صاحب کو سب سے زیادہ فضیلت حاصل ہے تاہم باقی ائمہ بھی فقیہہ، محدث، عامل اور بزرگ ہستیاں تھے۔

پانی پر حقِ تصرف کا مسئلہ

عَنْ جَبَّارِ بْنِ صَخْرٍ الْاَنْصَارِيِّ اَحَدِ بَنِيْ سَلِمَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ مَنْ يَسْبِقُنَا اِلَى الْاَثَايَةِ قَالَ اَبُوْ اُوَيْسٍ هُوَ حَيْثُ نَفَرَ نَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَمْدُرُ حَوْضَهَا...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

حضرت جبّار بن صخرؓ صحابی رسول ہیں جن کا تعلق انصار مدینہ کے قبیلے بنی سلمہ سے تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستے میں سفر پر تھے اور میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ راستے میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو اُثایہ کے مقام پر جا کر پانی کا بندوبست کرے تاکہ جب باقی قافلہ وہاں پہنچے تو لوگ پانی کی دقت محسوس نہ کریں۔ اس زمانے میں پانی کی سخت قلت تھی۔ جہاں کہیں پانی دستیاب ہوتا تھا لوگ کنویں وغیرہ سے نکال کر حوض میں جمع کر لیتے تھے تاکہ آدمیوں اور جانوروں کو سیراب ہونے میں کسی دقت کا سامنا نہ ہو انہی حالات میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض آدمیوں کو قافلے سے آگے پانی کے انتظام کیلیے بھیجنا چاہا۔ آپ نے خاص طور پر اُثایہ کا نام لیا جہاں کسی کنویں سے پانی دستیاب ہوگا راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک تو میں کھڑا ہوگیا کہ حضور! اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ کچھ اور لوگ ان کے ساتھ تھے راوی بیان کرتے ہیں کہ میں مقررہ مقام پر پہنچا، پتھر وغیرہ جوڑ کر پہلے ایک حوض بنایا اور پھر کنویں سے پانی نکال نکال کر حوض میں ڈالنا شروع کردیا۔ بالآخر حوض بھر گیا۔ چونکہ میں تھک چکا تھا حوض کے کنارے لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ کہتے ہیں کہ مجھے نیند سے نہیں بیدار کیا مگر ایک شخص نے جس کا اونٹ حوض میں موجود پانی کی طرف جا رہا تھا اور وہ شخص اونٹ کو ادھر جانے سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا اتنے میں میں بیدار ہوگیا۔ ادھر اس شخص نے آواز دی

یَاصَاحِبَ الْحَوْضِ۔ اے حوض والے ایکا اس حوض سے مجھے جانور کو پانی پلانے کی اجازت ہے؟ میں نے دیکھا تو وہ حضور علیہ السلام تھے۔ دوسری حدیث میں تصریح موجود ہے کہ جس شخص نے پانی نکال کر حوض میں جمع کیا ہے اس پانی پر اسی کا حق تصرف ہے لہٰذا اس کی اجازت کے بغیر پانی استعمال نہیں کیا جا سکتا اسی بنا پر حضور علیہ السلام نے اونٹ کو پانی پلانے کی اجازت طلب کی تھی۔ پھر حضرت جبارؓ نے اجازت دی تو حضور علیہ السلام نے جانور کو پانی پلایا۔

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کسی برتن میں پانی لے کر میرے پیچھے آؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی۔ آپ نے اس پانی میں سے وضو کیا وَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ اور اچھے طریقے سے وضو کیا۔ پھر میں نے بھی آپ کے ساتھ وضو کیا ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے فَقُمْتُ عَنْ یَّسَارِہٖ اور میں بھی آپ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دائیں طرف کر دیا۔ فَصَلَّیْنَا پھر ہم نے نماز ادا کی یہاں تک کہ پیچھے سے قافلے کے لوگ بھی اس مقام پر پہنچ گئے۔

یہاں پر اسلام کے اصولوں میں سے دو اصول واضح ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو آدمی پانی نکالتا ہے اس پر پانی کا حق فائق ہوتا ہے اور اس کی اجازت کے بغیر وہاں سے پانی نہیں لیا جا سکتا اور دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور اگر زیادہ ہوں تو پیچھے صف بنائیں

* * *

تقدیر کا مسئلہ

عَنِ ابْنِ اَبِیْ خُزَامَۃَ اَنَّہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتَ دَوَآءً نَتَدَاوٰی بِہٖ وَرُقًی نَسْتَرْقِیْہَا وَتُقًی نَتَّقِیْہِ ھَلْ تَرُدُّ ذٰلِکَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مِنْ شَیْءٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

حضرت ابن ابی خزامہؓ بھی حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں آپ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور! ہمیں یہ بات سمجھائیں کہ ہم جو دوائی استعمال کرتے ہیں، جھاڑ پھونک کرتے ہیں یا تعویز گنڈا استعمال کرتے ہیں اور بعض چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ چیزیں ہمیں اللہ کی تقدیر سے بچا سکتی ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ چیزیں بھی تو تقدیر الٰہی میں داخل ہیں، ان کو تقدیر سے باہر کیوں نکالتے ہو؟

تقدیر کا معنی یہ ہے کہ کائنات میں جو چیز واقع ہو چکی ہے، ہو رہی ہے یا آئندہ ہونے والی ہے سب اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت اور ارادے سے ہو رہی ہے یا آئندہ ہو گی۔ تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں مریض فلاں وقت فلاں دوائی استعمال کریگا تو اُسے شفا ہو گی یا نہیں ہو گی۔ بعض لوگ ان چیزوں کو تقدیر سے باہر نکال کر مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کی تقدیر ہی ایسی تھی اِس ہو گئی بھائی اللہ کی تقدیر میں تمہارے یہ افعال بھی تو لکھے ہوئے ہیں کہ تم کسی چیز کے حصول یا کسی چیز سے بچنے کے لیے کیا کیا کام کرو گے اور پھر اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اگر تم کسی چیز سے پرہیز کرتے ہو تو اس کا انجام بھی لکھا ہے کہ فائدہ ہو گا یا نقصان ہو گا گویا دوائی کا استعمال جھاڑ پھونک، تعویز گنڈا یا کسی چیز سے پرہیز کرنا سب تقدیر کا حصہ ہیں۔ یہ روایت ترمذی شریف میں بھی موجود ہے ان اشیاء کو تقدیر سے باہر نہیں نکالنا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی اہمیت

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ زَارَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ قَالَ فَرَدَّ سَعْدٌ رَدًّا خَفِيًّا فَرَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاتَّبَعَهُ سَعْدٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ كُنْتُ أَسْمَعُ تَسْلِيمَكَ وَأَرُدُّ عَلَيْكَ رَدًّا خَفِيًّا لِتُكْثِرَ عَلَيْنَا مِنَ السَّلَامِ .... الحديث ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۱)

حضرت قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف لائے اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضرت سعدؓ اندر گھر میں موجود تھے مگر انہوں نے سلام کا جواب آہستہ سے دیا۔ جب حضور علیہ السلام نے اندر سے کوئی جواب نہ پایا تو واپس لوٹ آئے (سمجھے ہوں گے کہ شاید گھر میں اس وقت کوئی نہیں ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے تین دفعہ السلام علیکم کہا اور حضرت سعدؓ نے ہر دفعہ آہستہ سے جواب دیا چونکہ حضور نے اس جواب کو نہ سنا لہٰذا واپس لوٹ آئے جب حضرت سعدؓ کو حضور کے لوٹ جانے کا احساس ہوا تو وہ آپ کے پیچھے دوڑے اور عرض کیا حضور! میں تو آپ کا سلام سُن رہا تھا اور آپ کو جواب بھی دے رہا تھا مگر آہستہ آواز سے۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ ہمارے لیے بار بار سلامتی کی دعا کریں تاکہ ہمیں زیادہ سلامتی نصیب ہو۔ چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت سعدؓ کے ساتھ ان کے گھر واپس تشریف لے آئے۔

پھر حضرت سعدؓ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ حضور علیہ السلام کے لیے پانی کا بندوبست کریں۔ انہوں نے پانی مہیا کیا جس سے حضور نے غسل کیا۔ پھر حضرت سعدؓ نے حضور علیہ السلام کو ایک بڑا کپڑا دیا جو کہ زعفران یا ورس بوٹی کے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ نے وہ کپڑا اپنے جسم مبارک پر لپیٹ لیا۔ عام مسئلہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مردوں کے لیے

زعفرانی رنگ کے استعمال کی ممانعت فرمائی ہے البتہ سرخ، سبز یا دیگر رنگوں کے استعمال کی اجازت ہے یہ اس دور کا واقعہ ہے جب تک زعفرانی رنگ کی ممانعت نہیں آئی تھی پھر جب مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضور علیہ السلام نے اس رنگ کے استعمال کی ممانعت فرما دی تو پھر اس کا استعمال ممنوع ہوگیا۔

بہرحال آپ نے حضرت سعدؓ کی پیش کردہ زعفرانی رنگ کی چادر اوڑھ لی اور پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے آپ فرما رہے تھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلٰوتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ اے اللہ سعد بن عبادہؓ کے گھر والوں پر اپنی مہربانی اور رحمت کا نزول فرما۔

پھر حضرت سعدؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں کھانا پیش کیا جسے آپ نے تناول فرمایا جب حضور علیہ السلام نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے اپنا گدھا پیش کیا۔ اس پر پلان کسا اور اپنے بیٹے قیسؓ کو حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا کر آپ کو گھر چھوڑ آئے آج کل گدھے کی سواری کو معیوب سمجھا جاتا ہے جب کہ اس زمانے میں ایسا نہ تھا۔ عرب میں ہر قسم کی سواری گدھا، خچر، اونٹ، گھوڑا وغیرہ استعمال ہوتی تھی۔ خود حضور علیہ السلام نے بارہا گدھے پر سواری کی ہے۔ اور اگر کسی وقت کوئی سواری میسر نہ آئی تو آپ پیدل بھی سفر کر لیتے تھے۔

پھر جب حضورؐ گدھے پر سوار ہو کر چل دیئے تو آپ نے قیسؓ کو کہا کہ تم بھی گدھے پر سوار ہو جاؤ۔ حضرت قیسؓ نے معذرت چاہی کہ میں آپ کے ساتھ پیدل ہی چلوں گا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِمَّا اَنْ تَرْكَبَ وَاِمَّا اَنْ تَنْصَرِفَ کہ یا تو میرے ساتھ سواری پر سوار ہو جاؤ یا پھر واپس لوٹ جاؤ میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔ حضرت قیسؓ نے آپ کے ساتھ سوار ہونا سوء ادب سمجھا اور واپس آگئے اور حضور علیہ السلام اکیلے ہی اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔

سواری کے متعلق مسئلہ یہ ہے کہ سواری کی طاقت کے مطابق جتنے سوار بیٹھ سکیں سوار ہو جائیں۔ گدھا چونکہ طاقتور جانور ہے اس لیے حضور علیہ السلام نے اپنے ساتھ حضرت قیسؓ کو بھی سوار ہونے کی دعوت دی جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور واپس چلے آئے۔

اونٹ زیادہ طاقتور جانور ہے لہٰذا اس پر پانچ چھ آدمی بھی سوار ہو سکتے ہیں اس
رح خچر یا گھوڑے پر اس کی طاقت کے مطابق بوجھ ڈالا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر جانور کی طاقت
ے زیادہ بوجھ ڈالا جاتے تو وہ ناجائز اور حرام ہے یہ مسئلہ دوسری جگہ سمجھایا گیا ہے کہ اگر
انور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالو گے تو اللہ کے ہاں ماخوذ ہو گے جانور بیچارے
تو بے زبان ہیں وہ تکلیف اٹھا کر بھی شکایت نہیں کر سکتے لہٰذا ان کا خود خیال رکھنا
چاہیئے اور ان سے ان کی طاقت سے زیادہ مشقت نہیں لینی چاہیئے۔

عاشورہ کا روزہ

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَمَرَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَصُوْمَ عَاشُوْرَاءَ قَبْلَ اَنْ يَّنْزِلَ رَمَضَانُ فَلَمَّا نَزَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا وَنَحْنُ نَفْعَلُهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۲۲)

حضرت قیس بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ہمیں عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا جب کہ ابھی رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق ہم نے عاشورے کا روزہ رکھا۔ پھر جب ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت آگئی تو آپ نے نہ تو عاشورے کے روزے کا حکم دیا اور نہ اس سے منع کیا۔ آپ نے صرف عاشورہ کی فضیلت بیان فرمائی۔ تاہم اگر کوئی شخص عاشورہ کا روزہ نہ رکھے تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا کیونکہ اب اس کی حیثیت نفلی روزے کی ہے۔ حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ اگرچہ عاشورے کے روزے کا وجوب اٹھ گیا مگر اس کے باوجود ہم یہ روزہ رکھا کرتے تھے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بڑی فضیلت بیان فرمائی ہے۔

جنّت کا دروازہ

عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ اَنَّ اَبَاہُ دَفَعَہُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْدِمُہُ فَاَتٰی عَلَیَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ قَالَ فَضَرَبَنِیْ بِرِجْلِہٖ وَ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

حضرت قیس بن سعد بن عبادۃؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ حضرت سعدؓ نے انہیں حضور علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ میں ان کی خدمت انجام دیا کروں۔ کہتے ہیں کہ میں آپ ہی کے پاس تھا جب کہ میں نے دو رکعت نماز پڑھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے اور اپنے پاؤں سے مجھے ٹھوکر لگا کر کہا کیا میں تجھے جنّت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کے متعلق نہ بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا حضور! ضرور بتلائیں کہ وہ کون سا دروازہ ہے! آپ نے ارشاد فرمایا وہ دروازہ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے دوسری روایت میں آتا ہے کہ یہ کلمہ جنّت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی توحید کا عظیم کلمہ ہے جس کا بڑا اجر ہے لہٰذا اسے وردِ زبان بنا لینا چاہیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے کی وعید

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ كَذِبَةً مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَضْجَعًا مِّنَ النَّارِ اَوْ بَيْتًا فِيْ جَهَنَّمَ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

حضرت قیس بن سعد بن عبادہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو! جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ کی آگ میں تلاش کرے یا فرمایا کہ وہ اپنا گھر جہنم میں تلاش کرے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ اَتٰى عَطْشَانًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ جس شخص نے دنیا میں شراب پی وہ قیامت والے دن پیاسا آئیگا اور حشر کے میدان میں اس کے پینے کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا اَلَا فَكُلُّ مُسْكِرٍ خَمْرٌ۔ ہر نشہ آور چیز شراب کے زمرہ میں آتی ہے وَاِيَّاكُمْ وَالْغُبَيْرَاءَ خبردار تم شراب اور آلات موسیقی سے بچو کہ یہ حرام ہیں۔ یاد رہے کہ شراب صرف وہی نہیں جو انگور سے کشید کی جاتی ہے بلکہ کسی بھی اناج کھجور، باجرہ، جو اور شہد وغیرہ سے کشید کی جانے والی شراب ہی کے حکم میں آتی ہے اور یہ قطعی حرام ہے۔ اس قسم کی کسی بھی شراب کو استعمال کرنے والا قیامت کے دن سخت پیاس میں مبتلا ہوگا مگر وہاں اسے پیاس بجھانے کے لیے کوئی چیز میسر نہیں ہوگی۔ بہر حال وہ چیز جس میں خمیر پیدا ہو کر نشہ آور بن جائے وہ حرام ہے۔ دوسری بات یہ کہ گانے بجانے کو آج کل برائی ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ جدید دنیا میں یہ آرٹ کے خوبصورت نام سے موسوم ہو گیا ہے حالانکہ حضور علیہ السلام نے آلات موسیقی کو ہمارے لیے قطعی حرام قرار دیا ہے۔ یہ سارے شیطانی آلات ہیں جو فحاشی اور برائی کے لیے جذبات کو مشتعل کرتے ہیں۔ بہر حال اللہ نے ہر قسم کی شراب اور آلات موسیقی کو حرام قرار دیا ہے۔ اب جو شخص یا معاشرہ اسے اپناتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔

دوسرے کی جگہ پر بیٹھنے کی ممانعت

عَنْ وَهْبِ بْنِ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرَّجُلُ اَحَقُّ بِمَجْلِسِهٖ وَاِنْ قَامَ مِنْهُ ثُمَّ رَجَعَ اِلَيْهِ اَىْ اَحَقَّ بِهٖ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

حضرت وہب بن حذیفہؓ صحابی رسول ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے لوگوں کو آدابِ مجلس سکھاتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی مجلس میں کچھ آدمی بیٹھے ہوں۔ پھر ان میں سے کوئی شخص اٹھ کر کسی کام سے جائے۔ مثلاً دوبارہ وضو کے لیے جاتا ہے یا کسی کے بلانے پر اس کی بات سننے کے لیے جاتا ہے اور پھر وہ واپس اسی مجلس میں آنا چاہتا ہے تو وہ شخص زیادہ حقدار ہے کہ اپنی اسی جگہ پر آکر بیٹھے جسے وہ ضرورت کے تحت وقتی طور پر چھوڑ کر گیا تھا مطلب یہ کہ جب ایسی صورت میں کوئی شخص جگہ خالی کر کے جاتا ہے تو کسی دوسرے شخص کو فوراً اس کی جگہ پر نہیں بیٹھ جانا چاہیئے بلکہ اس کے آنے کا انتظار کرنا چاہیئے کہ اس جگہ پر بیٹھنے کا وہی زیادہ حقدار ہے۔

طہارت کا بہتر طریقہ

عَنْ عُوَیْمِ بْنِ سَاعِدَةَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّہٗ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَاھُمْ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی قَدْ اَحْسَنَ عَلَیْکُمُ الثَّنَاءَ فِی الطُّھُوْرِ فِیْ قِصَّۃِ مَسْجِدِکُمْ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۲)

حضرت عویم ابن ساعدہؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام ہماری مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت اور تمہاری اس مسجد کے سلسلہ میں تعریف کی ہے بھلا تم طہارت کس طرح کرتے ہو؟ وہ لوگ کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! اکہ ہمیں اور تو کسی چیز کا علم نہیں ہے البتہ ہمارے پڑوس میں یہودی رہتے تھے جب وہ بول و براز سے فارغ ہوتے تو پانی کے ساتھ استنجا کرتے تھے چنانچہ ان کی دیکھا دیکھی ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں اسی وجہ سے اللہ نے تمہاری تعریف کی ہے۔ اگرچہ پتھر ڈھیلا، کپڑا، روئی، ٹشو وغیرہ سے بھی استنجا پاک کیا جا سکتا ہے تاہم پانی کا استعمال بہرحال بہتر ہے۔ اور مسجد قبا کا ذکر تو اللہ نے سورۃ توبہ میں بھی کیا ہے فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا (آیت - ۱۰۸) وہاں طہارت پسند مرد رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

*

زیادتی کرنے والا جہنمی ہے

عَنْ فُهَيْدِ بْنِ مُطَرِّفٍ الْغِفَارِيِّ قَالَ سَأَلَ سَائِلٌ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنْ عَدَا عَلَيَّ عَادٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكِّرْهُ وَمُرْهُ بِتَذْكِيْرِهٖ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۳)

حضرت فہد بن مطرفؓ انصاری بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص مجھ پر زیادتی کرے، حملہ آور ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو نصیحت کرو، اور تین دفعہ نصیحت کرو کہ وہ زیادتی نہ کرے۔ اس شخص نے پھر عرض کیا حضور! فَاِنْ اَبٰی فَقَاتِلْهُ اگر وہ نصیحت کا انکار کر کے لڑائی کرنے پر تیار ہوتا ہے تو تم بھی اس کا مقابلہ کرو۔ ایسی صورت میں فَاِنْ قَتَلَكَ فَاِنَّكَ فِي الْجَنَّةِ اگر وہ تمہیں قتل کر دیتا ہے تو تم جنّت میں جاؤ گے۔ وَاِنْ قَتَلْتَهُ فَاِنَّهُ فِي النَّارِ۔ اور اگر تم نے اس کو قتل کر دیا تو وہ لازماً دوزخ میں جائیگا۔

بلا اجازت دوسرے کے مال پر قبضہ کرنا

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَثْرِبِيِّ الضَّمْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ خُطْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِنًى فَكَانَ فِيْمَا خَطَبَ بِهٖ اَنْ قَالَ وَلَا يَحِلُّ لِامْرِئٍ مِّنْ مَّالِ اَخِيْهِ اِلَّا مَا طَابَتْ بِهٖ نَفْسُهٗ ...... الحدیث (مسند احمد طبع بیروت ج ۳ صفحہ ۴۲۳)

(حضرت عمرو بن یثربیؓ بیان کرتے ہیں کہ حج کے موقعہ پر جب حضور علیہ السلام نے منیٰ میں خطبہ ارشاد فرمایا تو اس وقت میں وہاں حاضر تھا۔ یہ خطبہ آپ نے دس ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا جب کہ اس سے پہلے نویں تاریخ کو عرفات کے مقام پر بھی خطبہ دیا تھا۔ آپ نے منیٰ والے خطبہ میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بات بھی لوگوں کو سمجھائی تھی کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کے مال پر قبضہ کرے سوائے اس کے کہ دوسرا آدمی اپنی خوشی خاطر سے کوئی چیز دے دے۔ مطلب یہ ہے کہ ناجائز قبضہ خواہ چوری کے ذریعے ہو، زبردستی ہو یا دھوکہ فراڈ کے ذریعے ہو۔ ہرگز حلال نہیں ہے ہاں اگر کوئی آدمی مالک کی مرضی سے اور اس کی اجازت سے اس کی بھیڑ کی اون اتار کر استعمال کر لے تو یہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

قرض کی ادائیگی کا حکم

عَنْ اِبْنِ اَبِیْ حَدْرَدِ الْاَسْلَمِیِّ اَنَّہٗ کَانَ لِیَھُوْدِیٍّ عَلَیْہِ اَرْبَعَۃُ دَرَاھِمَ فَاسْتَعْدٰی عَلَیْہِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ لِیْ عَلٰی ھٰذَا اَرْبَعَۃَ دَرَاھِمَ وَقَدْ غَلَبَنِیْ عَلَیْھَا فَقَالَ اَعْطِہٖ حَقَّہٗ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۳)

حضرت ابن ابی حدرد اسلمیؓ صحابی رسول ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے ساتھ ایک بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ میں نے ایک یہودی کے چار درہم ادا کرنے تھے، کہیں قرض لیا ہوگا مگر کوشش کے باوجود قرض کی ادائیگی کی صورت نہیں بن رہی تھی۔ اُدھر یہودی سختی سے اپنے پیسوں کا تقاضا کر رہا تھا جب اسے رقم کی واپسی کی اور کوئی صورت نظر نہیں آئی تو اس نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعویٰ دائر کر دیا اور اس طرح عرض کیا، اے محمد! اس شخص پر میرے چار درہم واجب الادا ہیں مگر یہ ادا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ نبی علیہ السلام نے یہودی کی بات سن کر اپنے صحابی سے فرمایا بھائی! اس کا حق اس کو ادا کرو۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے مَا اَقْدِرُ عَلَیْھَا اس وقت میں قرض کی ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتا لہٰذا اگر مہلت مل جائے تو میں رقم کی واپسی کی کوشش کروں گا حضور علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ اس کا حق دے دو۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ ابھی میں استطاعت نہیں رکھتا نیز یہ بھی عرض کیا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ خیبر کی طرف لشکر روانہ کرنا چاہتے ہیں۔ شاید میں بھی اس لشکر میں شامل ہو جاؤں اور مجھے بھی مالِ غنیمت سے کچھ حصہ مل جائے جس سے میں قرض اتار سکوں۔ آپ نے پھر فرمایا نہیں بلکہ اس شخص کا حق اسے ادا کرو۔ مطلب یہ کہ آپ نے حضرت ابن ابی حدردؓ سے کوئی رعایت نہ کی۔ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کوئی بات تین دفعہ فرما دیتے تو پھر کوئی شخص مزید گفتگو کی

جرأت نہیں کیا کرتا تھا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کی مجلس سے نکلا اور بازار کی طرف چل دیا۔ میرے سر پر پگڑی تھی، وہ میں نے بطور تہ بند باندھ لی اور تہ بند اس یہودی کو چار درہم کے بدلے دے کر قرض بیباک کر دیا۔ کہتے ہیں کہ میں بازار میں جا رہا تھا کہ ایک بڑھیا کہنے لگی مَالَكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ رسول اللہ کے صحابی تجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں نے سارا قصہ سنایا تو اس عورت کے پاس ایک چادر تھی جو اس نے مجھے پہننے کے لیے دے دی۔

نماز باجماعت کی اہمیت

عَنْ عَمْرِو بْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَتَی الْمَسْجِدَ فَرَاٰی فِی الْقَوْمِ رِقَّۃً فَقَالَ اِنِّیْ لَاَھُمُّ اَنْ اَجْعَلَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ثُمَّ اَخْرُجُ فَلَا اَقْدِرُ عَلٰی اِنْسَانٍ یَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا اَحْرَقْتُہٗ ...... الحدیث

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۴۲۳ طبع بیروت)

حضرت عمرؓو بن ام مکتوم نابینا صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ نمازیوں کی تعداد کم ہے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں نمازیوں کے لیے کوئی دوسرا امام مقرر کردوں اور خود باہر جاکر دیکھوں کہ جو آدمی نماز سے پیچھے رہ گیا ہے اس کے گھر کو آگ لگا دوں۔ اس پر ابن مکتومؓ نے عرض کیا کہ میرے گھر اور مسجد کے درمیان کھجوروں کے کچھ درخت ہیں اور بعض اوقات میرا معاون بھی موجود نہیں ہوتا تو کیا ایسی صورت میں مَیں گھر میں نماز ادا کرسکتا ہوں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اَتَسْمَعُ الْاِقَامَۃَ کیا تو اذان کی آواز سنتا ہے؟ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا پھر مسجد میں حاضر ہوا کرو۔

عام قانون یہ ہے کہ معذور آدمی یعنی لنگڑا یا نابینا وغیرہ کو لانے اور لے جانے والا آدمی اگر موجود نہ ہو تو وہ گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کے لیے رہبر موجود ہو تو پھر اسے نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لیے مسجد میں حاضر ہونا ضروری ہوگا۔ مگر حضور علیہ السلام نے ابن ام مکتومؓ کو نابینا ہونے کے باوجود مسجد کی حاضری سے مستثنیٰ نہیں کیا کیونکہ یہ بڑے مرتبے کے آدمی تھے۔ آپ حضور علیہ السلام کے مؤذن بھی تھے اور ایک دو دفعہ سفر پہ جاتے وقت حضور علیہ السلام نے انہی کو قائم مقام امام مقرر فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے

کہ ان کو مسجد سے غیر حاضری کی رعایت نہیں دی گئی۔ یہ ان کے لیے خصوصی حکم تھا وگرنہ عام معذوروں کو نماز پنجگانہ اور جمعہ کی نماز کے لیے مسجد کی حاضری سے استثناء حاصل ہے۔

جنگِ اُحد کے اختتام پر دعاء

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ الزُّرَقِيِّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ وَانْكَفَأَ الْمُشْرِكُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوُوْا حَتّٰى اُثْنِيَ عَلٰى رَبِّيْ فَصَارُوْا خَلْفَهُ صُفُوْفًا فَقَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ ..... الحدیث (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی عبید بن رفاعہ زرقی ؓ ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی کے موقع پر جب مشرک واپس چلے گئے تو نبی علیہ السلام نے صحابہ سے فرمایا کہ سیدھے ہو جاؤ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کروں۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام کے پیچھے صفیں باندھ لیں اور آپ نے اس طرح دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ اَللّٰهُمَّ لَا قَابِضَ لِمَا بَسَطْتَ وَلَا بَاسِطَ لِمَا قَبَضْتَ وَلَا هَادِيَ لِمَا اَضْلَلْتَ وَلَا مُضِلَّ لِمَنْ هَدَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُقَرِّبَ لِمَا بَاعَدْتَ وَلَا مُبَاعِدَ لِمَا قَرَّبْتَ اَللّٰهُمَّ ابْسُطْ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ وَرِزْقِكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ النَّعِيْمَ الْمُقِيْمَ

اے اللہ سب تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں اے اللہ! اسے کوئی سکیڑ نہیں سکتا جسے تو پھیلا دے اور جس کو تو سکیڑ دے اسے کوئی پھیلا نہیں سکتا۔ جس کو تو گمراہ کردے اسے کوئی راہ راست پر لانے والا نہیں۔ اور جس کو تو ہدایت عطا فرما دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ اور اسے کوئی دینے والا نہیں جس سے تو روک لے اور اس سے کوئی روک نہیں سکتا جس کو تو عطا کردے۔ اس کو کوئی قریب نہیں کرنے والا جس کو تو دور کردے اور نہ کوئی دور کرنے والا ہے جس کو تو قریب فرمائے۔ اے اللہ ہم پر اپنی برکتیں

اپنی رحمت، اپنا فضل اور اپنا رزق پھیلا دے

اَلَّذِیْ لَا یَحُوْلُ وَلَا یَزُوْلُ۔

اے اللہ میں تجھ سے ہمیشہ رہنے والی نعمت کا سوال کرتا ہوں جو نہ تبدیل ہو اور نہ اس کو زوال کا خطرہ ہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ النَّعِیْمَ یَوْمَ الْعَیْلَةِ وَالْاَمْنَ یَوْمَ الْخَوْفِ

اے اللہ! میں تجھ سے نعمت کا سوال کرتا ہوں محتاجی کے دن۔ اور امن کا سوال کرتا ہوں خوف کے دن

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَائِذٌ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اَعْطَیْتَنَا وَشَرِّ مَا مَنَعْتَ

اے اللہ! میں تیری ذات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو تو نے ہمیں دی اور اس چیز کی برائی سے جس کو تو نے روک دیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْهُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَكَرِّهْ اِلَیْنَا الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرّٰشِدِیْنَ۔

اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دے۔ اور ہمارے دلوں میں اس کو مزین کر دے اور ہمارے نزدیک کفر فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ بنا دے اور ہمیں ہدایت یافتہ لوگوں میں بنا دے۔

اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَحْیِنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِیْنَ غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ۔

اے اللہ! ہمیں فرمانبرداری کی حالت میں موت عطا کر اور فرمانبرداری کی حالت میں زندہ رکھ اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے ایسی حالت میں کہ نہ ہم رسوا ہوں اور نہ فتنے میں مبتلا ہوں۔

اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَاجْعَلْ عَلَیْهِمْ رِجْزَكَ وَعَذَابَكَ

اے اللہ کافروں کے ساتھ جنگ کر جو تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور دوسروں کو تیرے راستے سے روکتے ہیں۔ اور ان پر اپنی گرفت، سزا اور عذاب ڈال دے۔

اَللّٰهُمَّ قَاتِلِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ

اے اللہ! ان کافروں سے بھی جنگ کر جن

اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِللّٰہُ الْحَقُّ | کو کتاب دی گئی ہے اے سچے پروردگار!

یہ دعا حضور علیہ السلام نے جنگ احد کے خاتمہ پر اس وقت مانگی جب کہ کفار واپس پلٹ چکے تھے تمام صحابہ صف باندھے حضور علیہ السلام کے پیچھے کھڑے تھے اور آپ یہ دعا کر رہے تھے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی اور پھر کافروں اور مشرکوں کے بارہ میں یہ بد دعا کی۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ہر دعا پر آمین کہتے ہوں گے۔

تبلیغِ دین کا اجر و ثواب

عَنْ اَبِیْ مُصْعَبٍ قَالَ قَدِمَ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ شَیْخٌ فَرَاٰهُ مُؤْثِرًا فِیْ جِهَادِهٖ فَسَاَلَهُمْ فَاَخْبَرَهُمْ اَنَّهٗ یُرِیْدُ الْمَغْرِبَ وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَیَخْرُجُ نَاسٌ اِلَی الْمَغْرِبِ یَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وُجُوْهُهُمْ عَلٰی ضَوْءِ الشَّمْسِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

حضرت ابو مصعبؓ کہتے ہیں کہ مدینہ والوں میں سے ایک بزرگ آئے جو حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے تھے۔ یہ مصر یا کسی اور علاقہ سے آتے تھے جب ان سے پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ میں مغرب کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ اس زمانے میں مغرب سے تیونس، اندلس اور مراکش وغیرہ کے علاقہ مراد لیے جاتے تھے اُس شخص نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ عنقریب کچھ لوگ مغرب کی طرف جائیں گے جن کے چہرے قیامت والے دن سورج کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ مغرب میں جاکر تبلیغ دین کریں گے اور نیکی کو پھیلائیں گے، اللہ کی وحدانیت کی دعوت دیں گے اور پھر جب قیامت کے دن قبروں سے اٹھیں گے تو اُن کے چہرے سورج کی طرح روشن ہوں گے۔

قربانی میں سات آدمیوں کی شرکت

قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُو الْاَشَدِّ السُّلَمِیُّ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ کُنْتُ سَابِعَ سَبْعَۃٍ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاَمَرَنَا نَجْمَعُ لِکُلِّ رَجُلٍ مِّنَّا دِرْھَمًا فَاشْتَرَیْنَا اُضْحِیَۃً بِسَبْعِ دَرَاھِمَ ..... الحدیث (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

ابو الاشد سلمیؓ اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہم سفر تھے اور میں ہمراہیوں میں ساتواں آدمی تھا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ قربانی کرو۔ ہم سب نے ایک ایک درہم جمع کر کے قربانی کا جانور خریدا۔ پھر ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول! یہ جانور قدرے مہنگا ہے۔ آپ نے فرمایا اِنَّ اَفْضَلَ الضَّحَایَا اَغْلَاھَا۔ افضل قربانی وہ ہے جو مہنگی ہو اور جانور بھی فربہ ہو۔ پھر حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہر آدمی جانور کا ایک ایک عضو پکڑے۔ چنانچہ ایک آدمی نے قربانی کا ایک پاؤں پکڑا، دوسرے نے دوسرا پھر ایک آدمی نے ایک سینگ پکڑا تو دوسرے نے دوسرا سینگ تھام لیا، ایک نے ایک بازو پکڑا اور دوسرے نے دوسرا بازو پکڑا اور پھر ساتویں آدمی نے اسے ذبح کر دیا۔ یہ ایک جانور کی قربانی میں سات آدمیوں کی شراکت ہو گئی حضور نے یہ بھی فرمایا کہ جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے۔ اگر خود نہ کر سکے تو قریب ہونا مستحب ہے یا پھر کسی کو اجازت دے دے کہ وہ اس کی طرف سے جانور ذبح کر دے۔

وضو کی تکمیل کا حکم

عَنْ بَعْضِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاٰی رَجُلاً یُّصَلِّیْ وَ فِیْ ظَھْرِ قَدَمِہٖ لُمْعَۃٌ قَدْرَ الدِّرْھَمِ لَمْ یُصِبْھَا مَآءٌ فَاَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّعِیْدَ الْوُضُوْءَ۔ (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کے پاؤں کے پچھلے حصے میں سے کچھ حصہ چمکدار نظر آرہا تھا جو ایک درہم کے برابر ہوگا اور جس کو پانی نہیں پہنچا تھا نبی علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ وہ دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

ظاہر ہے کہ اعضائے وضو کا اگر کچھ حصہ خشک رہ جائیگا تو نہ وضو مکمل ہوگا اور نہ ہی نماز ہوگی۔ اس ضمن میں فقہائے کرام اور محدثین فرماتے ہیں کہ اگر تازہ تازہ وضو کیا ہے تو خشک حصے پر پانی ڈال لے، وضو مکمل ہو جائیگا۔ اور اگر وضو کئے ہوتے وقت زیادہ گزر گیا ہے تو دوبارہ وضو کرنا ہوگا۔ خشک جگہ کی کم از کم مقدار ایک درہم یا ایک ناخن کے برابر ہے۔ اگر اتنا یا اس سے زیادہ حصہ خشک رہ گیا ہو تو وضو نہیں ہوگا۔

اچانک موت افسوسناک ہے

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ فِيْ مَوْتِ الْفُجَاءَةِ اَخْذَةُ اَسَفٍ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

حضرت عبید بن خالدؓ صحابہ میں سے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اچانک واقع ہونے والی موت افسوسناک گرفت ہوتی ہے۔ اچانک موت کی وجہ سے انسان بعض چیزوں سے محروم ہو جاتا ہے وہ نہ کسی کو کوئی پیغام دے سکتا ہے، نہ وصیت کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور راز کی بات بتا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں توبہ کا موقع بھی نہیں ملتا، اس لیے اسے افسوسناک موت قرار دیا گیا ہے۔

دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ایسی موت کسی ایماندار شخص کے حق میں کوئی بری علامت نہیں ہے کہ کسی حادثہ میں اچانک مر جائے یا ہارٹ فیل ہو جائے ہاں اگر مرنے والا شخص ایمان سے محروم ہے تو یہ موت واقعی افسوسناک ہے کیونکہ اگر مہلت ملتی تو ہو سکتا ہے کہ وہ ایمان قبول کر لیتا۔

تین مسلسل جمعے چھوڑنے پر وعید

عَنْ اَبِی الْجَعْدِ وَکَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا مِّنْ غَیْرِ عُذْرٍ طَبَعَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلٰی قَلْبِهٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۴)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ابو جعد ضمری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے فرمایا، جس شخص نے تین جمعے محض سستی کی بنا پر چھوڑ دیئے حالانکہ اس کے پاس کوئی عذر نہیں تھا یعنی نہ وہ سفر پر تھا، نہ بیمار تھا اور نہ کوئی دوسرا عذر تھا تو ایسے شخص کے دل پر اللہ تعالیٰ ٹھپہ لگا دیتا ہے۔ یہ منافقوں والا ٹھپہ ہوتا ہے۔ اگر بعد میں توبہ کر لے تو شاید یہ داغ دھل جائے ورنہ بعد میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ لہٰذا نماز جمعہ کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے ابن ماجہ شریف کی روایت میں آتا ہے اِنَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ سَیِّدُ الْاَیَّامِ وَ اَعْظَمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ یعنی جمعہ کا دن سید الایام اور اللہ کے نزدیک بڑا دن ہے ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جمعہ کی رات ایک روشن رات ہے اور جمعہ کا دن بہت سفید اور نمایاں دن ہے۔

توبہ کی قبولیت کا وقت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْبَیْلَمَانِیِّ قَالَ اجْتَمَعَ اَرْبَعَۃٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَحَدُھُمْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِیَوْمٍ ......الحدیث

(مسند احمد طبع بیرت جلد ۳ صفحہ ۴۲۵)

حضرت عبدالرحمٰن بیلمانیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور علیہ السلام کے چار صحابہ اکٹھے ہو گئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ بندے کی توبہ مرنے سے ایک دن پہلے قبول کر لیتا ہے پھر دوسرے شخص نے کہا کیا تو نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں سنا ہے اس نے کہا ہاں۔ تو وہ کہنے لگا میں نے تو آپ سے اس طرح سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِنِصْفِ یَوْمٍ یعنی مرنے سے نصف دن پہلے بھی۔ پھر تیسرا آدمی بولا، کیا تو نے نبی علیہ السلام سے اس طرح سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے اس طرح سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِضَحْوَۃٍ یعنی دوپہر کے وقت بھی۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی آدمی شام کے وقت فوت ہونے والا ہے تو اس کی توبہ دوپہر کے وقت تک بھی قابلِ قبول ہوتی ہے۔

پھر چوتھا آدمی بولا اَاَنْتَ سَمِعْتَ ھٰذَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کیا تو نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے؟ تو اس نے جواب دیا ہاں۔ تو چوتھا شخص کہنے لگا وَ اَنَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یَقْبَلُ تَوْبَۃَ الْعَبْدِ مَالَمْ یُغَرْغِرْ بِنَفْسِہٖ۔ کہ میں نے اللہ کے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالےٰ بندے

کی توبہ اس وقت تک قبول فرمالیتا ہے جب تک اس پر غرغرے کی حالت طاری نہ ہو۔ یعنی اس کا سانس نہ اکھڑنے لگے۔ جب کسی بندے پر یہ حالت طاری ہو جاتی ہے تو غیب کا پردہ اٹھ جاتا ہے اور فرشتے نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسی حالت میں کی گئی توبہ قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ ہاں اگر بندہ بقائمی ہوش و حواس سچے دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے۔

حضرت سائب ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مناقب

عَنِ السَّائِبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ جِیْءَ بِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ جَاءَ بِیْ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَ زُبَیْرُ فَجَعَلُوْا یُثْنُوْنَ عَلَیْہِ فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُعْلِمُوْنِیْ بِہٖ قَدْ کَانَ صَاحِبِیْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۵)

حضرت سائب ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن مجھے حضور علیہ السلام کی خدمت میں لایا گیا اور یہاں تک مجھے لانے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے سامنے میری تعریف بیان کی کہ یہ بڑے شریف آدمی اور بڑے ہی کام کے انسان ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم مجھے اس شخص کے بارے میں کیا بتلاتے ہو، یہ تو زمانہ جاہلیت میں میرا ساتھی رہا ہے تو حضرت سائب کہنے لگے کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ میں آپ کا اچھا ساتھی تھا پھر آپ نے فرمایا دیکھو سائب رضی اللہ عنہ اُنْظُرْ اَخْلَاقَکَ الَّتِیْ کُنْتَ تَصْنَعُھَا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَاجْعَلْھَا فِی الْاِسْلَامِ۔ اپنے اخلاق اور وہ کام جو تم زمانہ جاہلیت میں انجام دیا کرتے تھے ان کو اسلام میں بھی جاری رکھو۔ پھر آپ نے خاص طور پر ان امور کی انجام دہی کا حکم فرمایا۔ اَقْرِ الضَّیْفَ مہمان کی تکریم کرو بالکل اسی طرح جس طرح اسلام لانے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ مہمان کی مہمان نوازی حتی المقدور بجالاؤ۔ وَاَکْرِمِ الْیَتِیْمَ اور یتیم کی عزت کرو، اس کے سرپرست شفقت رکھو اور اس کی ہر ممکن اعانت کرو۔ اور تیسرا کام فرمایا وَاَحْسِنْ جَارَکَ اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کَانَ یُشَارِکُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی التِّجَارَۃِ۔ یعنی حضرت سائب رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے ساتھ تجارت میں بھی شریک

رہے ہیں فتح مکہ کے دن جب یہ آپ کی خدمت میں لاتے گئے تو آپ نے فرمایا مَرحَبا خوش آمدید۔ یہ میرا بھائی اور میرا شراکت دار تھا جو کسی سے جھگڑا نہیں کرتا تھا نہ کسی فتنہ فساد میں شامل ہوتا تھا۔ پھر فرمایا اے سائب قَدْ كُنْتَ تَعْمَلُ اَعْمَالَ الْجَاهِلِيَّةِ کہ جاہلیت کے زمانے میں جو تم نے اچھے کام کئے وہ تم سے قبول نہیں کئے جائیں گے کیونکہ ان کی تہ میں ایمان نہیں تھا مگر آج کے دن سے تمہارے لیے تمام اعمال اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوں گے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہے

عَنِ السَّائِبِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوةُ الْقَاعِدِ عَلَى النِّصْفِ مِنْ صَلٰوةِ الْقَائِمِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۵)

یہی حضرت سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملتا ہے۔

ظاہر ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والا نمازی پورے ثواب کا حقدار ہے جب کہ بیٹھ کر پڑھنے سے آدھے ثواب کی قربانی دینا پڑے گی۔ جو کہ نفع بخش سودا نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی عذر نہ ہو تو نماز کھڑے ہو کر پڑھنی چاہیئے۔ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات مبارکہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے۔ آپ اگر بیٹھ کر بھی نماز پڑھتے تھے تو پورا ثواب پاتے تھے ہاں مجبوری کی حالت میں بیٹھ کر پڑھنے سے بھی پورا ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ

أَنَّهُ كَانَ فِيمَنْ يَبْنِي الْكَعْبَةَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ وَلِي حَجَرٌ أَنَا نَحَتُّهُ بِيَدِي أَعْبُدُهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فَأَجِيءُ بِاللَّبَنِ الْخَاثِرِ الَّذِي أَنْفَسُهُ عَلَى نَفْسِي فَأَصُبُّهُ عَلَيْهِ فَيَجِيءُ الْكَلْبُ فَيَلْحَسُهُ .... الحديث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۵)

یہی حضرت سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں تعمیر کعبہ کے وقت میں موقع پر موجود تھا۔ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے پانچ سال پہلے پیش آیا۔ کعبہ شریف کی چھت بوسیدہ ہو چکی تھی، لہذا قریش نے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کا فیصلہ کیا۔ اس وقت حضور علیہ السلام کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس زمانے میں میرا یہ حال تھا کہ اپنے ہاتھ سے پتھر تراش کر اس کی پوجا کیا کرتا تھا۔ اس زمانے میں بت پرستی کا عام رواج تھا۔ ہر گھر میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی حتیٰ کہ کعبہ شریف اور اس کے ارد گرد بھی تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے بعض مقامات پر لات، منات، اساف اور نائلہ جیسے بڑے بڑے بت رکھے ہوتے تھے اور چھوٹے چھوٹے بت تو شمار سے باہر تھے

جس طرح ہندوستان میں بت پرستی کا رواج ہے اسی طرح عربوں میں بھی تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں جما ہوا دودھ لا کر اپنے بت پر ڈال دیتا۔ بتوں کی نذر و نیاز کے مختلف طریقے ہیں کوئی دودھ ڈالتا ہے، کوئی گوشت، کوئی ان پر خون ملتا ہے اور کوئی روٹی، مٹھائی وغیرہ رکھ آتا ہے تاکہ وہ خوش ہو کر نیاز مندوں کی مراد پوری کر دیں۔ کہتے ہیں کہ میں بت پر جما ہوا دودھ (دہی) ڈال آتا اور پھر میں دیکھتا کہ کتا آ کر اس کو چاٹ لیتا ثُمَّ يَشْغَرُ فَيَبُولُ پھر ٹانگ اٹھا کر اس پر پیشاب کر دیتا۔

حضرت سائبؓ کہتے ہیں کہ تعمیر خانہ کعبہ کے سلسلہ میں حَتَّى بَلَغْنَا مَوْضِعَ

الْحَجَرِ جب حجر اسود کی تنصیب کا موقعہ آیا فَاِذَا هُوَ وَسَطُ حِجَارَتِنَا مِثْلَ رَأْسِ الرَّجُلِ ۔ تو یہ پتھر دوسرے پتھروں کے درمیان آدمی کے سر کی مثل پڑا تھا اس وقت قریش کے مختلف خاندانوں میں اس پتھر کی تنصیب کے متعلق جھگڑا ہو گیا۔ ہر خاندان خود اس پتھر کو اس کی جگہ پر رکھنے کا خواہش مند تھا۔ بالآخر وہ اس بات پر متفق ہو گئے فَقَالُوا اجْعَلُوا بَيْنَكُمْ حَكَمًا ۔ اور کہنے لگے کہ اپنے میں سے کسی شخص کو فیصل مقرر کر لو۔ اور فیصل کے تقرر کے لیے یہ طریق کار طے پایا کہ ہمارا حکم وہ ہو گا اَوَّلُ رَجُلٍ يَطْلُعُ مِنَ الْفَجِّ جو اس گھاٹی میں سب سے پہلے آئے گا۔ کہتے ہیں فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ اتنے میں حضور نبی کریم علیہ السلام تشریف لے آئے تو سب کہنے لگے اَتَاكُمُ الْاَمِيْنُ تمہارے پاس ایک نہایت ہی امانتدار آدمی آگیا ہے۔ اس کا فیصلہ ہم سب کو منظور ہو گا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حضور علیہ السلام کو امین کہتے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے سامنے اپنا جھگڑا پیش کر کے اس پر فیصلہ چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تعجب ہے فَوَضَعَهُ فِي ثَوْبٍ آپ نے حجر اسود کو ایک کپڑے پر رکھا پھر آپ نے فرمایا کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی سرے سے ساتھ اس کپڑے کو پکڑ لے۔ اس طرح پتھر کو اٹھا کر تنصیب کی جگہ تک مشترکہ طور پر لایا گیا فَوَضَعَهُ هُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ پھر حضور علیہ السلام نے اس پتھر کو اٹھا کر مقررہ جگہ پر رکھ دیا۔ اس فیصلے پر سارے قریش راضی ہو گئے کہ کتنی اچھی تدبیر اور کتنا اچھا فیصلہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو کمال درجے کا فہم اور شعور عطا فرمایا تھا۔

وضو کے لئے خصوصی اہتمام

عَنْ مُعَيْقِيْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِّلْاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۲۶)

حضرت معیقیب رضؓ وہ صحابی ہیں جو حضور علیہ السلام کی وہ انگوٹھی اپنے پاس رکھتے تھے جس پر اللہ کا نام اور آپ کا اسم مبارک کندہ تھا اور یہ انگوٹھی آپ بطور مہر استعمال کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں حضرت معیقیب رضؓ یہ انگوٹھی حضرت عثمان رضؓ کو دینے لگے تو وہ کنوئیں میں گر گئی اور پھر تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہو سکی۔

یہ حضرت معیقیب رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ایڑھیوں کے لیے دوزخ کی آگ سے ہلاکت ہے جو وضو کرتے وقت خشک رہ جاتی ہیں لوگ وضو کا اچھے طریقے سے اہتمام نہیں کرتے جس کی وجہ سے بعض اعضاء خشک رہ جاتے ہیں۔ اس ضمن میں یہاں پر ایڑھیوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور وعید فرمائی ہے کہ وضو کرتے وقت کوئی عضو خشک نہیں رہنا چاہیئے۔

سجدہ کی جگہ کو صاف کرنا

عَنْ مُعَيْقِيْبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الرَّجُلِ يُسَوِّي التُّرَابَ حَيْثُ يَسْجُدُ اِنْ كُنْتَ فَاعِلًا فَوَاحِدَةً۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۶)

حضرت معیقیب رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سجدہ کرتے وقت آدمی کے سجدہ والی جگہ پر مٹی، ریت یا کنکر وغیرہ ہو جس سے اس کی پیشانی زمین پر اچھی طرح نہ ٹکتی ہو تو اگر وہ اس جگہ کو ایک دفعہ صاف کر لے تو ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں مطلب یہ ہے کہ کسی رکاوٹ والی چیز کو ایک ہی دفعہ ہاتھ مار کر ہٹا لینے سے نماز میں خلل نہیں آتا ہاں اس مقصد کے لیے بار بار ہاتھ مارنا مکروہ ہے اور نماز میں خلل واقع ہو گا۔

خطبہ کے دوران کوئی دیگر بات کرنا

عَنْ قَيْسِ بْنِ اَبِيْ حَازِمٍ اَنَّ اَبَاهُ جَاءَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ فَقَعَدَ فِي الشَّمْسِ قَالَ فَاَوْمَا اِلَيْهِ اَوْ قَالَ فَاَمَرَ بِهٖ اَنْ يَّتَحَوَّلَ اِلَى الظِّلِّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۶)

ابو حازمؒ تابعین میں سے ہیں اور بڑے بزرگ آدمی ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے والد صحابی رسول ہیں۔ وہ اس وقت مسجد میں آئے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہتے ہیں کہ وہ آکر دھوپ میں ہی بیٹھ گئے تو حضور نبی کریم علیہ السلام نے ان کو اشارہ کیا یا حکم دیا کہ وہ سائے میں ہو جائیں۔

خطبہ کا مسئلہ یہ ہے کہ یہ سامعین کے لیے سننا ضروری ہے اور اس دوران کوئی بات کرنا حتیٰ کہ امر بالمعروف یا کوئی دیگر نصیحت کی بات کرنے سے بھی خرابی آتی ہے البتہ خطیب کے لیے ایسی کوئی پابندی نہیں کہ وہ خطبے کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں کر سکتا اگر ضرورت ہو تو وہ خطبہ روک کر بھی کوئی ضروری بات کر سکتا ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے صحابی کو سائے میں ہو جانے کا حکم دیا۔

جعرانہ سے عمرے کا احرام

عَنْ مُحَرِّشٍ الْكَعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلاً مِّنَ الْجِعِرَّانَةِ حِيْنَ اَمْسٰى مُعْتَمِراً فَدَخَلَ مَكَّةَ فَقَضٰى عُمْرَةً ثُمَّ خَرَجَ مِنْ تَحْتِ لَيْلَتِهٖ فَاَصْبَحَ بِالْجِعِرَّانَةِ۔ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۲۶)

حضرت محرش کعبیؓ حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام رات کے وقت جعرانہ کے مقام سے عمرے کا احرام باندھ کر نکلے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے پھر آپ نے رات کے وقت ہی عمرہ ادا کیا اور اسی وقت واپس چلے گئے حتیٰ کہ صبح کے وقت واپس جعرانہ پہنچ گئے۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے رات یہیں بسر کی ہے۔ عام لوگوں کو پتہ ہی نہیں چلا کہ آپ نے رات کے وقت عمرہ ادا کر لیا ہے۔ پھر جب سورج طلوع ہوا تو آپ جعرانہ سے نکلے اور سرف کے راستے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

فتح مکہ کے فوراً بعد جنگ حنین واقع ہوئی۔ اسی دوران میں آپ نے اوطاس کی جنگ کے لیے مسلمانوں کی ایک فوج بھیجی تھی۔ اسی عرصہ میں آپ جعرانہ کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے جو مکہ سے تقریباً بیس کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پر ایک کنواں ہے جس پر اب ٹیوب ویل بھی لگا ہوا ہے۔ چھوٹی سی آبادی ہے، کچھ درخت بھی ہیں۔ بسوں کا اڈہ ہے۔ اس مقام پر پانی نہیں تھا۔ فاسی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مقام پر اپنی لاٹھی مبارک گاڑھی تھی تو اللہ تعالیٰ نے یہاں سے پانی نکالا تھا۔ یہی پانی اب اس کنویں سے برآمد ہو رہا ہے۔ اسی مقام سے احرام باندھ کر نبی علیہ السلام نے راتوں رات عمرہ ادا کیا تھا جس کا ذکر اس حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

فتح الملہم شرح مسلم میں ہے کہ محدثین کرام نے فرمایا ہے کہ اس مقام سے اللہ تعالیٰ کے تین سو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا ہے۔ (سواتی)

اچھے اور بُرے اخلاق کا صلہ

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَکُمْ مِنِّیْ فِی الْاٰخِرَۃِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا........ الحدیث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ابو ثعلبہ خشنیؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک تم میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور آخرت میں میرے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے نیز فرمایا۔ وَاِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّیْ فِی الْاٰخِرَۃِ مَسَاوِیْکُمْ اَخْلَاقًا اور میرے نزدیک نفرت والے اور باعتبار مجلس آخرت میں زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق بُرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوں گے اَلثَّرْثَارُوْنَ جو بہت زیادہ باتیں بنانے والے اور فضول کلام کرنے والے ہوں گے۔ اَلْمُتَفَیْہِقُوْنَ یہ متکبرانہ کلام کرنے والے ہوں گے اور اَلْمُتَشَدِّقُوْنَ یعنی باچھیں پھاڑ پھاڑ کر باتیں کرنے والے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اچھے اخلاق والے لوگ دنیا میں اللہ کے نبی کو محبوب اور آخرت میں اس کے قریب ہوں گے جب کہ بُرے اخلاق والے دنیا میں مبغوض اور آخرت میں دور ہونگے۔

دورانِ سفر قریب قریب ٹھہرنے کا حکم

حَدَّثَنَا اَبُوْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِیُّ قَالَ کَانَ النَّاسُ اِذَا نَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَعَسْکَرَ تَفَرَّقُوْا عَنْہُ فِی الشِّعَابِ وَالْاَوْدِیَةِ اِنَّمَا ذٰلِکُمْ مِنَ الشَّیْطَانِ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۳)

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں جب لوگ کسی منزل پر اترتے تو وہ گھاٹیوں اور وادیوں میں الگ الگ ہو کر قیام کرتے یعنی ایک دوسرے سے دور دور ٹھہرتے اور اکٹھے نہ رہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ذٰلِکُمْ مِنَ الشَّیْطَانِ۔ یہ تو شیطانی کام ہے کہ لوگ الگ الگ قیام کریں۔ اس زمانے میں راستے مامون نہیں تھے، ہر وقت لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا خطرہ رہتا تھا اور دور دور قیام پذیر ہونے کی صورت میں ایک دوسرے کی مدد بھی بر وقت نہیں ہو سکتی تھی لہٰذا حضور علیہ السلام نے مختلف جگہوں پر قیام سے منع فرما دیا۔ صحابی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے اس حکم کے بعد جب لوگ کسی مقام پر اترتے اِنْضَمَّ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ تو ایک دوسرے کے قریب قریب قیام کرتے۔ فرماتے اتنا قریب ٹھہرتے کہ اگر ان پر ایک چادر ڈال دی جاتی تو سب کو ڈھانپ لے۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے اور کسی ممکنہ نقصان سے بچنے کے لیے یہ طریق نہایت موزوں ہے۔

گھریلو گدھے اور درندے حرام ہیں

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ حَرَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَہْلِیَّۃِ وَلَحْمَ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۴)

صحابی رسول حضرت ابو ثعلبہ خشنی رض روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے گھریلو گدھوں کا گوشت حرام ٹھہرایا ہے یعنی گھروں میں رہ کر بار برداری کا کام دینے والے گدھوں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اس کے علاوہ ہر دانت مار کر شکار کرنے والے درندے کا گوشت بھی حرام ہے۔ ان درندوں میں کتا، بلی، شیر، چیتا، ریچھ، لومڑی وغیرہ آجاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان درندوں کا گوشت انسانی فطرت کے خلاف ہے جو شخص جس درندے کا گوشت کھائیگا اس میں اسی جیسی خصلتیں پیدا ہو جائیں گی۔ چنانچہ خنزیر کا گوشت کھانے والوں میں بے غیرتی اور گندگی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ گدھے کا گوشت کھانے والے بیوقوفی اور حماقت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح پنجہ مار کر شکار کرنے والے اور نوچ کر کھانے والے پرندوں، چیل، گدھ، شکرا، باز وغیرہ کا گوشت کھانے سے انسان میں انہی کے خصائل عود کر آتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ انسانی خوراک کا بہت زیادہ اثر اس کے اخلاق پر پڑتا ہے۔ ان جانوروں کے علاوہ جو حلال جانور ہیں اور جن کو اللہ نے بہیمۃ الانعام کا نام دیا ہے ان کا گوشت انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ لہذا ان کے کھانے سے انسان میں اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ ان جانوروں میں اونٹ گائے، بھیڑ اور بکری شامل ہیں جن کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ کیڑے مکوڑے

اسی لیے حرام ہیں کہ ان میں نجاست کا عنصر غالب ہے لہٰذا ان کا گوشت کھانے سے انسان میں گندگی ہی بڑھے گی۔ بعض جانوروں کا گوشت کھانے سے انسان میں ظلم و جور اور تعدی کا مادہ پیدا ہوتا ہے کسی سے جسمانی گندگی اور کسی سے ذہنی غلاظت پیدا ہوتی ہے، لہٰذا اللہ اور رسول کے حرام کردہ گوشت کا کھانا خطرے سے خالی نہیں۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

شکاری جانوروں کے شکار کی حلت وحرمت

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُکْتُبْ لِیْ بِاَرْضِ کَذَا وَکَذَا بِاَرْضِ الشَّامِ یَظْھَرْ عَلَیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَئِذٍ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اللہ کے رسول! شام کے علاقے کی فلاں فلاں زمین مجھے لکھ دیں۔ انہوں نے اس طرح درخواست کی جیسے کوئی جاگیر اپنے نام کرائی جاتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس وقت تک شام فتح بھی نہیں ہوا تھا کیونکہ یہ تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح ہوا مگر حضور کے یہ صحابی ابھی سے وہاں کی بعض زمین اپنے نام لگوانا چاہتے تھے۔ اس شخص کی بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اَلَا تَسْمَعُوْنَ اِلٰی مَا یَقُوْلُ ھٰذَا کیا تم اس شخص کی بات نہیں سنتے کہ یہ کیا کہتا ہے؟ صحابہ کی طرف سے جواب آنے سے پہلے خود سائل ابو ثعلبہؓ بول اٹھے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتَظْھَرُنَّ عَلَیْھَا۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً شام کا علاقہ آپ کے تسلط میں آئے گا اس وقت تو حالات ناموافق تھے مگر ان کو یقین تھا کہ آج نہیں تو کل شام کی حکومت ضرور مسلمانوں کے ہاتھ میں آئیگی۔ اور وہ اسے تقسیم کر سکیں گے۔ لہذا ابو ثعلبہؓ نے پہلے ہی حضور علیہ السلام سے کسی خاص زمین کا مطالبہ کر دیا قَالَ فَکَتَبَ لَہٗ بِھَا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر حضور علیہ السلام نے وہ زمین سائل کے نام لکھ دی۔

یہی ابو ثعلبہؓ اور دوسرے عدیؓ بن حاتم صحابی ہیں جنہوں نے حضور علیہ السلام سے

شکار کے مسائل دریافت کئے اور آپ نے جوابات دیتے۔ ان کی روایات بسلسلہ شکار بکثرت موجود ہیں۔ حاتم طائی عیسائی تھا اور اسی مذہب پر مرا۔ البتہ اس کا بیٹا عدیؓ اور ایک بیٹی ایمان لائے۔ پہلے عدیؓ بھی عیسائی تھے مگر پھر اللہ نے بہن بھائی کے دل پھیر دیتے اور یہ ایمان کی دولت سے مشرف ہوتے۔ بہر حال ابو ثعلبہؓ نے عرض کیا اللہ کے رسول! اِنَّ اَرْضَنَا اَرْضُ صَیْدٍ ہماری سرزمین شکار والی سرزمین ہے، ہم یہاں شکار کرتے ہیں فَاُرْسِلُ کَلْبِیَ الْمُکَلَّبَ میں اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں وَکَلْبِیَ الَّذِیْ لَیْسَ بِمُکَلَّبٍ اور بغیر سدھائے ہوئے کتے سے بھی شکار کرلیتا ہوں تو ایسے شکار کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنے تربیت یافتہ کتے کو شکار پر بھیجو تو اللہ کا نام لے لیا کرو۔ یعنی بسم اللہ پڑھ لیا کرو۔ اور پھر فَکُلْ مَا اَمْسَکَ عَلَیْکَ کتا جو شکار تمہارے لیے پکڑ لائے وہ تمہارے لیے حلال ہے اور تم اس کو کھا سکتے ہو البتہ یہ شرط ہے کہ کتا یا کوئی دوسرا شکاری جانور شکار میں سے خود نہ کھائے بلکہ جو چیز اس نے شکار کی ہے اسے پکڑ کر اسی حالت میں تمہارے پاس لے آئے اگر اس نے شکار کو پکڑ کر اس میں سے کچھ حصہ خود بھی کھا لیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اس نے شکار تمہارے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے کیا ہے لہذا یہ تمہارے لیے حلال نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر گیدڑ، ریچھ یا کسی بھی درندے کو شکار کی تربیت دی جائے تو اس کے کئے ہوئے شکار کا بھی یہی حکم ہے اگر تربیت یافتہ جانور شکار کو زندہ پکڑ لایا ہے تو اس کو شرعی طریقے سے ذبح کر لو۔ البتہ چھوٹے جانور باز، شکرا وغیرہ کے لیے یہ شرط نہیں ہے وہ اگر شکار میں سے کچھ کھا بھی لے تو یہ پھر بھی حلال ہے کسی جانور کی تربیت کی تکمیل کی علامت یہ ہے کہ شکار پر چھوڑنے کے بعد اگر اسے مالک واپس بلائے تو وہ فوراً واپس آجائے اگر وہ مالک کے حکم پر واپس نہیں آتا تو وہ تربیت یافتہ جانور شمار نہیں ہو گا۔ بہر حال اگر شکاری جانور شکار کو زندہ پکڑ لاتے تو اس کو ذبح کر لو اور اگر وہ مردہ شکار لایا ہے تو وہ مردار کے حکم میں آئیگا۔ اور تمہارے لیے حلال نہیں ہے اس کے علاوہ فرمایا کہ اگر تم نے اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ پڑھ کر تیر چلایا ہے اور اس سے شکار زخمی ہو کر مر گیا ہے۔

تو وہ بھی حلال ہے اور اگر شکار زخمی ہو کر بھاگ گیا اور پھر تمہیں مل گیا تو وہ بھی بغیر ذبح کئے حلال ہے بشرطیکہ وہ تمہارے تیر لگنے سے زخمی ہوا ہو۔

پھر حضرت ابو ثعلبہؓ نے یہ بھی عرض کیا حضور! اِنَّ اَرْضَنَا اَرْضُ اَهْلِ الْكِتٰبِ ہماری سرزمین میں اہل کتاب زیادہ رہتے ہیں۔ یہ لوگ خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں اور شراب بھی پیتے ہیں۔ بعض اوقات ہمیں ان کے برتن (ہانڈی وغیرہ) کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس بارے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اِنْ لَّمْ تَجِدُوْا غَيْرَهَا فَارْحَضُوْهَا اگر تمہیں کوئی اور ہانڈی کوشش کے باوجود میسر نہ ہو تو اہل کتاب کی ہانڈی کو اچھی طرح مانجھ کر پانی سے صاف کرنے کے بعد استعمال کر سکتے ہو۔ وَاطْبَخُوْا فِيْهَا۔ اس میں کھانا پکا سکتے ہو۔ وَاشْرَبُوْا اور ایسے برتن میں پانی یا کوئی دیگر مشروب پی سکتے ہو۔

صحابی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! مَا يَحِلُّ لَنَا مِمَّا يَحْرُمُ عَلَيْنَا۔ ہمارے لیے کونسی چیز حلال ہے؟ فرمایا لَا تَاْكُلُوْا لُحُوْمَ الْحُمُرِ الْاَنْسِيَّةِ وَلَا كُلَّ ذِيْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ گھریلو گدھوں اور درندوں میں سے دانت مار کر شکار کرنے والے جانوروں کو مت کھاؤ۔ البتہ جنگلی جانور اور نیل گائے حلال ہے۔

اگلی حدیث میں آتا ہے کہ اسی صحابی نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا حضور! مجھے بتلائیں مَا يَحِلُّ وَيَحْرُمُ عَلَيَّ کہ میرے لیے کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام ہے۔ فَصَعَّدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اس سوال کا جواب دینے کے لیے حضور علیہ السلام منبر پر تشریف لائے۔ وَصَوَّبَ فِيَّ النَّظَرَ پھر لوگوں کی طرف دیکھا میں بھی وہیں بیٹھا تھا۔ اس کے بعد فرمایا اَلْبِرُّ مَا سَكَنَتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ نیکی وہ ہے جس کی طرف نفس تسکین پکڑے اور دل میں اطمینان پیدا ہو وَالْاِثْمُ مَا لَمْ تَسْكُنْ اِلَيْهِ وَلَمْ يَطْمَئِنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ۔ اور گناہ وہ ہے جس کی طرف نفس اطمینان نہ پکڑے۔

اور قلب میں اطمینان پیدا نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز کے متعلق تردد رہتا ہے چاہے کہنے والے کچھ بھی کہتے رہیں اور انسان کا دل مطمئن نہیں ہوتا۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا وَلَا تَقْرَبْ لَحْمَ الْحِمَارِ الْاَهْلِیِّ وَلَا ذَانَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ گھریلو گدھے کے گوشت کے قریب مت جاؤ اور نہ ہی دانت مار کر شکار کرنے والے درندے کو حلال جانو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جو شخص اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے لیے گھریلو گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے۔ ایسا شخص کسی درندہ جانور کا گوشت بھی نہ کھائے۔ اس زمانے میں ان مسائل کی تشہیر کی سخت ضرورت ہے۔ ویتنام اور کوریا والے کتوں کا گوشت کھاتے ہیں ان کے مطابق یہ گوشت بڑا طاقت ور ہوتا ہے اور اس کا شوربا ٹانک کا کام دیتا ہے۔ لوگ خنزیر کا گوشت بھی کھاتے ہیں مگر حضور علیہ السلام نے سختی سے منع کر دیا ہے کہ میری نبوت و رسالت پر ایمان رکھنے والے آدمی کے لیے ان جانوروں کا گوشت قطعی حرام ہے۔ اس کے استعمال سے روحانی اور جسمانی دونوں طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ایسے لوگ کتوں اور دیگر درندوں کی طرح لڑتے ہیں۔ ان میں رحم کا مادہ مفقود ہو جاتا ہے یہ لوگ ذہنی طور پر بھی گندے ہیں۔ ویتنام کی جنگ میں بیس لاکھ آدمیوں کو کتوں، بلیوں کی طرح قتل کر دیا گیا۔ امریکہ والوں نے انہیں شراب پینے پر مجبور کیا یہ زبان سے کچھ بھی کہیں عمل خلاف ہوتا ہے۔

مردوں کے لئے سونا پہننے کی حرمت

عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ جَلَسَ رَجُلٌ اِلٰی نَبِیِّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِہٖ خَاتَمٌ مِنْ ذَہَبٍ فَقَرَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَہٗ بِقَضِیْبٍ کَانَ فِیْ یَدِہٖ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابو ثعلبہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی مجلس میں ایک شخص بیٹھا تھا جس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ نبی علیہ السلام کے ہاتھ مبارک میں ایک چھڑی تھی جس سے آپ نے انگوٹھی والے ہاتھ پر زور سے جھٹکا دیا اس کے بعد حضور علیہ السلام کی توجہ کسی دوسری طرف ہو گئی فَرَمَی الرَّجُلُ بِخَاتَمِہٖ تو اس شخص نے اپنی سونے کی انگوٹھی اتار کر پھینک دی۔ پھر جب حضور علیہ السلام نے اس شخص سے پوچھا تمہاری انگوٹھی کہاں ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ وہ تو میں نے اتار کر پھینک دی ہے پھر آپ نے اس شخص کی دلجوئی کرتے ہوئے فرمایا۔ اَظُنُّنَا قَدْ اَوْجَعْنَاکَ وَ اَغْرَمْنَاکَ کیا تو خیال کرتا ہے کہ ہم نے تجھے تکلیف پہنچائی ہے اور تجھے تاوان میں ڈالا ہے؟ فرمایا تجھے اذیت پہنچانا مقصود نہیں تھا بلکہ مسئلہ سمجھانا تھا کہ مسلمان کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ مرد صرف ایک مثقال سے کم وزن کی چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے۔ ابریشم اور سونا مردوں کے لیے حرام اور عورتوں کے لیے حلال ہے۔

طاعون کی وبا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ قَالَ لَمَّا وَقَعَ الطَّاعُوْنُ بِالشَّامِ خَطَبَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ النَّاسَ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْسٌ فَتَفَرَّقُوْا عَنْهُ فِیْ هٰذِہِ الشِّعَابِ وَفِیْ هٰذِہِ الْاَوْدِیَۃِ........الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۵)

حضور علیہ السلام کے دو صحابی شرجیل بن حسنہؓ اور عبدالرحمان بن حسنہؓ ہیں۔ حسنہ ان کی والدہ کا نام تھا اور یہ اسی نسبت سے معروف تھے۔ ایک دفعہ شام کے علاقہ میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ اس زمانے میں حضرت عمرو بن عاصؓ وہاں کے گورنر تھے۔ اس سے پہلے ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بھی شام میں طاعون پھیلا تھا جس میں بڑے بڑے صحابہ سمیت پچیس ہزار افراد لقمۂ اجل بن گئے تھے حضرت عمرو بن العاصؓ کے زمانہ گورنری کا یہ دوسرا واقعہ تھا۔ اس موقع پر گورنر نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوتے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیئے کہ وہ شہر خالی کرکے اِدھر اُدھر گھاٹیوں میں اور وادیوں میں چلے جائیں جب یہ بات حضرت شرجیل بن حسنہؓ تک پہنچی کہ امیر شام نے لوگوں کو شہر خالی کر دینے کا حکم دیا ہے تو راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت شرجیلؓ غضبناک ہو گئے فَجَاءَ وَھُوَ یَجُرُّ ثَوْبَہٗ مُعَلِّقٌ نَعْلَہٗ بِیَدِہٖ اور آپ جلدی میں اپنا کپڑا کھینچتے ہوئے اور جوتا ہاتھ میں پکڑے دوڑتے ہوتے آتے اور فرمایا صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں نے اللہ کے رسول کی رفاقت حاصل کی ہے، مجھے آپ کی معیت حاصل رہی ہے۔ میں بلا خوفِ تردید کہہ سکتا ہوں وَعَمْرٌو اَضَلُّ مِنْ حِمَارِ اَھْلِہٖ کہ یہ گورنر عمرو بن عاصؓ تو اپنے گدھے سے بھی زیادہ گمراہ معلوم ہوتا ہے جس نے اس قدر غلط فتویٰ دیا ہے کہ شہر خالی کرکے بھاگ جاؤ۔ کہنے لگے حقیقت

یہ ہے وَلٰکِنَّہٗ رَحْمَۃُ رَبِّکُمْ کہ یہ طاعون تو تمہارے پروردگار کی جانب سے رحمت ہے وَ دَعْوَۃُ نَبِیِّکُمْ اور تمہارے نبی کی دعا ہے وَوَفَاۃُ الصَّالِحِیْنَ قَبْلَکُمْ۔ اور نیک لوگوں کا تم سے پہلے وفات پا جانا ہے۔ ان کی یہ بات سن کر لوگ شہر سے باہر نہ گئے بلکہ وہیں مقیم رہے۔

جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت شرجیل بن حسنہؓ کی یہ بات سنی تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا، کہنے لگے حضور علیہ السلام کا فرمان بالکل صحیح ہے کہ جب کسی بستی یا شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو جان بچانے کے لیے وہاں سے بھاگنا نہیں چاہیئے اور نہ ہی باہر کے لوگوں کو طاعون زدہ علاقے میں آنا چاہیئے کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے غضب کو ہلکا سمجھنے کے مترادف ہوگا گویا طاعون والے علاقے سے نہ کوئی باہر جائے اور نہ باہر سے وہاں کوئی آئے اگر اس بیماری کی وجہ سے موت آگئی تو یہ شہادت کی موت ہوگی۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص ہیضہ، طاعون، غرقابی، دیوار کے گرنے ٹریفک کے حادثہ یا عورت زچگی کی حالت میں فوت ہو جائے تو یہ درجہ دوم کی شہادت ہوگی۔ بشرطیکہ مرنے والا صاحب ایمان ہو۔ میدانِ جنگ میں شہید ہونے والا درجہ اول کا شہید ہوتا ہے جس کو بغیر غسل دیئے انہی کپڑوں میں دفن کر دیا جاتا ہے تاہم مذکورہ حادثاتی اموات کو باقاعدہ غسل دیا جاتا ہے اور کفن بھی پہنایا جاتا ہے۔ میت کے دنیاوی احکام میں اس قدر فرق ہے، تاہم ثواب کے احکام سے حادثاتی موت مرنے والے شخص کو شہادت کا مرتبہ حاصل ہوگا۔

★

گوہ کی حرمت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَۃَ قَالَ کُنَّا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَنَزَلْنَا اَرْضًا کَثِیْرَۃَ الضِّبَابِ قَالَ فَاَصَبْنَا مِنْہَا وَذَبَحْنَا فَبَیْنَا الْقُدُوْرُ تَغْلِیْ بِہَا اِذْ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ...الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۶)

حضرت شرجیلؓ کے بھائی عبدالرحمان بن حسنہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم سفر تھے۔ ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں گوہ کثرت سے پائے جاتے تھے ہم نے ان کو شکار کیا، ذبح کیا اور ہانڈیاں چڑھا دیں۔ اسی دوران حضور علیہ السلام اپنے خیمہ سے باہر تشریف لاتے تو دیکھا کہ لوگ کوئی چیز پکار رہے ہیں۔ آپ کے دریافت کرنے پر لوگوں نے بتایا کہ یہ گوہ ہے جو کہ حشرات الارض کی ایک قسم ہے اور لوگ عام طور پر اس کو کھا لیتے تھے۔ خود حضور علیہ السلام کے دستر خوان پر گوہ کی موجودگی کا ذکر ملتا ہے مگر آپ نے اس کو نہیں کھایا۔ بہر حال اس کا شکار کیا جاتا تھا کیونکہ اس کی سخت کھال بڑی کارآمد چیز سمجھی جاتی تھی۔

جب حضور علیہ السلام کو گوہ کے متعلق بتلایا گیا تو آپ نے فرمایا یہ ہماری سرزمین مکہ میں نہیں پائی جاتی اور میں اس کو ناپسند کرتا ہوں۔ تاہم آپ نے اس کو حرام قرار نہیں دیا۔ فقہائے کرام میں سے بعض فرماتے ہیں کہ یہ ابتدائی دور کی بات ہے بعد کی روایات سے گوہ کے کھانے کی مخالفت ملتی ہے چنانچہ صحیح بات یہی ہے کہ اس کو نہیں کھانا چاہیئے۔

اس مقام پر حضور علیہ السلام نے گوہ سے متعلق ایک بات بیان فرمائی اِنَّ اُمَّۃً مِّنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فُقِدَتْ یعنی بنی اسرائیل کی امت تھی جو گم ہو گئی وَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ ھِیَ۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ گوہ بھی اسی امت میں شریک

نہ ہو فَاكْفَئُوهَا لٰهذا ان ہانڈیوں کو الٹ دو۔ صحابی بیان کرتا ہے فَاكْفَأْنَاهَا ہم نے تعمیلِ حکم میں ہانڈیوں کو الٹ دیا اور گوہ کا گوشت نہیں کھایا۔

روایات میں آتا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے جن کی شکلیں تبدیل کی گئیں ان کو تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہنے دیا گیا بلکہ اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا جب قوم کو ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار سے منع کیا گیا تو وہ باز نہ آئے۔ بالآخر اللہ کا قہر نازل ہوا اور ان میں سے ہزاروں کو بندروں اور خنزیروں کی شکلوں میں تبدیل کر دیا گیا اور پھر تین دن کے بعد زندہ نہیں رہنے دیا گیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل کی بعض امتوں کو اللہ نے گوہ کی شکل میں تبدیل کر دیا اس لحاظ سے یہ شکل ملعون ہے اور ایسے جانور کا کھانا درست نہیں ہے اگرچہ اس ضمن میں مختلف روایات ملتی ہیں تاہم شاہ ولی اللہؒ کے بقول صحیح بات یہی ہے کہ گوہ کا کھانا درست نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں اور گوہ کو مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔

پیشاب سے بچنے کی تاکید

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَنَۃَ قَالَ خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِہٖ کَھَیْئَۃِ الدَّرَقَۃِ قَالَ فَوَضَعَھَا ثُمَّ جَلَسَ فَبَالَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ اُنْظُرُوْا اِلَیْہِ یَبُوْلُ کَمَا تَبُوْلُ الْمَرْاَۃُ ..... الحدیث

(مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۹۶)

حضرت عبدالرحمٰن بن حسنہ رض بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام کسی مقام پر اپنی اقامت گاہ سے باہر تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں ایک ڈھال سی تھی۔ یہ لوہے یا چمڑے کا ہوتا ہے اور دوران جنگ دفاع کے لیے استعمال ہوتا ہے حضور علیہ السلام نے اس ڈھال کو اپنے سامنے رکھا اور پھر پیشاب کیا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو! یہ عورتوں کی طرح پیشاب کر رہے ہیں یعنی پیشاب کرنے کے لیے بڑے پردے کا اہتمام کیا ہے عام عرب اس قسم کا اہتمام نہیں کرتے تھے بلکہ سرِعام پیشاب کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ جب نبی علیہ السلام قضائے حاجت کے لیے جاتے تو بہت دور نکل جاتے اور اگر کوئی اوٹ میسر نہ ہوتی تو ریت کے ٹیلے کی ہی اوٹ میں بیٹھ جاتے۔

حضور علیہ السلام نے لوگوں کی مذکورہ بات سن کر فرمایا کہ بنی اسرائیل کو پیشاب سے بچنے کی سخت تاکید کی گئی تھی حتیٰ کہ اگر ان کے پیشاب کا کوئی قطرہ کپڑے پر پڑ جاتا تو وہ کپڑا دھولینے سے پاک نہیں ہوتا تھا بلکہ اتنا حصہ کاٹنا پڑتا تھا۔ ان میں سے کسی شخص نے لوگوں کو پیشاب آلود کپڑے کو کاٹنے سے منع کیا تو اللہ نے اس کو قبر کے عذاب میں مبتلا کر دیا اور پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پیشاب سے بچتے رہو، اس کے چھینٹے کپڑے یا جسم پر نہیں لگنے چاہئیں کیونکہ عام طور پر یہ عذاب قبر کا سبب بنتے ہیں۔ فرمایا اگر کہیں کھلی جگہ پر پیشاب کرنا مطلوب ہو تو ایسی جگہ تلاش کرو جہاں سے چھینٹے نہ اڑنے پائیں۔

شیطان کی وسوسہ اندازی کا علاج

عَنْ اَبِی الْعَلَاءِ بْنِ الشِّخِّیْرِ اَنَّ عُثْمَانَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ حَالَ الشَّیْطَانُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ صَلَاتِیْ وَبَیْنَ قِرَاءَتِیْ قَالَ ذَاکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَہٗ خِنْزَبُ فَاِذَا اَنْتَ حَسَسْتَہٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰہِ مِنْہُ وَاتْفُلْ عَنْ یَسَارِکَ ثَلَاثًا ..... الحدیث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ہیں۔ ان کا تعلق قبیلہ بنی ثقیف سے ہے۔ یہ اس وفد کے سب سے کم عمر رکن تھے جو سنہ ۹ ھ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ آپ نے ان کو اپنے علاقے کا حاکم بھی مقرر فرمایا تھا۔ آپ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت اور پھر حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کے ابتدائی دو سال تک اس عہدہ پر فائز رہے پھر حضرت عمرؓ نے انہیں بحرین اور عمان کا حاکم مقرر کر کے وہاں بھیج دیا۔ بعد میں آپ بصرہ میں مقیم ہو گئے اور ۵۱ ھ میں وہیں آپ کی وفات ہوئی۔ ان کی قوم حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد دین سے پلٹ جانے کا سوچنے لگے اور بعض قبائل پلٹ بھی گئے۔ ان کے خلاف جہاد کیا گیا بعض ان میں سے مارے گئے اور بعض نے پھر سے اسلام قبول کر لیا۔ انکے قبیلے کے لوگوں نے بھی ایسا ہی خیال کیا مگر یہ کہنے لگے، لوگو! دیکھو تم سب سے آخر میں اسلام لائے تھے اور اب حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد کیا تم سب سے پہلے مرتد ہونا چاہتے ہو، یہ کتنی بری بات ہے۔ لوگ سمجھ گئے اور دین پر قائم رہے۔

یہی حضرت عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا حضور! شیطان میرے اور میری نماز کے درمیان رکاوٹ ڈالتا ہے اور مجھے قرارت نہیں کرنے دیتا، گویا دوران نماز شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شیطان کو خنزب کہا جاتا ہے۔ نیز فرمایا کہ جب تم شیطان کی وسوسہ اندازی محسوس کرو تو اللہ کی

ذات کے ساتھ پناہ پکڑا کرو یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ پڑھ لیا کرو یا لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہہ دیا کرو اور تین دفعہ بائیں طرف تھوک دیا کرو۔ صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور کی نصیحت پر عمل شروع کر دیا تو اللہ نے شیطان کے وسوسے کو مجھ سے دور کر دیا یہ عمل انسان دورانِ نماز بھی کر سکتا ہے اور آہستہ آہستہ تھوک بھی سکتا ہے جس سے دوسروں کو پریشانی لاحق نہ ہو۔



نماز باجماعت میں تخفیف کی ہدایت

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ حَدَّثَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَہٗ اَنْ یَّؤُمَّ قَوْمَہٗ قَالَ ثُمَّ قَالَ مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْیُخَفِّفْ فَاِنَّ فِیْھِمُ الضَّعِیْفَ وَالْکَبِیْرَ وَذَا الْحَاجَۃِ فَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیُصَلِّ کَیْفَ یَشَآءُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت عثمان بن ابو العاصؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو نماز پڑھایا کروں اور ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ جو شخص کسی قوم کی امامت کرائے اسے چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے یعنی قرأت لمبی نہ کرے کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بوڑھے مریض اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں اور ان کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر نماز طویل ہو جائے تو بیمار یا بوڑھا آدمی زیادہ دیر کھڑا نہیں ہو سکے گا اور کسی ضرورت مند کو اپنے کام پر جانے میں جلدی ہوتی ہے لہٰذا امام کو ایسی ہلکی نماز پڑھانی چاہیئے جس میں ہر قسم کے لوگ بآسانی شامل ہو سکیں اور جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اکیلا نماز پڑھتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ طویل یا مختصر جیسی چاہے نماز پڑھ لے۔

دجّال کا خروج اور قتل

عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ قَالَ اَتَیْنَا عُثْمَانَ بْنَ اَبِی الْعَاصِ فِیْ یَوْمِ جُمُعَۃٍ لِنَعْرِضَ عَلَیْہِ مُصْحَفًا لَنَا عَلٰی مُصْحَفِہٖ فَلَمَّا حَضَرَتِ الْجُمُعَۃُ اَمَرَنَا فَاغْتَسَلْنَا ثُمَّ اُتِیْنَا بِطِیْبٍ فَتَطَیَّبْنَا ثُمَّ جِئْنَا الْمَسْجِدَ فَجَلَسْنَا اِلٰی رَجُلٍ فَحَدَّثَنَا عَنِ الدَّجَّالِ..... الحدیث (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

حضرت ابو نضرۃؒ تابعین میں سے ایک بزرگ ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم کچھ لوگ جمعہ کے دن حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کے پاس آتے ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم قرآن کا اپنا نسخہ آپ کے نسخے کے ساتھ ملا کر دیکھیں تاکہ کسی کلمہ کی بیشی کا پتہ چل جائے اس زمانے میں قرآن کریم ہاتھ ہی سے لکھا جاتا تھا اور حضرت عثمانؓ نے قرآن پاک کے ساتھ نسخے لکھوا کر مختلف شہروں میں رکھوا دیئے تھے تاکہ لوگ ان تصحیح شدہ نسخوں سے نقل کر سکیں، بہرحال یہ بزرگ حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کے پاس قرآن پاک کی صحت تحریر کے لیے حاضر ہوتے۔ کہتے ہیں کہ جب جمعہ کا وقت ہوا تو حضرت عثمانؓ نے ہمیں غسل کرنے کے لیے کہا، ہم نے غسل کیا، پھر وہ ہمارے پاس خوشبو لے آئے اور ہم نے وہ بھی استعمال کی۔ اس کے بعد ہم مسجد میں آگئے اور وہاں ایک صاحبِ علم آدمی کے سامنے بیٹھ گئے جنہوں نے دجال کے بارے میں کچھ باتیں بیان کیں۔ اس کی تھوڑی دیر بعد حاکم وقت حضرت عثمانؓ بھی جمعہ پڑھانے کے لیے آگئے ہم ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور انہوں نے بھی یہی دجال والا مسئلہ بیان کیا۔ کہنے لگے کہ سحری کے وقت ایک منادی کرنے والا تین دفعہ منادی کریگا۔

یَا اَیُّہَا النَّاسُ اَتَاکُمُ الْغَوْثُ ثَلَاثًا اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی جانب سے مدد آگئی۔ پھر ان میں بعض لوگ دوسروں کو کہیں گے۔ اِنَّ ھٰذَا الصَّوْتُ رَجُلٍ شَعْبَانَ یہ کسی پیٹ بھرے ہوتے آدمی کی آواز ہے یعنی وہ بھوکا نہیں ہے۔ ظاہر ہے بھوکے آدمی کی آواز بھی پست ہوتی ہے جبکہ مذکورہ آواز خوب بلند ہوگی۔ پھر فرمایا وَیَنْزِلُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ عِنْدَ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام صبح کی نماز کے وقت نازل

ہونگے۔ پھر لوگوں کا امیر کہے گا رُوْحَ اللّٰہِ تَقَدَّمْ صَلِّ۔ اے روح اللہ! آپ آگے بڑھ کر نماز پڑھائیں۔ مسیح علیہ السلام کہیں گے ھٰذِہِ الْاُمَّۃُ اُمَرَاءُ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ تَکْرِمَۃُ اللّٰہِ لَھُمْ فَیُصَلِّیْ۔ اس آخری امت کے بعض بعض دوسروں پر امیر ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی شخص نماز پڑھاتے ہیں یہ نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ پھر انہی میں سے ایک مسلمان آگے بڑھ کر نماز پڑھائیگا۔ پھر جب نماز ختم ہو جائے گی تو وہ امیر اپنی ظاہری اور باطنی خلافت عیسٰی علیہ السلام کے سپرد کر دیگا اور کہے گا کہ حضرت! اب آپ ہی امیر ہیں اور آپ ہی امام ہیں۔ پھر مسیح علیہ السلام دجال کے تعاقب میں نکلیں گے۔ دجال آپکو دیکھ کر پگھل جائیگا، گھبرا جائیگا مگر آپ اس کو جا پکڑیں گے۔ آپکے ہاتھ میں نیزہ ہوگا جو آپ دجال کے سینے میں پوست کر دیں گے۔ مسلم اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ مسیح علیہ السلام دجال کو لُد کے مقام پر جا پکڑیں گے۔ یہ جگہ تل ابیب سے چھتیس میل کے فاصلہ پر ہے اور آجکل یہاں پر ہوائی اڈہ ہے اس کو لُڈا کہتے ہیں۔ بہرحال جب مسیح علیہ السلام دجال کے سینے میں نیزہ ماریں گے تو وہ ہلاک ہو جائیگا اور اس کے ساتھی بھاگ جائیں گے مگر ان کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ اگر دجال کا کوئی ساتھی کسی درخت یا پتھر کی اوٹ میں چھپنے کی کوشش کریگا تو وہ درخت یا پتھر بول کر کہے گا کہ اے مردِ مومن! یہ کافر یہاں چھپا بیٹھا ہے چنانچہ تمام کافر خصوصاً یہودی تباہ و برباد ہو جائیں گے عیسٰی علیہ السلام اس وقت اسلام کے سوا کوئی دوسری چیز قبول نہیں کریں گے۔ اس وقت جزیہ بھی نہیں لیا جائیگا بس ایک ہی اعلان ہوگا کہ اسلام قبول کرو یا پھر ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

مسلم اور ترمذی شریف میں حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ کی روایت موجود ہے جس میں دجال کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں وہاں پر دجال کے خروج اور اس کے مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں قتل یاجوج ماجوج کے خروج اور دنیا میں فتنہ و فساد کے حالات اور دیگر جنگوں اور غیر معمولی واقعات کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ حضرت عثمان ابن ابی العاصؓ کی اس روایت میں جسے امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔ دجال کے مارے جانے اور مسلمانوں کی پریشانی اور تین شہروں کا حال ذکر کیا گیا ہے۔

ہر ماہ تین روزے مستحب ہیں

اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِی الْعَاصِ الثَّقَفِیَّ دَعَا لَہٗ بِلَبَنٍ لِیَسْقِیَہٗ قَالَ مُطَرِّفٌ اِنِّی صَائِمٌ فَقَالَ عُثْمَانُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الصِّیَامُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

ایک مجلس میں حضرت عثمان بن ابی العاص اور کچھ دوسرے لوگ بیٹھے تھے حضرت عثمانؓ نے دودھ طلب کیا تاکہ ایک دوسرے بزرگ حضرت مطرف کو پیش کر سکیں جب دودھ مطرف کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں تو روزے سے ہوں۔ اسی مناسبت سے حضرت عثمانؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث سنائی کہ روزے دوزخ کی آگ کے سامنے بطور ڈھال ہیں جیساکہ تم میں سے کوئی شخص ڈھال کے ذریعے دشمن سے اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ پھر انہوں نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث بھی سنائی۔ صِیَامٌ حَسَنٌ ثَلَاثَۃُ اَیَّامٍ مِّنَ الشَّھْرِ ہر ماہ تین روزے رکھنا بہت اچھا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر اچھے کام کا اجر دس گناہ عطا کرتا ہے اور تین روزے رکھنے کا مطلب ہر ماہ تیس روزے یعنی پورے ماہ کے روزے رکھنے کے برابر ہے۔

رات کے پچھلے حصے میں عالم بالا کی آوازیں

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُنَادِیْ کُلَّ لَیْلَۃٍ سَاعَۃٌ فِیْھَا مُنَادٍ ھَلْ مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ ھَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِیَہٗ ھَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر رات ایک ایسی گھڑی آتی ہے جس میں پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کیا کوئی ہے دعا کرنے والا کہ میں اسکی دعا کو قبول کروں ؟ کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اُس کو عطا کردوں ؟ اور کیا ہے کوئی غلطیوں کی بخشش چاہنے والا کہ میں اسکی غلطیوں کو معاف کردوں ؟ مسلم اور ترمذی شریف کی روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ یہ آوازیں مسلسل آتی رہتی ہیں حَتّٰی یَنْفَجِرَ الْفَجْرُ۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے جس کے بعد یہ آوازیں بند ہو جاتی ہیں مطلب یہ ہے کہ عالم بالا سے یہ آوازیں ہر رات کے پچھلے حصے میں مسلسل آتی رہتی ہیں خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے دامنوں کو اللہ کی بخشش اور رحمت سے معمور کر لیتے ہیں۔

نفس کے شر سے پناہ طلبی

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ وَاِمْرَاَۃٍ مِّنْ قَیْسٍ اَنَّھُمَا سَمِعَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَحَدُھُمَا سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ خَطَاءِیْ وَعَمَدِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَھْدِیْکَ لِاَرْشَدِ اَمْرِیْ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

حضرت عثمان بن ابی العاص رضؓ اور قبیلہ قیس کی ایک خاتون دونوں بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ دعا سنی۔ اے اللہ! میری خطاؤں کو معاف کر دے جو خطاء سے ہوئیں یا عمداً سرزد ہوئیں۔ اے اللہ! میں تجھ سے اپنے معاملے کی بہتری کی ہدایت طلب کرتا ہوں اور تیری ذات کے ساتھ اپنے نفس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ شیطان کی طرح انسان کا نفس بھی اسے شر میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ ۔ (یوسف - ۵۳) بیشک انسان کا نفس ہمیشہ برائی کی تلقین کرتا ہے ہاں جس پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جائے وہ نفس امارہ کی حد سے نکل کر نفس لوامہ یا نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور انسان کو سکون حاصل ہو جاتا ہے لہذا نفس کے شر سے بھی پناہ مانگی گئی ہے۔

سیہہ جانور کی حرمت

عَنْ عِیْسَیٰ بْنِ نُمَیْلَةَ الْفَزَارِیِّ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عُمَرَ فَسُئِلَ عَنْ اَكْلِ الْقُنْفُذِ فَتَلَا هٰذِهِ الْاٰیَةَ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا اِلٰی اٰخِرِ الْاٰیَةِ فَقَالَ شَیْخٌ عِنْدَهٗ سَمِعْتُ اَبَا هُرَیْرَةَ یَقُوْلُ ذُكِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خَبِیْثٌ مِّنَ الْخَبَآئِثِ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۳۸۱)

عیسٰی ابن نمیلہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاس موجود تھا جبکہ ان سے سیہہ کے کھانے کے متعلق دریافت کیا گیا۔ یہ لومڑی اور بلی سے بھی چھوٹا جانور ہے جس کے جسم پر بیشمار کانٹے ہوتے ہیں جب اسے کسی خطرہ کے پیش نظر اپنا دفاع کرنا ہوتا ہے تو اپنے کانٹے پھیلا دیتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے اسکی حلت و حرمت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے سورۃ الانعام کی یہ آیت پڑھی قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗ...... الخ جس کا مطلب یہ ہے کہ میں تو اسکو وحی کے ذریعے حرام کردہ چیزوں میں سے نہیں پاتا۔ اللہ نے تو ان چار چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ یعنی مردار، دم مسفوح، خنزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ انکا مطلب یہ تھا کہ یہ جانور (سیہہ) ان چار محرمات میں تو نہیں آتا۔ لہٰذا مباح ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اس مجلس میں ایک اور بزرگ بیٹھے تھے وہ کہنے لگے کہ میں نے حضرت ابوہریرۃؓ سے یہ بات سن رکھی ہے کہ اس جانور کا ذکر حضور علیہ السلام کے پاس کیا گیا تو آپ نے فرمایا خَبِیْثٌ مِّنَ الْخَبَآئِثِ کہ یہ تو خبیث چیزوں میں سے ایک خبیث چیز ہے اور اللہ کا فرمان یہ ہے کہ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ یعنی اللہ کا امی نبی علیہ السلام ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال قرار

دیتا ہے اور ناپاک (خبیث) چیزوں کو حرام قرار دیتا ہے۔ لہذا جس چیز میں خباثت پائی جائیگی وہ حلال نہیں ہوگی، چونکہ نبی علیہ السلام نے سیہہ کو خبیث کہا ہے، اس لیے یہ حلال نہیں ہو سکتی

بعض چیزیں جسمانی طور پر تو مضر نظر نہیں آتیں مگر انکے اثرات روحانی طور پر برے ہوتے ہیں کتا، بلی، خنزیر خباثت میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔ اسی طرح لومڑی، گیدڑ، ریچھ، چیتا وغیرہ بھی حرام ہیں حشرات الارض میں سے سانپ، بچھو، چھپکلی اور سیہہ میں خباثت پائی جاتی ہے لہذا ان کا کھانا حلال نہیں اگرچہ انکا گوشت بظاہر اچھا ہو۔ درندوں کا گوشت کھانے سے انسانی مزاج میں سنگدلی پیدا ہوتی ہے اور وہ درندوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے لگتا ہے لہذا اللہ نے انکو حرام قرار دیا ہے اسکے برخلاف بہیمۃ الانعام کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے کہ ان میں جسمانی اور روحانی طور پر کوئی خرابی نہیں بلکہ یہ انسانی مزاج کے قریب تر ہیں۔ انکا گوشت کھانے کی اجازت ہے ان میں اونٹ، بھیڑ بکری اور گائے بھینس وغیرہ شامل ہیں۔

بہرحال اس مجلس میں موجود بزرگ شخصیت نے حضرت ابوہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث پیش کی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے قبول کیا اور کہنے لگے اِنْ کَانَ قَالَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ کَمَا قَالَہٗ۔ اگر یہ بات حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہے کہ سیہہ میں خباثت پائی جاتی ہے تو وہ برحق ہے۔ مجھے صحیح علم نہیں تھا۔ آپ کی سنی ہوئی بات ہی صحیح ہے۔

دورانِ جہاد قطعِ ید کی ممانعت

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ أَنَّهُ قَالَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِرُودِسَ حِيْنَ جَلَدَ الرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ سَرَقَا غَنَائِمَ النَّاسِ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي مِنْ قَطْعِهِمَا إِلَّا أَنَّ بُسْرَ بْنَ أَرْطَاةَ وَجَدَ رَجُلًا سَرَقَ فِي الْغَزْوِ يُقَالُ لَهُ مَصْدَرٌ فَجَلَدَهُ وَلَمْ يَقْطَعْ يَدَهُ وَ قَالَ نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَطْعِ فِي الْغَزْوِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۱)

حضرت بُسر ابن ارطاةؓ صحابی رسول کا تعلق قریش خاندان سے ہے اسماء الرجال والے لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے وقت حضرت بُسر چھوٹی عمر کے تھے۔ بہر حال یہ روایت انہی سے ہے۔

جنادہ ابن ابی امیہ رومیوں کے علاقہ کے قریب رودس کے مقام پر رہتے تھے، وہ بیان کرتے ہیں کہ دو آدمیوں نے ایک جہاد کے موقع پر مالِ غنیمت میں سے چوری کی۔ ان کو سزا کے طور پر کوڑے لگائے گئے مگر ان کے ہاتھ نہیں کاٹے گئے۔ حضرت بُسر ابن ارطاةؓ کہنے لگے کہ میں نے انکے ہاتھ اس لیے نہیں کاٹے کہ حضور علیہ الصلوٰة والسلام نے ہمیں جہاد کے دوران کسی کا ہاتھ کاٹنے سے منع فرما دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مالِ غنیمت میں سے کوئی چیز چوری کر لیتا ہے تو اس مال میں بطور مجاہد اس کا اپنا حصہ بھی ہے اور اپنے حصے کے مال میں سے چوری کرنے سے قطعِ ید نہیں آتا یہ بالکل اسی طرح ہے کہ کسی کاروبار میں دو شراکت دار ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک حصہ دار مشترکہ مال میں سے چوری کرتا ہے تو اس پر چوری کا

اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ مالِ مسروقہ میں اسکا اپنا حصہ بھی ہوتا ہے چوری کی حد (قطع ید) اس وقت صادق آتی ہے جب کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کا محفوظ مال چوری کرلے وہ مال نصاب کی حد تک بھی پہنچتا ہو۔ پھر اگر چوری ثابت ہوجائے یعنی چور خود اقرار کرے یا گواہوں کے ذریعے ثابت ہوجائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا۔

ایک کمال درجے کی دعا

عَنْ بُسْرِ بْنِ اَرْطَاۃَ الْقُرَشِیِّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْعُوْ اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۱)

حضرت بُسر ابن ارطاةؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ دعا سنی ہے اَللّٰھُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا وَ اَجِرْنَا مِنْ خِزْیِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ۔ اے اللہ! ہمارے تمام امور میں ہمارا انجام اچھا بنا۔ ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ یہ کمال درجے کی دعا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ اس کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دوسرے لوگ بھی یہ دعا سیکھیں اور مانگا کریں۔

خروج دجال کا فتنہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيْهِ وَ رَفَّعَ حَتّٰى ظَنَنَّاهُ فِيْ طَائِفَةِ النَّخْلِ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۱، ۱۸۲)

یہ روایت حضرت نواس بن سمعان کلابی انصاریؓ سے ہے جن کا تعلق قبیلہ بنو کلاب سے تھا۔ ان کا شمار انصار مدینہ میں سے ہوتا ہے اس حدیث میں حضور علیہ السلام کے دجال کے ظہور کے متعلق ارشادات تفصیل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں۔ مسند احمد کے علاوہ یہ مشہور حدیث ترمذی، ابن ماجہ، مسلم اور دیگر کتابوں میں بھی موجود ہے۔ حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ دمشق میں آباد ہو گئے تھے اور امیر معاویہؓ کے دور میں وہیں وفات پائی

حضرت نواسؓ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ صبح کے وقت حضور علیہ السلام نے ہمارے سامنے دجال کا ذکر کیا جس سے ہمارے دلوں میں سخت خطرہ پیدا ہو گیا اور ہم محسوس کرنے لگے کہ دجال یہیں کہیں کھجوروں کے درختوں کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ پھر جب ہم پچھلے پہر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہمارے چہروں پر افسردگی چھائی ہوئی تھی اور ہم بڑے فکر مند نظر آ رہے تھے۔ نبی علیہ السلام نے ہم سے پوچھا کہ تمہاری افسردگی کی کیا وجہ ہے تو ہم نے عرض کیا حضور! آپ نے دجال کا ذکر فرمایا تھا آپ نے اسکے متعلق تمام اونچ نیچ سے آگاہ فرما دیا تھا۔ محدثین کرام فَخَفَّضَ فِيْهِ وَ رَفَّعَ کا یہ معنی بھی کرتے ہیں کہ آپ نے دجال کی حقارت کا ذکر کر دیا تھا حقیقت میں وہ بڑا خبیث اور حقیر آدمی ہو گا۔ تاہم اس کا فتنہ بہت بڑا ہو گا کہ پیدائش آدم سے لے کر صور اسرافیل تک اتنا بڑا فتنہ کبھی پیدا نہیں ہو گا۔

حضور علیہ السلام نے ہماری اس تشویشناک حالت کو دیکھ کر فرمایا غَیْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُ مِنِّی عَلَیْکُمْ۔ مجھے تمہارے متعلق دجال سے اتنا خطرہ نہیں ہے جتنا دوسری چیزوں کا ہے پھر فرمایا کہ اگر میری موجودگی میں دجال ظاہر ہوگیا، تو اس کا مقابلہ میں کرونگا تمہیں اسکا مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور اگر دجال اس وقت ظاہر ہوا جب میں تمہارے درمیان موجود نہ ہوا تو پھر ہر آدمی اس کا مقابلہ کرے اور ہر آدمی اسکو جواب دے۔ میری جانب سے اللہ تعالیٰ ہر مومن کے لیے کفایت کرنے والا ہوگا اور اس کے بچاؤ کا سامان پیدا کریگا آپ نے یہ بھی فرمایا سن لو! اِنَّہٗ شَابٌّ دجال بھرپور جوانی والا نوجوان آدمی ہوگا اسکے بال گھنگریالے اور آنکھ پھٹی ہوئی ہوگی گویا اس کی دائیں آنکھ معیوب ہوگی جیساکہ انگور کا پھٹا ہوا دانہ ہوتا ہے۔ اسکی بائیں آنکھ میں بھی عیب ہوگا مگر دائیں آنکھ سے کم۔ وہ شام اور عراق کے درمیان ایک راستے پر خروج کریگا اور پھر دائیں بائیں فساد مچائے گا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا۔ یٰعِبَادَ اللّٰہِ اثْبُتُوْا اللہ کے بندو! اس پُرفتن دور میں ایمان پر ثابت قدم رہنا۔

صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا حضور! مَا لُبْثُہٗ فِی الْاَرْضِ دجال اس زمین پر کتنی مدت ٹھہریگا فرمایا اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا۔ چالیس دن تک۔ پھر فرمایا ان چالیس دنوں کو اپنے چوبیس گھنٹے کے دن کے مطابق شمار نہ کرنا بلکہ اس کا ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ البتہ باقی ایام دنوں کی طوالت کے برابر ہوں گے کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ جب ایک دن سال بھر کی طوالت کا ہوگا تو کیا اس دن ہمارے لیے صرف ایک شب و روز کی نمازیں کفایت کر جائیں گی؟ فرمایا اس دن میں صرف پانچ نمازیں کافی نہیں ہونگی بلکہ تم کو حساب لگا کر سال بھر کی نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ حدیث کے ذخیرہ میں صرف یہی ایک حدیث ہے جس سے دنیا کے ان خطوں کے رہنے والوں کی نمازوں کا مسئلہ حل ہوتا ہے جہاں کے دن رات معمول سے زیادہ لمبے ہوتے ہیں۔ قطب شمالی اور قطب جنوبی میں کم و بیش چھ ماہ کی رات اور چھ ماہ کا دن ہوتا ہے بعض خطوں میں شب و روز دو دو یا تین تین ماہ کی طوالت کے

ہوتے ہیں تو ان خطوں میں ہر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کے حساب سے ساری نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ وقت تو محض ایک سبب ہے اور نماز حقیقت میں ایک تعظیم ہے جو بندہ خدا تعالےٰ کے سامنے کرتا ہے لہٰذا نمازوں میں کمی نہیں آئے گی۔ شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے اپنے رسالہ میں اس مسئلہ کی اسی طرح وضاحت کی ہے۔ اب لوگ چاند پر پہنچ گئے ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کے دن رات تو اس زمین کے شب و روز سے مختلف ہیں۔ لہٰذا اگر وہاں بھی کوئی لمبے عرصے تک قیام کرتا ہے تو اسے متمدن دنیا کے حساب سے ہر چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔ اسی نماز کے ذریعے انسان کو شائستگی حاصل ہوتی ہے اور جب تک انسان کی مادی حیات موجود ہے یہ کسی وقت بھی معاف نہیں ہوتیں لہٰذا انکو ہمیشہ بروقت ادا کرتے رہنا چاہیئے۔

صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول! فَمَا اِسْرَاعُهٗ فِی الْاَرْضِ دجال کتنی تیزی کے ساتھ زمین میں چلے گا؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ اس تیزی سے زمین میں گھوم جائیگا جس طرح ہوا بادل کو تیزی کے ساتھ چلاتی ہے۔ دجال کسی قبیلے کے پاس سے گزر یگا قبیلہ کے لوگوں کو بلائے گا وہ اسکی بات کو مانیں گے پھر وہ بادل کو حکم دیگا تو وہ برسے گا اور زمین کو حکم دیگا تو وہ اپنی پیداوار نکال دے گی جب لوگوں کے چرنے والے جانور پچھلے پہر واپس پلٹیں گے تو وہ خوب موٹے تازے ہوں گے اور انکے تھن دودھ سے لبریز ہونگے۔

پھر دجال ایک دوسرے قبیلے کے پاس سے گزریگا انکو بلائے گا اور کہے گا کہ مجھے تسلیم کرلو اور ان سے اپنی الوہیت کا اقرار کرانا چاہے گا تو وہ لوگ انکار کر دیں گے اسکے بعد اس قبیلے کے سارے اموال دجال کے پیچھے لگ جائیں گے اور قبیلے والے اپنے اموال سے محروم ہو جائیں گے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر دجال ویران زمین کے پاس سے گزریگا اور اسکو حکم دیگا کہ وہ اپنے تمام خزانے باہر نکال دے۔ بتعمیلِ حکم میں تمام خزانے باہر آجائیں گے اور دجال کے پیچھے اس طرح چل دیں گے۔ جس طرح شہد کی مکھیاں اپنی سردار مکھی کے پیچھے چل پڑتی ہیں پھر دجال ایک شخص کو قتل کرنے کا حکم دیگا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ وہ خود تلوار مار کر اسکے دو ٹکڑے کر دیگا پھر وہ اس شخص کو بلائیگا تو وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہو گا اور اس کا چہرہ چمک رہا ہو گا۔

دوسری روایت میں مزید تفصیل بھی ہے کہ جب دجال اس آدمی کو پہلی دفعہ قتل کردیگا تو اس سے اپنی الوہیت منوانا چاہے گا مگر وہ شخص کہے گا کہ تو تو دجال ہے تو کیسے الہ ہو سکتا ہے؟ اس پر دجال اسکو مار کر دو ٹکڑے کر دیگا۔ اسکو پھر زندہ کریگا اور جب وہ اٹھے گا تو اس کا چہرہ چمک رہا ہوگا پھر دجال اس شخص کو کہے گا کہ اب میری الوہیت کا اقرار کر لو مگر وہ کہے گا کہ اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم وہی دجال ہو جس کی خبر حضور علیہ السلام نے امت کو دے دی تھی۔ پھر دجال اسکو دوبارہ قتل کرنا چاہے گا مگر ایسا نہیں کر سکے گا کیونکہ اسکے آلات جواب دے جائیں گے پھر وہ اس شخص کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیگا جو کہ حقیقت میں جنت ہوگا حضور علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں فرمایا أَعْظَمُ شَهَادَةً عِنْدَ اللّٰهِ یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑی گواہی دینے والا ہوگا۔

اسی دوران میں مسیح علیہ السلام دمشق کی مشرقی جانب مسجد اقصیٰ کے مینارہ پر اتریں گے انہوں نے گیرو رنگ کی دو چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی اور فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے مینارہ تک آئیں گے پھر آگے سیڑھی کے ذریعے اتر کر مسجد میں آجائیں گے۔ ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔ ایسا محسوس ہوگا کہ تازہ تازہ غسل کر کے آرہے ہیں۔ پھر وہ دجال کا تعاقب کریں گے اور اسے اسرائیل کے موجودہ دارالحکومت تل ابیب سے چھتیس میل دور لُدّ (المعروف لڈا) کے مقام سے جا پکڑیں گے اور اسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام سے فرمائیگا کہ اے عیسیٰ! اب میں ایسے بندوں کو نکالنے والا ہوں جن کا مقابلہ سارے انسان بھی مل کر کرنے سے عاجز ہوں گے۔ پھر حکم ہوگا فَحَرِّزْ عِبَادِي إِلَى الطُّوْرِ میرے کچھ مخلص بندوں کو لیکر کوہ طور کی طرف چلے جاؤ۔ مسیح علیہ السلام مخلص بندوں کے ساتھ طور پر چلے جائیں گے اور وہاں پر دعا کریں گے اور پھر یاجوج ماجوج نکل آئیں گے۔ قرآن میں موجود ہے۔ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ۔ وہ ہر ٹیلے سے اتر کر چلے آئیں گے اور تمام زمین کو پُر کر دیں گے یاجوج ماجوج ہر جگہ جائیں گے۔ فساد مچائیں گے اور ہر چیز کو درہم برہم کر دیں گے۔ جو آدمی انکا مقابلہ کرنے کی کوشش کریگا اس کو مار ڈالیں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج

پر طاعون کی طرح کی کوئی وبا مسلط کریں گے، انکی گردنوں میں پھوڑا نکلے گا اور وہ سارے کے سارے یکدم ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ ساری زمین ان کی لاشوں سے بدبو دار ہو جائے گی۔ عیسیٰ علیہ السلام پھر اللہ تعالےٰ کے سامنے دعا کریں گے تو اللہ تعالےٰ خاص قسم کے پرندے بھیجے گا جو انکی لاشوں کو اٹھا اٹھا کر لے جائیں گے اور مشرق کی جانب پست مقام میں لیجا کر پھینک دیں گے پھر اللہ تعالےٰ بارش برسائیگا جو چالیس دن تک مسلسل برستی رہے گی۔ یہ بڑی خوشگوار بارش ہوگی جو زمین کو بدبو سے پاک صاف کر دیگی اور زمین آئینے کی طرح شفاف ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالےٰ زمین کو حکم دیگا کہ اپنی برکات باہر نکال دے چنانچہ بڑے بڑے پھل پیدا ہونگے انار کا ایک دانہ اتنا بڑا ہوگا کہ اسکے نصف خول کا بہت بڑا خیمہ بن جائیگا جس کے نیچے بیسیوں آدمی ٹھہر سکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ سینکڑوں آدمیوں کے لیے کافی ہوگا۔ ایک گائے کا دودھ پورے قبیلے کے لیے اور ایک بکری کا دودھ پورے خاندان کی کفایت کریگا جیساکہ دوسری روایت میں آتا ہے اسکے بعد مسیح علیہ السلام وفات پا جائیں گے اور دفن ہو جائیں گے اسکے بعد کچھ عرصہ تک حالات درست رہیں گے مگر پھر تبدیل ہونا شروع ہو جائیں گے پھر اللہ تعالےٰ ایسی خوشگوار ہوا بھیجے گا جو جس ایمان والے کی ناک تک پہنچے گی وہ دنیا سے ختم ہو جائے گا، بالکل اسی طرح جس طرح کلوروفارم سونگھنے سے آدمی بے خود ہو جاتا ہے اس طرح تمام ایماندار لوگ ختم ہو جائیں گے۔ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ قیامت اس وقت برپا ہوگی جب زمین پر اللہ اللہ کرنے والا کوئی نہیں رہیگا۔ یہ وقت آجائیگا، اہل ایمان ختم ہو جائیں گے اور جو باقی رہ جائیں گے وہ گدھوں کی طرح بے حیا ہوں گے۔ سب لوگ ایمان سے خالی رہ جائیں گے اور اللہ اللہ کرنے والا کوئی باقی نہیں رہیگا۔ اسکے بعد صور اسرافیل پھونکا جائیگا اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

———— * ————

انسانی دل دستِ قدرت میں ہے

یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْکِلَابِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ قَلْبٍ اِلَّا وَھُوَ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اِنْ شَآءَ اَنْ یُّقِیْمَہٗ اَقَامَہٗ وَاِنْ شَآءَ اَنْ یُّزِیْغَہٗ اَزَاغَہٗ وَکَانَ یَقُوْلُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰی دِیْنِکَ وَالْمِیْزَانُ بِیَدِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ یَخْفِضُہٗ وَیَرْفَعُہٗ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۲)

حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ ہر دل اللہ رب العالمین کی دو انگلیوں کے درمیان ہے وہ چاہے تو اس کو سیدھا کردے اور چاہے تو ٹیڑھا کردے۔

حدیث میں انگلیوں کا ذکر ہے جبکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی پنڈلی، ہاتھ اور عرش پر بیٹھنے کا ذکر ہے جن روایات اور آیات میں ان چیزوں کا ذکر ہے۔ وہ محدثین کے نزدیک متشابہات کہلاتی ہیں۔ ہم اللہ کے مذکورہ اعضاء کو انسانی اعضاء پر ہرگز قیاس نہیں کرسکتے کیونکہ خود اللہ کا قرآن میں ارشاد ہے۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ۔ اللہ تعالیٰ بے مثل ہے اسکی مثل کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا اگر ہم اللہ کے اعضاء کو اپنے اعضاء پر قیاس کریں گے تو کفر لازم آئیگا۔ چنانچہ ہمیں یہی ایمان رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی انگلیاں ہیں مگر ہماری طرح نہیں بلکہ جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ امام مالکؒ نے خدا تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کی تشریح بھی یہی کی ہے کہ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ ہم اسے اپنی طرح تخت، کرسی، چارپائی یا صوفے وغیرہ پر بیٹھا ہوا قیاس نہیں کرسکتے کیونکہ ہمارا جسم تو مادی ہے ہم دائیں بائیں آگے، پیچھے، اوپر نیچے

جہت رکھتے ہیں مگر اللہ تعالٰے مادیت اور جہت سے پاک ہے وہ زبان اور مکان سے بھی پاک ہے لہٰذا ہم اسے اپنی ہیئت پر قیاس نہیں کر سکتے اس قسم کی باتوں کو کریدنا بھی گمراہی کا سبب بن سکتا ہے لہٰذا ان پر ایمان لانا ہی ضروری ہے کیفیت ہمیں معلوم نہیں شاہ عبدالقادر دہلوی مجازی معنیٰ سے اس طرح بات سمجھاتے ہیں کہ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ اللہ تعالٰے کے دونوں ہاتھ بایں معنیٰ کھلے ہیں کہ اسکا ایک ہاتھ قہر کا ہے اور دوسرا ہاتھ مہر کا ہے۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کی انگلیوں کی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ اس کی انگلیاں ہیں جو قدرت اور طاقت کی مظہر ہیں۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان کا دل اللہ تعالٰے کے دستِ قدرت کی انگلیوں کے درمیان ہے چاہے تو اسکو سیدھا کر دے اور چاہے تو اسکو ٹیڑھا کر دے تاہم قرآن میں اللہ کا فرمان بھی موجود ہے کہ وہ ٹیڑھا اسی دل کو کرتا ہے جو ٹیڑھا ہونے کے لائق ہوتا ہے لیکن انسان اتنا با اختیار بھی نہیں ہے کہ وہ سمجھنے لگے کہ میں ہر کام اپنی مرضی سے کر سکتا ہوں بات یہی سمجھائی جا رہی ہے کہ انسان کا اختیار فی الجملہ ہے۔ اسکو تمام چیزوں میں اختیار حاصل نہیں ہے یہاں تک کہ اس کا قلب بھی پوری طرح اسکے قبضہ میں نہیں ہے خدا چاہے تو اسکے دل کو ٹیڑھا کر دے۔ جیسے سورۃ الصف میں ارشاد ہے فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ جب بنی اسرائیل خود ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالٰے نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا کیونکہ انکے خیالات عزائم اور ارادے ہی ٹیڑھے ہو گئے تھے۔ غرضیکہ انسان کا دل مشیتِ الٰہی کے تابع ہے اس لیے اس حدیث میں یہ دعا بھی سکھلائی گئی ہے۔ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قُلُوْبَنَا عَلٰى دِيْنِكَ۔ اے دلوں کو پلٹنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کا بھی یہی مطلب ہے کہ جب تک خدا تعالٰے کی توفیق شامل حال نہ ہو انسان کچھ استطاعت نہیں رکھتا اسی لیے حضور نے اس کلمہ کو عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بتلایا ہے۔

پھر فرمایا میزان بھی خدائے رحمان کے ہاتھ میں ہے چاہے تو اس کو پست کر دے اور چاہے تو بلند کر دے۔ مطلب یہ کہ حالات کا تغیر و تبدل اللہ تعالٰے ہی کے ہاتھ میں ہے

وہ چاہے تو پلٹ دے اور چاہے تو ویسے ہی رکھے۔ اس کو میزان کہا گیا ہے میزان کا کبھی ایک پلڑا اوپر ہوتا ہے اور کبھی دوسرا۔ اسی طرح اللہ تعالٰے انسان کے حالات کو کبھی پست کر دیتا ہے اور کبھی بلند کر دیتا ہے۔ کبھی انسان پر آسودگی پھیلا دیتا ہے اور کبھی اسے پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے یہ سب کچھ اسکے دستِ قدرت میں ہے۔

---
*

نیکی اور بدی کیا ہے

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْكِلَابِيِّ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَطَّلِعَ النَّاسُ عَلَيْهِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۲)

حضرت نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نیکی اور بدی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ۔ نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے جس شخص کا اخلاق اچھا ہے۔ اس میں نیکی پائی جاتی ہے نیز فرمایا کہ گناہ یا برائی وہ چیز ہے جو تیرے دل میں کھٹکتی ہے اور تم نہیں چاہتے کہ یہ لوگوں پر ظاہر ہو کہ اسکے اظہار سے معاشرے میں بدنامی ہونے کا خطرہ ہے۔ اگر کسی کام کے متعلق تمہاری یہ کیفیت ہو تو سمجھ لو کہ یہ بدی یا گناہ کا کام ہے حضور علیہ السلام نے بر اور اثم کی یہ تفصیل بیان فرمادی۔

اسلام کے سیدھے راستے کی مثال

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ الْاَنْصَارِیِّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا صِرَاطًا مُسْتَقِیْمًا وَ عَلٰی جَنْبَتَیِ الصِّرَاطِ سُوْرَانِ فِیْھِمَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَۃٌ وَ عَلَی الْاَبْوَابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاۃٌ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳)

حضرت نواس بن سمعان انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اسلام کے سیدھے راستے کی ایک مثال بیان کی ہے وہ ایک راستہ ہے جس کے دونوں پہلوؤں پر دیواریں ہیں اور ان دیواروں میں جگہ جگہ کھلے ہوئے دروازے ہیں۔ ان دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں اس دروازے میں سے ایک شخص پکار کر کہتا ہے اے لوگو! اُدْخُلُوا الصِّرَاطَ جَمِیْعًا وَلَا تَتَفَرَّجُوْا۔ اس راستے پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے، اور دائیں بائیں کھلے ہوئے دروازوں کی طرف رخ کرتا ہے جن کے اوپر پردے لٹک رہے ہیں تو اوپر سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے۔ وَیْحَكَ لَا تَفْتَحْہُ۔ تجھ پر افسوس ہے اس دروازے کو نہ کھولنا بلکہ سیدھے چلے جاؤ اگر اس دروازے کو کھولو گے تو ہمیشہ کے لیے غلط راستے پر چلے جاؤ گے۔

پھر حضور علیہ السلام نے اس مثال کی وضاحت فرمائی کہ یہاں جس راستے کی نشاندہی کی گئی ہے وہ اسلام کا سیدھا راستہ ہے۔ خود قرآن میں موجود ہے ھٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔ (الحجر - ۴۱) میری طرف آنے والا سیدھا راستہ ہے جو اس پر چلے گا وہ مجھ تک پہنچ جائے گا اور اس راستہ کے دائیں بائیں جو دیواریں ہیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں اور جو ان حدوں کو توڑے گا وہ جہنم میں جائیگا لہٰذا ان حدود کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ ان دیواروں میں جو کھلے دروازے ہیں وہ اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔ اللہ نے بہت

سی چیزوں کو حلال اور بہت سی چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے تو یہ دروازے اور پردے گویا محارم الٰہی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اس راستے پر چلنے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے جو اس کو سیدھے چلے جانے کی تلقین کرتا ہے وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔ یہی قرآن آدمی کو سیدھے راستے کی راہنمائی کرتا ہے فرمایا جب کوئی آدمی دائیں بائیں موجود پردے کو اٹھا کر دروازے میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے تو اوپر سے آواز آتی ہے کہ اس دروازے کو مت کھولنا بلکہ سیدھے چلے جاؤ، فرمایا یہ آواز دینے والا واعظ اللہ فی قلب کل مسلم ہر مومن کے دل میں موجود اللہ کی طرف سے ایک واعظ یعنی نصیحت کرنے والا ہوتا ہے جس کو ہم اپنے محاورہ میں ضمیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہر انسان کا ضمیر اسکو غلط راستے پر جانے سے روکتا ہے۔ ابتدا میں جب کوئی آدمی برائی کی طرف مائل ہوتا ہے تو اسکا ضمیر زندہ ہوتا ہے جو اسکو اس طرف جانے سے روکتا ہے پھر جب آدمی اس برائی کا بار بار ارتکاب کرتا ہے تو اسکا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے اور وہ گمراہی کی پگڈنڈیوں پر چل نکلتا ہے جہاں سے اسکا پلٹ کر صراطِ مستقیم کی طرف آنا بہت مشکل ہوتا ہے بار بار برائی کے ارتکاب سے آدمی کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ نہ نیکی کو نیکی سمجھتا ہے اور نہ برائی کو برائی سمجھتا ہے اس کے برخلاف جو آدمی ضمیر کی آواز پر چلتا ہے اس کا دل بالکل روشن اور سفید ہوتا ہے اور پھر اسکو کوئی چیز گمراہ نہیں کر سکتی۔

سب سے بڑی خیانت

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ مُصَدِّقٌ وَ اَنْتَ بِہٖ کَاذِبٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۳)

حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت بڑی خیانت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی سے بات کرو۔ وہ تم کو سچا سمجھ رہا ہو اور تم جھوٹ بول رہے ہو۔ مشورہ کے متعلق بھی حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ جس شخص سے مشورہ طلب کیا جائے اسکو امین سمجھ کر اس پر اعتماد کیا جاتا ہے لہٰذا کسی ایسے شخص کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مشورہ طلب کرنے والے کو غلط مشورہ دے، بلکہ اسے چاہیئے کہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے صحیح صحیح مشورہ دے جس طرح غلط مشورہ دینا خیانت کے زمرہ میں آتا ہے اسی طرح یہ بھی بہت بڑی خیانت ہے کہ تمہارا بھائی تو تمہیں سچا سمجھ کر تم پر اعتماد کر رہا ہے مگر تم حقیقت میں جھوٹ بول رہے ہو۔

سورۃ البقرہ اور آلِ عمران کی فضیلت

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَهْلِهِ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدُمُهُمْ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَ آلُ عِمْرَانَ وَ ضَرَبَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَمْثَالٍ مَا نَسِيتُهُنَّ بَعْدُ...... الحدیث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۳)

حضرت نواس بن سمعان کلابیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے خود یہ بات سنی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت والے دن قرآن اور اہلِ قرآن کو لایا جائیگا فرمایا اہلِ قرآن سے وہ لوگ مراد ہیں جو قرآن پر یقین رکھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے۔

اہلِ قرآن سے موجودہ زمانے کے نام نہاد چکڑالوی اور پرویزی وغیرہ مراد نہیں ہیں جو نہ قرآن پر یقین رکھتے ہیں اور نہ اس پر عمل کرتے ہیں یہ تو پانچ نمازوں کے ہی قائل نہیں ہے کوئی چار نمازوں کا قائل ہے، کوئی تین کا اور کوئی صرف ایک نماز کا۔ یہ لوگ فرائض قطعیہ کے منکرین ہیں اور حدیث کو بھی تسلیم نہیں کرتے یہ نام نہاد اہلِ قرآن بالکل اہلِ کتاب، اہلِ تورات اور اہلِ انجیل کی طرح ہیں جو اپنی نسبت تو ان آسمانی کتابوں کی طرف کرتے ہیں مگر وہ خود ان کے محرف ہیں۔ اللہ نے قرآن میں فرمایا یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ۔ (النساء - ۴۶) انہوں نے اللہ کی کتاب میں ردو بدل کر دیا اور توحید کی بجائے اس میں کفر و شرک کی باتیں داخل کر دیں۔

غرضیکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت والے دن قرآن اور ان اہل قرآن کو لایا جائیگا جو اس قرآن کو سچے دل سے تسلیم کر کے اس پر عمل کرتے رہے اور قرآن کو لائے جانے کی صورت یہ ہوگی کہ آگے آگے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آلِ عمران ہونگی جو کہ اس کی سب سے لمبی سورتیں ہیں حضورؐ

کا یہ بھی فرمان ہے کہ ان روشن سورتوں کو پڑھا کرو کہ ان میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مضامین موجود ہیں۔ یہ سورتیں اعتقادات، عبادات، اعمال، معاشرت، جہاد، اثبات توحید، رد شرک جیسے ٹھوس مضامین پر مشتمل ہیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس گھر میں سورۃ البقرہ پڑھی جاتی ہے وہاں شیطان کا اثر نہیں ہوتا۔ نیز ساحر لوگ اس سورۃ کا رد نہیں کر سکتے۔ تمام آیات قرآنی کی سردار اور صاحب فضیلت آیت آیت الکرسی بھی اسی سورۃ میں ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان دو سورتوں کی مثال بیان فرمائی ہے جو مجھے اچھی طرح یاد ہے آپ نے فرمایا کَاَنَّهُمَا غَمَامَانِ اَوْ ظُلَّتَانِ اَوْ سَوْدَاوَانِ یہ دو سورتیں قرآن پاک کے آگے آگے اس طرح لائی جائیں گی گویا کہ وہ دو بادل یا دو سائبان ہیں یا پرندوں کے دو جھنڈ ہیں ان کے درمیان بڑی روشنی ہوگی جیسے چراغ جل رہے ہوں یا جیسے سائبان کے اندر بہت سے بلب روشن ہوں آپ نے یہ بھی فرمایا یُحَاجَّانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا یہ دو سورتیں اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے اللہ کے ہاں جھگڑا کریں گی اور اگر ان پر گرفت ہوگی تو ان کی رہائی کے لیے سفارش کریں گی۔ یہ صحیح روایت ہے جس کو امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ نے بھی نقل کیا ہے۔

★

گھوڑے کے بالوں کو اکھاڑنے کی ممانعت

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدِ السُّلَمِيِّ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَتْفِ اَذْنَابِ الْخَيْلِ وَاَعْرَافِهَا وَنَوَاصِيْهَا وَقَالَ اَمَّا اَذْنَابُهَا مَذَابُّهَا وَاَعْرَافُهَا اَدْفَاءُهَا وَنَوَاصِيْهَا مَعْقُوْدٌ بِهَا الْخَيْرُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عتبہ بن عبدؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ گھوڑے کی دُم کے بال اکھاڑے جائیں یا گردن کے بال نوچے جائیں یا پیشانی کے بال کاٹ دیئے جائیں۔ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ گھوڑے کی دم کے بال مکھی، مچھر وغیرہ سے دفاع کرنے کا کام دیتے ہیں۔ جب اسکے جسم کے کسی حصّہ پر مکھی وغیرہ بیٹھتی ہے تو یہ دم کے ذریعے اسے ہٹا دیتا ہے۔ نیز فرمایا گھوڑے کی گردن کے بال اسکے لیے گرمی کا سامان پیدا کرتے ہیں جس سے اس میں چستی اور چالاکی آتی ہے اور یہ اپنے مالک کی بہتر طور پر خدمت کر سکتا ہے اور جہاں تک پیشانی کے بالوں کا تعلق ہے تو اس میں اللہ نے قیامت تک کے لیے خیر و برکت باندھ رکھی ہے۔

گھوڑا بڑا پاکیزہ، مبارک اور خدمت گزار جانور ہے۔ اگرچہ موجودہ سائنسی دور میں گھوڑے کا نعم البدل ٹینک وغیرہ آگئے ہیں مگر اس کی ضرورت قیامت تک رہے گی اور یہ انسانوں کی خدمت کرتا رہیگا۔ پہلے زمانے میں گھوڑے نے جنگوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں سفر کے لیے گھوڑا سب سے بہتر سواری رہا ہے۔ یہ جانور اپنے مالک کا اس قدر وفادار ہے کہ اس کی خاطر اپنی جان پر کھیل جاتا ہے۔ آج بھی جہاں بکتر بند گاڑیاں اور ٹینک نہیں پہنچ سکتے وہاں سواری اور بار برداری کے لیے گھوڑے اور خچر ہی کام دیتے ہیں۔ گھوڑے کے بال اسکے لیے زینت کا سامان بھی ہیں۔ اگر بال کاٹ دیئے جائیں تو خوبصورتی

نائل ہو جاتی ہے جس طرح عورت کے سر کے بال اور مرد کے داڑھی کے بال اللہ نے بطور زینت پیدا کئے ہیں اس طرح گھوڑے کے بال اس کے لیے زینت کا ذریعہ بھی ہیں۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے ان کو اکھاڑنے سے منع فرما دیا ہے۔



نابالغ بچوں کی فوتیدگی والدین کیلئے ذریعہ بخشش

عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ عَبْدِنِ السُّلَمِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ یُتَوَفّٰی لَہٗ ثَلَاثَۃٌ مِنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا تَلَقَّوْہُ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃِ مِنْ اَیِّھَا شَآءَ دَخَلَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۳)

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں، لفظی معنی ہے جو گناہ کی عمر تک نہ پہنچے ہوں۔ تو فرمایا پھر اگر وہ مسلمان آدمی اس پر صبر کرے، جزع فزع اور بے قراری کا اظہار نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب حاصل کرنے کے لیے صبر کرے تو وہ آدمی جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازے پر بھی جائیگا، وہ بچے اس کا استقبال کریں گے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت میں موجود ہے کہ جس آدمی کے نابالغی کی حالت میں تین بچے فوت ہو جائیں تو اس کے حق میں بات ہو گی عرض کیا حضور! اگر کسی کے دو بچے نابالغی کی حالت میں فوت ہو جائیں تو فرمایا اسکے ساتھ بھی یہی سلوک ہو گا۔ پھر عرض کیا، اگر کسی کا ایک بچہ کم سنی میں فوت ہو گیا ہو تو آپ نے فرمایا کہ اسکا بھی یہی حکم ہے پھر ام المؤمنین نے عرض کیا کہ حضور اگر کسی کا ایک بچہ بھی فوت نہ ہوا ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں پیش رو ہوں اپنی امت کیلئے اگر وہ شخص میرے فوت ہونے کا تصور دل میں لا کر صبر و شکر کا اظہار کریگا کہ جب اللہ کی محبوب ترین ہستی بھی دنیا میں نہ رہی تو ہم کس شمار میں ہیں تو فرمایا کہ ایسے شخص کے حق میں قیامت والے دن میں سفارش کرونگا۔

ایک روایت میں اس طرح آتا ہے کہ بچپن میں فوت ہو جانے والے بچے پانی میں موجود

چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی مانند ہوتے ہیں جو اِدھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہیں۔ یہ بچے گویا جنت کے چھوٹے چھوٹے کیڑے ہیں۔ جب یہ اپنے ایماندار والدین کو دیکھیں گے تو ان کا دامن پکڑ لیں گے اور انہیں جنت میں داخل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کی سفارش اِن کے والدین کے حق میں قبول فرمائیگا۔

تیر چلانے اور کھانے والے کیلئے جنّت کی بشارت

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْقِتَالِ فَرَمٰی رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِہٖ بِسَہْمٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْجَبَ ھٰذَا...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۳)

حضرت عتبہ بن عبد السلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جنگ کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑائی کا حکم دیا تو ایک شخص نے اللہ کی راہ میں دشمن پر تیر چلایا۔ یہ دیکھ کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس شخص نے دشمن پر تیر چلا کر اپنے لیے ثواب یا جنت یا نجات یا شفاعت کو واجب کر لیا۔ پھر اگر کوئی تیر کسی مسلمان کو جا لگا اور وہ مر گیا تو اس نے اپنے لیے جنت یا شفاعت کو واجب کر لیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دشمن پر تیر چلاتا ہے یا جو تیر کھاتا ہے دونوں کا ایک ہی حکم ہے یعنی ان کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام نے جہاد کا حکم دیا تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہم تعمیل حکم کے لیے تیار ہیں نیز عرض کیا کہ ہم قوم موسیٰ کی طرح یوں نہیں کہیں گے کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جا کر دشمن کا مقابلہ کرو اِنَّا ھٰھُنَا قٰعِدُوْنَ۔ (المائدہ-۲۴) ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔ بلکہ ہم تو یوں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا پروردگار جہاد کے لیے نکلیں اِنَّا مَعَکُمَا مِنَ الْمُقَاتِلِیْنَ۔ ہم آپ کے ساتھ ہونگے اور دشمن کے ساتھ آپکے شانہ بشانہ جہاد کریں گے۔ تاریخ شاہد ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضور علیہ السلام کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا اسکو پورا کیا اور دشمن کا مقابلہ کرنے میں کبھی حیل وحجت سے کام نہیں لیا۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی دس سالہ مدنی زندگی میں کم و بیش پچاس جنگیں ہوئی جن میں سے انیس میں نبی علیہ السلام نے بنفس نفیس قیادت کی۔ آٹھ یا نو جنگوں میں بالفعل لڑائی بھی ہوئی جبکہ باقی جنگوں کے لیے حضور نے صحابہؓ کے لشکر روانہ کئے۔ بعض لشکر مدینہ

سے آٹھ یا نو سو میل دور تک بھی بھیجے گئے۔ صحابہؓ کی جانفشانی کی مثال دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ اللہ کے دین کی خاطر اس کی خوشنودی حاصل کرنے اور نبی کا ساتھ دینے کے لیے ہر طبقہ زندگی کے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مجاہدین اسلام میں اصحاب صفہ سے لیکر تاجروں، زمینداروں اور کاروباری حضرات غرضیکہ سب لوگ شامل ہوتے تھے۔ یہ لوگ دنیا کے لیے نہیں بلکہ آخرت کی بھلائی کے لیے جان پر کھیل جاتے تھے۔



اہل یمن کی تعریف میں

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ عَبْدٍ اَنَّهُ قَالَ اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الْعَنْ اَهْلَ الْيَمَنِ فَاِنَّهُمْ شَدِيْدٌ بَأْسُهُمْ كَثِيْرٌ عَدَدُهُمْ حَصِيْنَةٌ حُصُوْنُهُمْ فَقَالَ لَا .... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۸۴)

حضرت عتبہ بن عبد سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ یمن والوں پر لعنت بھیجیں کیونکہ یہ سخت لڑاکا لوگ ہیں ان کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان کے قلعے بھی محفوظ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا نہیں ان پر لعنت نہیں بھیجنی چاہیئے پھر آپ نے مجوسیوں پر لعنت بھیجی کیونکہ وہ سخت متعصب اور اسلام کے شدید مخالف تھے۔ اہل یمن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا اِذَا مَرُّوْا بِكُمْ يَسُوْقُوْنَ نِسَاءَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ جب یہ لوگ تمہارے پاس آئیں گے تو اپنی عورتوں کو ساتھ لائیں گے اور اپنے بچوں کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے فَاِنَّهُمْ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُمْ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی مجھے ان لوگوں کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور ان کے خاندان کے لوگ ایمان قبول کرنے کے بعد یمن سے بذریعہ بحری راستہ مدینہ کے لیے روانہ ہوئے بادبانی کشتی سمندر میں بھٹک گئی اور حبشہ کے ساحل پر جا لگی۔ جب وہاں پر اترے تو حضور علیہ السلام کے صحابہ حضرت جعفر صادقؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر لوگوں سے ملاقات ہو گئی یہ لوگ بھی وہیں حبشہ میں رک گئے اور پھر جب خیبر کی لڑائی ختم ہو چکی تھی اور ابھی مال غنیمت تقسیم نہیں ہوا تھا تو یمن کے یہ مہاجرین مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور علیہ السلام نے مال غنیمت سے ان لوگوں کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔ یہ کافی افراد تھے اور ان کا طرز عمل بھی بہت اچھا تھا

یہ آپس میں مساوات کا طریقہ رکھتے تھے. آپس میں راشن برابر تقسیم کرتے تھے. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یعنی ان کو میرے ساتھ خاص لگاؤ ہے اور مجھے اِن کے ساتھ خاص لگاؤ ہے۔ ان پر لعنت نہیں بھیجی جا سکتی بلکہ لعنت کے مستحق تو مجوسی ہیں.



حضرت عثمانؓ کی فراخدلی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ السُّلَمِیِّ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَثَّ عَلٰی جَیْشِ الْعُسْرَۃِ فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ عَلَیَّ مِائَۃُ بَعِیْرٍ بِاَحْلَاسِہَا وَ اَقْتَابِہَا...... الحدیث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۵)

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جہاد کے موقع پر حضور علیہ السلام باہر نکلے اور اس سلسلہ میں اعانت کی ترغیب دلائی۔ اس موقع پر حضرت عثمانؓ نے ایک سو اونٹ کی بمعہ پلان اور کجاووں کے پیش کش کی اسکے بعد حضور علیہ السلام نے مجاہدین کی امداد کرنے کی ترغیب دلائی کیونکہ تنگی کا زمانہ تھا اور جہاد بھی ضروری تھا حضرت عثمانؓ نے پھر عرض کیا کہ حضور! ایک سو مزید اونٹ بمعہ پلان اور کجاووں کے میری طرف سے قبول فرمائیں۔ اس طرح حضرت عثمانؓ نے دو سو اونٹ کی پیش کش کر دی۔ صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ مبارک ہلا کر فرما رہے ہیں۔ مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ ذٰلِکَ اگر عثمان آج کے بعد کوئی مزید عمل نہ بھی کرے تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے۔ یہ حضرت عثمانؓ کی فضیلت کا ذکر ہے۔ آپکی تجارت میں اللہ کی برکت شامل حال ہوتی تھی اور آپ نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ اپنے اعزہ و اقارب کی خدمت بھی بجا لاتے تھے حتیٰ کہ آپکا لقب عثمان غنیؓ مشہور ہو گیا۔

*

زبان کی حفاظت

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطُّفَاوِيِّ قَالَ خَرَجَ اَبُو الْغَادِيَةِ وَ حَبِيْبُ بْنُ الْحٰرِثِ وَ اُمُّ اَبِي الْعَالِيَةِ مُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَسْلَمُوْا فَقَالَتِ الْمَرْاَةُ اَوْصِنِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِيَّاكِ وَمَا يَسُوْءُ الْاُذُنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۶)

محمد بن عبدالرحمان طفاویؒ بیان کرتے ہیں کہ ابوالغادیہؓ، جبیبؓ بن حرثؓ اور ابوالعالیہ کی والدہ ام ابی العالیہؓ اپنے علاقے سے ہجرت کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے اور اسلام قبول کیا پھر اس عورت یعنی ام ابی العالیہؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو کوئی خاص وصیت فرمائیں جس پر میں ہمیشہ کاربند رہوں۔ آپ نے فرمایا، دیکھو! اپنے آپ کو ایسی بات سے بچائے رکھنا جو کانوں کو بُری محسوس ہو۔ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہ نکالنا کہ سننے والے پر ناگوار گزرے۔ چونکہ عورتیں عام طور پر زبان دراز، چغل گو اور غیبت گو ہوتی ہیں اس لیے حضور علیہ السلام نے اس عورت کو زبان کی حفاظت ہی کی تلقین کی اسکو احتیاط سے استعمال کرنا کہ اسی میں تمہارے لیے بہتری ہے۔

عبادات اربعہ اور حسن سلوک کی وصیت

عَنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَوْ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَاَخَذْتُ بِزِمَامِ نَاقَتِهٖ اَوْ بِخِطَامِهَا فَدُفِعْتُ عَنْهُ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاَرَبٌ مَا جَاءَ بِهٖ فَقُلْتُ نَبِّئْنِيْ بِعَمَلٍ يُقَرِّبُنِيْ اِلَى الْجَنَّةِ وَ يُبَاعِدُنِيْ مِنَ النَّارِ........ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۶ صفحہ ۷۶)

حضرت مغیرہ بن سعد اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرفہ کے دن حاضر ہوا۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور میں نے آپکی اونٹنی کی مہار پکڑ لی مگر مجھے وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ صحابہؓ نے کہا پیچھے ہٹو، اونٹنی کو جانے دو لیکن حضور علیہ السلام نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ کسی کام کی غرض سے ہی آیا ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا گیا تو میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا حضور! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ حضور علیہ السلام نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے الفاظ کے لحاظ سے بات تو بڑی مختصر کی ہے مگر یہ ہے بڑی عظیم اور لمبی بات پھر فرمایا تمہارے سوال کا جواب یہ ہے تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقے سے کرو کہ اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ یعنی اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِى الزَّكٰوةَ۔ نماز پڑھتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو۔ وَ تَحُجُّ الْبَيْتَ اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کرو۔ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو۔ وَ تَاْتِى النَّاسَ مَا تُحِبُّ اَنْ يُّؤْتُوْهُ اِلَيْكَ اور لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو خود اپنے لیے پسند کرتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ کریں پھر فرمایا وَمَا كَرِهْتَ

لِنَفْسِكَ فَدَعِ النَّاسَ فِيْهِ۔ اور جو چیز اپنے لیے ناپسند کرتے ہو اسکو لوگوں کیلئے بھی پسند مت کرو۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ خَلِّ عَنْ زِمَامِ النَّاقَةِ۔ آپ اونٹنی کی مہار کو چھوڑ دو یعنی مجھے جانے دو کیونکہ تمہارا سوال اب پورا ہوگیا ہے۔ غرضیکہ آپ نے اس شخص کو عبادت اربعہ کو انجام دینے اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کی۔

حسنِ ادب بطورِ بہترین تحفہ

عَنْ اَيُّوبَ بْنِ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهٗ نَحْلًا اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۷)

ایوب بن موسیٰ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں۔ انکا نام عمرو بن سعید بن عاص ہے۔ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکو ارشاد فرمایا کہ کسی والد نے اپنی اولاد کو حسنِ ادب سے زیادہ اچھا تحفہ نہیں دیا۔ لوگ ایک دوسرے کو یا اپنی اولاد کو کپڑے، کھلونے یا زینت کا دوسرا سامان بطور عطیہ دیتے ہیں مگر سب سے اچھا عطیہ اچھا ادب سکھانا ہے۔ جس شخص نے اپنی اولاد کو اچھا ادب سکھا دیا اچھی تعلیم دلوا دی تو اس نے گویا بہترین عطیہ دیدیا جو اسکو دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ سرخرو کر دے۔

نکاح کی تشہیر

عَنْ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰی الْمَازِنِیِّ عَنْ جَدِّہٖ اَبِیْ حَسَنٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَکْرَہُ نِکَاحَ السِّرِّ حَتّٰی یُضْرَبَ بِدُفٍّ وَ یُقَالَ اَتَیْنَاکُمْ اَتَیْنَاکُمْ فَحَیُّوْنَا نُحَیِّکُمْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۷، ۷۸)

حضرت ابوحسن مازنی کوفے میں رہتے تھے بڑے پائے کے محدث اور علم نحو کے امام تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پوشیدہ نکاح کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ کسی کا نکاح اس طریقے سے چھپ چھپا کر کیا جائے کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ آپ نے فرمایا نکاح علی الاعلان ہونا چاہیئے اور اس موقع پر تشہیر کے لیے اگر دف بھی بجا دی جائے تو درست ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے اَعْلِنُوْا بِالنِّکَاحِ وَلَوْ کَانَ بِالدُّفِ وَاجْعَلُوْھَا فِی الْمَسَاجِدِ۔ نکاح کی خوب تشہیر کرو خواہ دف ہی بجانی پڑے اور نکاح مسجدوں میں پڑھا کرو۔ یہ دونوں باتیں سنت ہیں لہٰذا ان پر حتی الامکان عمل کرنا چاہیئے۔

نماز کے دوران غیر ضروری تکلف

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَىٰ عَنْ أَبِيهِ أَوْ عَمِّهِ قَالَ كَانَتْ لِي جُمَّةٌ كُنْتُ إِذَا سَجَدْتُ رَفَعْتُهَا فَرَآنِي أَبُو حَسَنٍ الْمَازِنِيُّ فَقَالَ تَرْفَعُهَا لَا يُصِيبُهَا التُّرَابُ وَاللّٰهِ لَأَحْلِقَنَّهَا فَحَلَقَهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۸)

عمرو بن یحیٰی اپنے باپ یا چچا سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے سر پر زلفیں (بال) تھیں۔ جب میں نماز کے دوران سجدہ کرتا تو انکو اوپر اٹھا لیتا تاکہ خاک آلودہ نہ ہوں۔ ابو حسن مازنیؓ نے مجھے اس حالت میں دیکھا تو کہا کہ تم ان بالوں کو اس لیے اوپر اٹھا لیتے ہو تاکہ ان کو مٹی نہ لگے بخدا میں انکو منڈوا دونگا۔ چنانچہ انہوں نے سر کے وہ بال منڈوا دیئے۔ مقصد یہ تھا کہ اس قسم کا تکلف درست نہیں ہے۔ اسی لیے نماز کے دوران کپڑوں کو سمیٹنا اور بالوں کو باندھنا بھی مکروہ ہے بعض لوگ کپڑوں کے متعلق خاص احتیاط کرتے ہیں کہ کہیں ان کی استری کی سلوٹ نہ خراب ہو جائے اس قسم کا تکلف درست نہیں ہے۔

فرضی اور مستحب روزوں کا اجر

عَنْ عَرِيْفٍ مِنْ عُرَفَاءِ قُرَيْشٍ عَنْ اَبِيْهِ سَمِعَهُ مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَ شَوَّالَ وَالْاَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيْسَ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۸)

عریف قریش کے سرکردہ خاندان کے فرد تھے انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے، پھر شوال کے چھ مستحب روزے اور بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھا تو فرمایا وہ شخص جنّت میں داخل ہو گا۔ رمضان کے روزے تو فرض ہیں اور باقی مذکورہ روزے مستحب کے درجے میں آتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کبھی بدھ کے دن کا روزہ رکھتے اور کبھی جمعرات کا آپ بعض اوقات ہفتہ، اتوار، اور جمعہ کا روزہ بھی رکھتے البتہ اس مقصد کے لیے جمعہ کا دن خاص کرنے کو ناپسند فرمایا۔ بہرحال فرمایا کہ مذکورہ روزے رکھنے والا آدمی جنتی ہے۔

بعض ایام کا مستحب غسل

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عُقْبَةَ بْنِ الْفَاكِهِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَالَ وَكَانَ الْفَاكِهُ بْنُ سَعْدٍ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالْغُسْلِ فِي هٰذِهِ الْأَيَّامِ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۸)

حضور علیہ السلام کے صحابی فاکہ بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا اپنا عمل مبارک یہ تھا کہ آپ جمعہ کے دن اور عرفہ کے دن غسل فرماتے۔ نیز آپ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن میں غسل کرتے۔ غسل کر کے جمعہ پڑھنا مستحب اور افضل ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو وضو ہی کافی ہے لیکن غسل کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضور علیہ السلام وقوفِ عرفات سے پہلے بھی غسل کرتے اور پھر خطبہ ارشاد فرماتے نماز پڑھتے، اور اس کے بعد وقوفِ عرفہ کرتے۔ حضرت فاکہ بن سعدؓ اپنے گھر والوں کو بھی اِن ایام میں غسل کرنے کی تلقین کیا کرتے تھے تاکہ نماز زیادہ افضل صورت میں ادا کی جائے۔

تکمیل وضو کی اہمیت

عَنْ عَيَاضٍ الْكِلَابِيَّةِ عَنْ جَدِّهَا عَنْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَمْرٍو الْكِلَابِيِّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ فَأَسْبَغَ الطُّهُوْرَ وَكَانَتْ هِيَ إِذَا تَوَضَّأَتْ أَسْبَغَتِ الطُّهُوْرَ حَتّٰى تَرْفَعَ الْخِمَارَ فَتَمْسَحَ رَأْسَهَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۹)

ام ابی ربیعہ اپنے دادا عبیدہ ابن عمرو کلابیؓ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا آپ نے مکمل وضو کیا اور تمام سنن اور مستحبات کا خیال رکھا۔ آپ بڑے کامل درجے کا وضو کرتے تھے۔ جب اس صحابی رسول نے اپنی پوتی ام ربیعہ کے سامنے اس طرح مکمل وضو کیا تو انہوں نے بھی مکمل وضو کا طریقہ اچھی طرح سمجھ لیا۔ پھر جب وہ خود وضو کیا کرتی تھیں تو اوڑھنی کو سر سے ہٹا لیتی تھیں تاکہ مسح میں کمی نہ رہ جائے دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسح سر کے بالوں پر ہونا چاہیئے اگر سر پر کوئی چادر یا کپڑا ہے تو اسکے اوپر سے مسح نہیں ہوگا

جنازہ کی تین صفیں ذریعہ مغفرت ہیں

عَنْ مَالِكِ بْنِ هُبَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوتُ فَيُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَبْلُغُوا أَنْ يَكُونُوا ثَلَاثَ صُفُوفٍ إِلَّا غُفِرَ لَهُ.....الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۹)

صحابی رسول حضرت مالک بن ہبیرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکا جنازہ پڑھتی ہے جس کی تین صفیں بن جاتی ہیں تو اللہ تعالےٰ اس میت کو بخش دیتا ہے۔ دوسری روایت میں سو آدمیوں کا ذکر آتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کے جنازے میں چالیس ایسے آدمی شریک ہو جائیں جنہوں نے شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالےٰ مرنے والے کو معاف فرما دیتا ہے نماز جنازہ اصل میں بخشش کی سفارش ہی ہوتی ہے لہٰذا اس میں جتنے مخلص اور دیندار آدمی شریک ہونگے مرنے والے کے لیے اتنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ چنانچہ مالک بن ہبیرہؓ کا معمول بن گیا کہ جس جنازہ میں تین سے کم صفیں ہوتیں انہیں تین پورا کرنے کی ترغیب دیتے تاکہ میت کی مغفرت کا سامان ہو سکے

مذی کے اخراج پر غسل واجب نہیں

عَنْ مِقْدَادِ بْنِ اَسْوَدَ قَالَ قَالَ لِیْ عَلِیٌّ سَلْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ یُلَاعِبُ امْرَاَتَہٗ فَیَخْرُجُ مِنْہُ الْمَذْیُ مِنْ غَیْرِ مَاءِ الْحَیَاۃِ قَالَ یَغْسِلُ فَرْجَہٗ وَیَتَوَضَّاُ وُضُوْءَہٗ لِلصَّلٰوۃِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۶ صفحہ ۷۹)

حضرت مقداد بن اسودؓ بڑی شان اور بزرگی والے صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے کہا کہ مجھے تو حجاب آتا ہے، تم حضور علیہ السلام سے یہ مسئلہ دریافت کرو کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے دل لگی کرے اور اس حالت میں اس کی مذی خارج ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہیئے مطلب یہ تھا کہ کیا اس پر غسل کرنا ضروری ہو جاتا ہے؟

حضرت مقدادؓ نے یہ مسئلہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے شخص کو استنجا کر کے وضو کر لینا چاہیئے تاکہ نماز یا دیگر عبادات انجام دے سکے۔ گویا مذی کے اخراج پر غسل واجب نہیں ہوتا غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان کا مادۂ تولید اچھل کر خارج ہو۔ مذی تو ایک لیس دار رطوبت ہے جس کے اخراج پر غسل ضروری نہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کی پیشاب کے بعد سفید سی رطوبت نکلتی ہے ایسی صورت میں بھی استنجا اور وضو کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔

جان بچانے کے لیے کذب بیانی

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ بْنِ عَبْدِ الْاَعْلٰی عَنْ جَدَّتِهٖ عَنْ اَبِیْهَا سُوَیْدِ بْنِ حَنْظَلَةَ قَالَ خَرَجْنَا نُرِیْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَ مَعَنَا وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ فَاَخَذَهٗ عَدُوٌّ لَهٗ فَتَحَرَّجَ النَّاسُ اَنْ یَّحْلِفُوْا اَوْ حَلَفْتُ اَنَّهٗ اَخِیْ فَخَلّٰی عَنْهُ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۷۹)

صحابی رسول حضرت سوید بن حنظلہؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم اپنے علاقے سے نکلے تاکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر شرف ملاقات حاصل کرسکیں۔ ہمارے ساتھ وائل بن حجرؓ بھی تھے جو کہ دوسرے خاندان کے فرد تھے۔ راستے میں وائل کو اسکے دشمنوں نے پکڑ لیا اب بڑی مشکل پیش آئی کیونکہ وہاں انکا کوئی حامی نہیں تھا۔ اب ان کی رہائی کی ایک ہی صورت تھی کہ ہم میں سے کوئی آدمی قسم اٹھاتا کہ یہ ہمارا آدمی ہے مگر کوئی بھی آدمی قسم اٹھانے کے لیے تیار نہ تھا حضرت سوید ابن حنظلہؓ کہتے ہیں کہ بالآخر میں اس بات پر آمادہ ہوگیا اور میں نے قسم اٹھالی کہ وائل میرا بھائی ہے۔ چنانچہ اس طریقے سے ان کی جان دشمنوں سے بچ گئی۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ اسکے بعد جب ہم لوگ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو میں نے یہ سارا واقعہ آپکے سامنے ذکر کردیا کہ کس طرح وائل بن حجرؓ کی جان بچ سکی۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ کُنْتَ اَبَرَّهُمْ وَ اَصْدَقَهُمْ۔ تو اپنے ساتھیوں میں سے زیادہ نیکی اور زیادہ سچائی والا ہے جس نے قسم اٹھا کر اپنے ایک ساتھی کی جان بچائی۔ فرمایا تیری یہ قسم جھوٹی نہیں ہے کہ وائل میرا بھائی ہے کیونکہ۔ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اگرچہ وائل تمہارا نسب کے لحاظ سے بھائی نہیں ہے مگر بحیثیت مسلمان تو وہ تمہارا بھائی ہے۔ ویسے بھی کسی کی جان بچانے کے لیے اگر جھوٹ بھی بولنا پڑے تو آدمی گنہگار

نہیں ہوتا بلکہ وہ اجر کا مستحق بنتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی بیوی کو شاہِ مصر کے سامنے بہن کہہ دیا تھا کیونکہ اگر وہ حضرت سارہؓ کو بیوی بتاتے تو بادشاہ آپکو قتل کر دیتا اور بیوی پر قبضہ کر لیتا۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو اپنی دینی بہن کے طور پر ظاہر کیا اور اپنی جان بچائی۔ ویسے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ ظلم کو برداشت کرتا ہے بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر مشرق کے کسی مسلمان کو کانٹا چبھے تو مغرب کے مسلمان کو اس کی درد محسوس کرنا چاہیئے۔ ایمان کامل کا یہی تقاضا ہے مگر آج دنیا بھر میں مسلمان اغیار کی چکی میں پس رہے ہیں مگر دوسری جگہ کسی مسلمان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی یہ انحطاط کا زمانہ ہے اور مسلمان مسلسل تنزل میں جا رہے ہیں۔

★

حضور علیہ السلام کے اسمائے گرامی

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا اَحْمَدُ وَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَ اَنَا الْمَاحِیْ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمَیَّ وَ اَنَا الْعَاقِبُ قَالَ مَعْمَرٌ قُلْتُ لِلزُّہْرِیِّ مَا الْعَاقِبُ قَالَ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۴)

محمد بن جبیر تابعی اپنے والد جبیر بن مطعمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے خود یہ بات حضور علیہ السلام سے سنی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں۔ میرا نام احمد بھی ہے اور محمد بھی۔ احمد کا معنیٰ تعریف والا اور محمد کا معنیٰ تعریف کیا ہوا ہے۔ فرمایا میرا ایک نام ماحی بھی ہے جس کا معنیٰ مٹانے والا ہے۔ گویا میرے ذریعے اللہ تعالےٰ کفر و شرک کو مٹائیگا۔ پھر فرمایا میں حاشر بھی ہوں یعنی اکٹھا کرنے والا۔ اللہ نے دنیا میں بھی بہت سے لوگوں کو آپکے قدموں میں اکٹھا کیا اور قیامت والے دن بھی سب لوگ آپکے سامنے اکٹھے کئے جائیں گے پھر فرمایا، میرا نام عاقب بھی ہے۔ امام زہریؒ سے پوچھا گیا کہ عاقب سے کیا مراد ہے تو انہوں نے فرمایا کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، وہ عاقب ہے۔ آج کی اصطلاح میں عاقب کا عام فہم معنیٰ خاتم النبیین کر سکتے ہیں یعنی جو سب نبیوں سے بعد میں آنے والا ہے۔

یہ چند ایک نام بخاری، مسلم اور دوسری کتابوں میں بھی ذکر کئے گئے ہیں۔ امام سخاویؒ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے بعض نام تو ذاتی ہیں جیسے محمد اور احمد۔ آپکے اسم احمد کی پیشین گوئی انجیل میں بھی موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میں تورات کے مندرجات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ

مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ أَحْمَدُ. (سورۃ الصف - ٦) اور اپنے بعد آنے والے ایک عظیم الشان رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جسکا نام نامی احمد ہوگا. عبرانی اور سریانی زبان میں احمد کو فار آقلیط سے تعبیر کیا گیا ہے. بہر حال حضور علیہ السلام کے بعض نام ذاتی اور باقی سب صفاتی ہیں ہر نام سے آپکی کوئی نہ کوئی صفت ظاہر ہوتی ہے امام سخاویؒ نے آپکے چار سو صفاتی نام ظاہر کئے ہیں جبکہ امام سیوطیؒ ان کی تعداد پانچ سو بتاتے ہیں. بعض نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کی مدح ظاہر کرنے والے ناموں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے۔

قطع رحمی کبیرہ گناہ ہے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۴)

حضرت جبیر بن مطعمؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قطع رحمی کرنے والا آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ قطع رحمی بہت بڑا جرم ہے جو شخص اس کو جائز سمجھتا ہے وہ سرے سے کافر ہے اور مطلقاً جنت میں نہیں جائیگا اور جو شخص قطع رحمی کو جائز تو نہیں سمجھتا مگر حماقت کی وجہ سے اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ بھی فوراً جنت میں نہیں جاسکے گا بلکہ جب دوسرے لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو وہ ان کے بعد سزا کاٹ کر پھر کہیں جنت میں جائیگا قطع رحمی بہرحال کبیرہ گناہ ہے اور اس کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

تلاوت قرآن کا اثر

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فِدَاءِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ قَالَ بَعْضُهُمْ فِيْ فِدَاءِ اَهْلِ بَدْرٍ وَ قَالَ جَعْفَرٌ وَ مَا اَسْلَمَ يَوْمَئِذٍ قَالَ فَانْتَهَيْتُ اِلَيْهِ وَ هُوَ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ وَ هُوَ يَقْرَاُ فِيْهَا بِالطُّوْرِ قَالَ فَكَاَنَّمَا صُدِعَ قَلْبِيْ حَيْثُ سَمِعْتُ الْقُرْاٰنَ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۵)

جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے بعض مشرکوں کو قیدی بنا لیا تھا اور انہیں مدینہ لے گئے تھے پھر جب قیدیوں کو فدیہ لیکر رہا کرنے کا فیصلہ ہوا تو مشرک قیدیوں کے رشتہ دار فدیہ دیکر انہیں چھڑانے لگے اس وقت تک حضرت جبیر بن مطعمؓ ایمان نہ لائے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بعض قیدیوں کی رہائی کے لیے حضور علیہ السلام کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ پہنچا تو حضور علیہ السلام اس وقت مغرب کی نماز پڑھا رہے تھے جس میں سورۃ وَالطُّوْرِ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ کی تلاوت فرما رہے تھے کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی دلگداز آواز کا مجھ پر ایسا اثر ہوا گویا کہ میرا دل پھٹ رہا ہے۔ یہ قرآن پاک کا اعجاز تھا کہ ایک کافر کے دل پر بھی اسکا اتنا گہرا اثر ہوا۔ اس سورۃ میں شرک کی خاص طور پر تردید کی گئی ہے کہ تم کس دلیل کی بنا پر شرک کا ارتکاب کرتے ہو۔ بہر حال یہ اسی کلام الٰہی کا اثر تھا کہ بعد میں حضرت جبیر بن مطعمؓ اسلام سے مشرف ہو گئے۔

غسلِ جنابت کا طریقہ

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذُكِرَ عِنْدَهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُفْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۵)

حضرت جبیر بن مطعم رض بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جنابت کا ذکر کیا گیا کہ اس کا طریقہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے استنجا کیا جائے یعنی اگر جسم پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اسے صاف کیا جائے۔ پھر باقاعدہ وضو کیا جائے جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ غسل جنابت کے لیے پھر میں اپنے اوپر تین مرتبہ پانی ڈال لیتا ہوں جس سے نجاست کی حالت دور ہو جاتی ہے بعض آدمی وضو اور غسل کے لیے بہت زیادہ پانی استعمال کرتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے بلکہ تعدی اور تجاوز کے زمرہ میں آتا ہے۔ تین دفعہ پانی ڈالنے سے مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا اس سے زیادہ پانی ضائع کرنا اسراف میں آتا ہے۔

قرأت میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ یَزِیْدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعَنِیْ اَبِیْ وَ اَنَا اَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَقَالَ اَیْ بُنَیَّ اِیَّاکَ قَالَ وَلَمْ اَرَ اَحَدًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَبْغَضَ اِلَیْہِ حَدَثٌ فِی الْاِسْلَامِ مِنْہُ فَاِنِّیْ قَدْ صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ مَعَ عُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْہُمْ یَقُوْلُہَا فَلَا تَقُلْہَا اِذَا اَنْتَ قَرَأْتَ فَقُلِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن مغفل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم صحابی ہیں جن کے بیٹے کا نام یزید بن عبداللہ ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا جبکہ میرے والد نے سنا کہ میں نے بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھا۔ میرے والد محترم کہنے لگے، بیٹا! اپنے آپکو بچاؤ کیوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ جتنی نفرت نئی چیز (بدعت) سے رکھتے تھے اتنی کسی اور چیز سے رکھتے ہوں۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ دین میں نئی بات نکالنے کو سخت برا جانتے تھے۔ پھر فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے مگر کسی کو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھتے نہیں سنا وہ اپنی قرأت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ سے شروع کرتے تھے اور باقی چیزیں بھی آہستہ آواز سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ آمین بھی اگرچہ بلند آواز سے کہنا ناجائز نہیں ہے تاہم آہستہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

کتوں کا ہلاک کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ لَا اَنَّ الْکِلَابَ اُمَّۃٌ مِنَ الْاُمَمِ لَاَمَرْتُ بِقَتْلِھَا فَاقْتُلُوْا مِنْھَا الْاَسْوَدَ الْبَہِیْمَ ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کتے بھی امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کا حکم دیتا انگریزوں کی طرح عرب کے لوگ بھی کتوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ ابتدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محبت کو کم کر دینے کے لیے کتوں کو ختم کر دینے کا حکم دیا پھر بعد میں کچھ نرمی اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف کالے اور چار چشمہ کتے کو تلف کرو۔ پھر جب لوگوں میں کتوں سے نفرت ہوگئی تو فرمایا۔ مَالَنَا وَلِلْکِلَابِ۔ ہمیں کیا اور کتوں کو کیا؟ یہ بھی اللہ کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے مگر اسی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اَیُّمَا قَوْمٍ اتَّخَذُوْا کَلْبًا جن لوگوں نے کتا پالا مگر اس سے مقصود نہ کھیتی کی حفاظت ہے، نہ وہ شکار کے لیے ہے اور نہ جانوروں کی حفاظت کے لیے تو ایسے لوگوں کے اجر میں ہر روز ایک قیراط ثواب کی کمی کر دی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ضرورت کے تحت تو کتا پالا جا سکتا ہے مگر اسے محض شوقیہ رکھنا درست نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضؓ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ اَنْ نُصَلِّیَ فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا نُصَلِّیْ فِیْ اَعْطَانِ الْاِبِلِ۔ کہ ہم بھیڑ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ سکتے ہیں جب کہ اونٹوں کے باڑے میں نماز نہیں پڑھ سکتے۔ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ

مِنَ الشَّیَاطِیْنِ۔ کیونکہ اونٹوں کو شیاطین کے ساتھ بھی مناسبت ہے بھیڑ بکریاں تو کمزور جانور ہیں ان کی حرکت سے نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا، البتہ اگر اونٹ ذرا سی گردن یا ٹانگ بھی ہلا دے تو نماز درہم برہم ہو جائے گی۔ لہٰذا اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا گیا۔



کثرت سے کنگھی کرنے کی ممانعت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۶)

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے کنگھی کرنے سے منع فرمایا۔ ہر وقت کا ذاتی بناؤ سنگھار کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے اگر بال ہیں تو انہیں گا ہے بگا ہے سنوار لینا چاہیئے مگر ہر وقت اسی کام میں لگے رہنا محض تکلف ہے اور بری بات ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے کثرت سے کنگھی کرنے سے منع فرمایا ہے۔

جنازے میں شرکت کا اجر

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَبِعَ جَنَازَۃً حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطٌ وَمَنِ انْتَظَرَھَا حَتّٰی یُفْرَغَ مِنْھَا فَلَہٗ قِیْرَاطَانِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۶)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جنازے کے ساتھ شرکت کی تو اسکو ایک قیراط کے برابر ثواب حاصل ہوگا اور جس نے انتظار کیا یہاں تک کہ میت کے دفن سے فراغت حاصل ہوگئی تو اسکے لیے دو قیراط کے برابر اجر ہے قیراط سے مراد یہ سناروں والا چھوٹا سا وزن نہیں جو چار یا چھ رتی کے برابر ہوتا ہے، بلکہ دوسری حدیث کے مطابق ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا جو مدینہ کے قریب پانچ سات میل پھیلا ہوا ہے

دعا اور طہارت میں مبالغہ

عَنْ اَبِیْ نُعَامَۃَ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مُغَفَّلٍ سَمِعَ اِبْنًا لَہٗ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْقَصْرَ الْاَبْیَضَ مِنَ الْجَنَّۃِ اِذَا دَخَلْتُھَا عَنْ یَمِیْنِیْ قَالَ فَقَالَ لَہٗ یٰبُنَیَّ سَلِ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَ تَعَوَّذْہُ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَیَکُوْنُ بَعْدِیْ قَوْمٌ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یَعْتَدُوْنَ فِی الدُّعَاءِ وَالطُّھُوْرِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! میں تجھ سے جنت میں سفید محل کا سوال کرتا ہوں جبکہ میں جنت میں دائیں طرف داخل ہوں۔ یہ سن کر آپ نے کہا، اے بیٹے! سفید محل کی بات نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ سے صرف جنت کا سوال کرو اور دوزخ سے پناہ چاہو، کیونکہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ میرے بعد میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو دعا اور طہارت میں تعدی اور مبالغہ کریں گے۔ جنت میں خاص قسم کے لوازمات طلب کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب وہاں پہنچ جاؤ گے تو ہر چیز حسب خواہش میسر آجائے گی۔ اس طرح طہارت میں مبالغہ یہ ہے کہ آدمی تین دفعہ کی بجائے پانچ چھ دفعہ کسی عضو کو دھوئے۔ اگر بیماری کی وجہ سے ضرورت ہے تو زیادہ پانی بھی استعمال کیا جا سکتا ہے تاہم عام حالات میں تین دفعہ پانی استعمال کرنے سے مکمل طہارت حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا زیادہ پانی استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ہی دعا کرنے میں مبالغہ آمیزی ہونی چاہیئے۔

صحابہؓ کی عزت و احترام

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ غَرَضًا بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے بعد میرے صحابہؓ کو نشانہ نہ بنانا یعنی انکو بُرا بھلا نہ کہنا نہ ان پر طعن و تشنیع کرنا، بلکہ انکی عزت کرنا اور انکیلئے دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہو۔ فرمایا جس نے میرے صحابہؓ سے محبت کی اس نے گویا میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض وعناد رکھا اس نے گویا میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے عداوت کی۔ نیز فرمایا کہ جس شخص نے میرے صحابہ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے گویا اللہ تعالےٰ کو ایذا پہنچائی اور ظاہر ہے کہ جو آدمی اللہ کو تکلیف پہنچائے گا۔ وہ ایک نہ ایک دن پکڑا جائیگا یُوْشِکُ اَنْ یَّاْخُذَہٗ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا شخص اللہ تعالےٰ کے ہاں معتوب ہوگا اور قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکو پکڑ کر سزا دے۔ قرآن میں اللہ تعالےٰ کا فرمان موجود ہے کہ مطلقًا اہلِ ایمان کو بھی تکلیف نہیں پہنچانی چاہیئے۔ جو بلاوجہ ایسا کریگا، اللہ تعالےٰ اس پر گرفت کریگا اور وہ عذاب الیم کا مستحق بن جائیگا۔

صحابی وہ شخص کہلاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں کم از کم ایک دفعہ حضور علیہ السلام کو دیکھ لیا ہے منافق صحیح ایمان سے خالی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحابی نہیں ہو سکتا خواہ ہمیشہ حضور کے پڑوس میں رہنے والا ہو۔ اور آپکے پیچھے نمازیں بھی پڑھتا ہو۔ جب حضور علیہ السلام اس دنیا سے

رخصت ہوئے تو اس وقت ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ موجود تھے۔ صحابہ کی اتنی ہی تعداد کا حجۃ الوداع میں شرکت کا ذکر بھی ملتا ہے۔

الغرض! صحابہ کرام کے متعلق نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیئے۔ رافضی، خارجی، ناصبی اور بعض جدید فرقے صحابہؓ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ لوگ گمراہی سے نہیں بچ سکتے لہٰذا بالآخر سزا کے مستحق ٹھہریں گے۔

نرمی کرنے کی تلقین

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ وَ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَ یَرْضَاہُ وَ یُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تعالےٰ نرمی کرنے والا ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر راضی ہوتا ہے اللہ نرمی پر وہ چیز عطا کرتا ہے جو سختی پر نہیں دیتا۔ اس حدیث کی روشنی میں ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دوسرے کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے اور سختی سے پرہیز کرے کہ یہ اخلاقی تعلیم ہے۔ البتہ مجرموں کے ساتھ سختی کرنے کا حکم ہے، انہیں انکے جرم کی پوری پوری تعزیر لگنی چاہیئے۔ البتہ تعلیم، تبلیغ، تجارت، میل جول اور عام معاملات میں اللہ کے نزدیک نرمی کا برتاؤ ہی پسندیدہ ہے لہذا حتی الامکان ایک دوسرے کے ساتھ نرمی اور بردباری کا سلوک کرنا چاہیئے۔

گناہ پر فوری سزا اچھی بات ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مُغَفَّلٍ اَنَّ رَجُلاً لَقِیَ امْرَأَۃً کَانَتْ بَغِیًّا فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَجَعَلَ یُلَاعِبُھَا حَتّٰی بَسَطَ یَدَہٗ اِلَیْھَا فَقَالَتِ الْمَرْأَۃُ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ ذَھَبَ بِالشِّرْکِ وَقَالَ عَفَّانُ مَرَّۃً ذَھَبَ بِالْجَاھِلِیَّۃِ وَجَاءَنَا بِالْاِسْلَامِ فَوَلَّی الرَّجُلُ فَاَصَابَ وَجْھَہُ الْحَائِطُ فَشَجَّہٗ ثُمَّ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ..... الخ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ایسا واقع ہوا کہ ایک شخص ایک عورت سے ملا جو زمانہ جاہلیت میں بدکار تھی لیکن بعد میں اللہ نے اسلام کی دولت سے مشرف فرمایا۔ اس آدمی نے اُس عورت سے دل لگی کرنا چاہی یہاں تک کہ اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ تو وہ عورت کہنے لگی، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالٰے نے شرک اور جاہلیت کی باتوں کو ختم کردیا ہے اور اب اسلام کا دور دورہ ہے۔ دیکھو! اسلام میں ایسی باتیں روا نہیں ہیں۔ خدا کا خوف کرو۔ عورت کے اس طرح ڈانٹ پلانے پر وہ شخص وہاں سے واپس ہوا تو راستے میں اسکا سر دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہوگیا۔ پھر وہ شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے یہ غلطی کی تھی اور میرے ساتھ یہ واقع پیش آیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنْتَ عَبْدٌ اَرَادَ اللّٰہُ بِکَ خَیْرًا۔ تم ایک ایسے آدمی ہو جس کے ساتھ اللہ تعالٰے نے بہتری کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ تم برائی سے تائب ہو گئے ہو۔ نیز فرمایا کہ جس شخص کیساتھ اللہ تعالٰے بہتری کا ارادہ کرتا ہے۔ عَجَّلَ لَہٗ عُقُوْبَۃَ ذَنْبِہٖ اس کو اسکے گناہ کی جلدی سزا کا ملنا کوئی بُری بات نہیں ہے کیونکہ جس کے ساتھ اللہ تعالٰے برائی کا ارادہ کرتا ہے اسکو جلدی سزا نہیں دیتا حتیٰ کہ قیامت کو اسے مکمل سزا بھگتنا ہوگی۔ بہر حال اگر کسی مسلمان کو

کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اسے برداشت کرتا ہے تو یہ اس کے حق میں بہتری ہوتی ہے ٹھوکر لگ گئی، گر گیا، کوئی حادثہ پیش آگیا، نقصان ہوگیا تو یہ بندے کے حق میں بہتری ہوتی ہے بشرطیکہ ایمان موجود ہو۔ بندے کے بعض مصائب اسکے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں جیساکہ حضرت عائشہ صدیقہ رض کی روایت میں ہے کہ ہر چھوٹی بڑی تکلیف کسی نہ کسی صورت میں کسی گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے حتیٰ کہ بعض آدمی دنیا سے بالکل پاک صاف ہوکر جاتے ہیں۔ بعض کی صفائی برزخ میں ہوجاتی ہے اور وہ حشر کے دن پاک صاف اٹھیں گے البتہ بعض اس دن بھی آلودہ ہونگے تو ان کا تزکیہ دوزخ میں جاکر ہوگا۔ پھر مکمل صفائی کے بعد بڑی مشکل سے جنت میں داخلہ ملیگا۔

حضرت خالدؓ اور عمارؓ کے درمیان تلخ کلامی

عَنْ خَالِدِ بْنِ وَلِيْدٍ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ كَلَامٌ فَاَغْلَظْتُ لَهٗ فِي الْقَوْلِ فَانْطَلَقَ عَمَّارٌ يَشْكُوْنِيْ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ خَالِدٌ يَشْكُوْهُ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۸۹)

حضرت خالد بن ولیدؓ اسلام کے عظیم سپہ سالار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور و معروف صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرے اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ میں نے بات کرنے میں سختی کی۔ حضرت عمارؓ نے حضور علیہ السلام کے پاس میری شکایت کی۔ اتنے میں حضرت خالدؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت خالدؓ برابر حضرت عمارؓ کے متعلق سخت الفاظ استعمال کر رہے تھے۔ اور حضور علیہ السلام خاموشی سے سن رہے تھے۔ اس دوران میں حضرت عمارؓ رونے لگے تو نبی علیہ السلام نے سر مبارک اوپر اٹھا کر فرمایا وَمَنْ عَادٰى عَمَّارًا عَادَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ اَبْغَضَ عَمَّارًا اَبْغَضَهُ اللّٰهُ جو شخص عمارؓ سے دشمنی کریگا اللہ تعالیٰ اس سے دشمنی رکھے گا اور جو عمارؓ سے بغض رکھیگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔ پھر حضرت خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں سے اس حالت میں نکلا فَمَا كَانَ شَيْءٌ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رِضَا عَمَّارٍ فَلَقِيْتُهٗ فَرَضِيَ۔ کہ میرے نزدیک حضرت عمارؓ کی رضا سے زیادہ پسندیدہ کوئی چیز نہ تھی۔ کہتے ہیں پھر میں ان سے ملا اور کہا کہ میں نے غلطی کی مجھے آپکے ساتھ اتنی سختی کا سلوک نہیں کرنا چاہیئے تھا جب حضور علیہ السلام نے تمہارے حق میں بات کی تو میرے دل میں تمہارے خلاف جو بھی کدورت تھی وہ سب دور ہو گئی اور اسکے بجائے محبت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ اب میرے دل میں تمہارے خلاف کوئی نفرت نہیں ہے۔ اتنی بات کرنے سے حضرت عمار بن یاسرؓ راضی ہو گئے۔

یہ انسانی فطرت ہے کہ ایک دوسرے کے درمیان مخالفت ہو جاتی ہے پھر حضور علیہ السلام نے حضرت عمار بن یاسرؓ کی تعریف کی تو حضرت خالدؓ بھی حقیقت کو سمجھ گئے اور اس طرح دونوں صحابیوں کی نفرت محبت میں بدل گئی۔ حضرت عمار بن یاسرؓ ضعفا میں سے تھے۔ آپکے والد اور والدہ کو کافروں نے مکہ میں ظلم کے ساتھ شہید کر دیا تھا حضرت عمارؓ نے بھی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ صحیح روایت میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ نے ان حضرات سے کچھ تلخ کلامی کی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان لوگوں کو ناراض کیا ہے۔ اگر ان کو ناراض کیا تو اللہ ناراض ہو جائیگا۔ اس پر ابو بکرؓ نے ان سے معذرت کی اور کہا کہ بھائیو تم ناراض تو نہیں ہوتے۔ ان تینوں نے کہا کہ ہم راضی ہیں، تب حضرت ابو بکرؓ کو اطمینان حاصل ہوا۔

بلا اجازت مال لینے کی ممانعت

عن مقداد بن معدی کرب قال غزوت مع خالد بن ولید الصائفة فقرم اصحابی الی اللحم فقالوا أتأذن لنا أن نذبح رمكة له قال فحبلوها فقلت مكانكم حتى آتي خالد بن وليد فاسئله عن ذلك فأتيته فأخبرته خبر اصحابي ... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد۴ صفحہ ۸۹)

مقداد ابن معدی کرب کہتے ہیں کہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی معیت میں جہاد پر تھا گرمی کا موسم تھا اور ہمارے بعض ساتھیوں کو دوران سفر گوشت کھانے کی بڑی رغبت ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا، کیا تمہاری گھوڑی کو ذبح نہ کرلیں۔ میں نے کہا کہ میں اپنے امیر سے دریافت کرلوں چنانچہ میں نے حضرت خالدؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھی گوشت کھانے کی بڑی رغبت رکھتے ہیں اور انہوں نے اس مقصد کے لیے میری اچھی گھوڑی ذبح کرنے کی اجازت طلب کی ہے حضرت خالدؓ نے کہا کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک تھا۔ وہاں پر لوگ اسی طرح بھوکے تھے۔ تو انہوں نے یہودیوں کے باڑے سے جانور پکڑ کر ذبح کرلیا۔ اس موقع پر حضور علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ جاکر لوگوں میں اعلان کردو لا يدخل الجنة الا مسلم کہ فرمانبردار آدمی کے سوا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکے گا۔ اور فرمایا کہ یہ اعلان بھی کردو کہ لوگو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم نے یہودیوں کے باڑے سے جانور پکڑ کر ذبح کیا۔ یاد رکھو لا تحل اموال المعاهدين الا بحقها۔ معاہد لوگوں کا مال تمہارے لیے حلال نہیں ہے تاوقتیکہ وہ خود تمہیں اپنی مرضی سے نہ دیں یا کسی معاہدہ کے تحت کوئی چیز حاصل کرنے کا حق ہو فرمایا کوئی شخص دوسرے کا مال زبردستی نہیں لے سکتا۔ اس وقت خیبر فتح ہو کر یہودیوں کے ساتھ باقاعدہ معاہدہ ہوچکا تھا۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاہدہ کے خلاف کوئی بات نہیں ہونی

چاہیئے اور نہ ان کی کوئی چیز انکی اجازت کے بغیر لینی چاہیئے۔

پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ یاد رکھو! وَحَرَّمَ عَلَيْكُمْ حُمُرَ الْأَهْلِيَّةِ وَالْإِنْسِيَّةِ وَخَيْلَهَا وَبِغَالَهَا وَكُلَّ ذِي نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَكُلَّ ذِي مِخْلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ۔ گھریلو گدھے، خچر اور گھوڑے بھی تمہارے لیے حرام ہیں اور جو درندہ دانتوں سے شکار کرتا ہے اور جو پرندہ پنجہ مار کر شکار کرتا ہے وہ بھی حرام ہیں البتہ گھوڑے کے متعلق دو قسم کی روایات آتی ہیں۔ حضرت جابرؓ کی روایت کے مطابق حضورؐ نے گھوڑے کا استعمال جائز قرار دیا ہے کیونکہ یہ پاکیزہ جانور ہے۔ چونکہ یہ جہاد میں کام آتا تھا اس لیے اسکو ذبح کرنے کی ممانعت کردی تاکہ اس کی کمی واقع نہ ہو جائے ورنہ اسکے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

امیر لشکر کے ساتھ خیر خواہی

عَنْ خَالِدِ بْنِ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ تَنَاوَلَ أَبُو عُبَيْدَةَ رَجُلًا بِشَيْءٍ فَنَهَاهُ خَالِدُ بْنُ وَلِيدٍ فَقَالَ أَغْضَبْتَ الْأَمِيرَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنِّي لَمْ أُرِدْ أَنْ أُغْضِبَكَ وَلٰكِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا لِلنَّاسِ فِي الدُّنْيَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۰)

حضرت ابوعبیدہؓ امیر لشکر تھے۔ انہوں نے کسی شخص کو کچھ سزا دی خالد بن ولیدؓ نے امیر کو ایسا کرنے سے منع کیا، اور کہا کہ یہ سزا بیجا ہے اور جرم سے زیادہ ہے اس پر ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے کہا کہ تم نے امیر کو ناراض کیا ہے۔ خالد بن ولیدؓ کہتے ہیں کہ میں امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے پاس گیا اور وضاحت کی کہ میں نے آپ کی ناراضگی کے لیے بات نہیں کی بلکہ میں نے تو وہ بات کی ہے جو میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سن رکھی ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو سخت تکلیف پہنچاتے ہیں قیامت والے دن ان پر سخت عذاب ہوگا مجھے خطرہ ہے کہ کہیں آپ اس وعید کی زد میں نہ آجائیں ورنہ مجھے آپکو ناراض کرنا مقصود نہیں تھا۔

مسلمانوں کا جذبۂ اطاعت

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ اسْتَعْمَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ عَلَى الشَّامِ وَ عَزَلَ خَالِدَ بْنَ وَلِيْدٍ قَالَ فَقَالَ خَالِدُ بْنُ وَلِيْدٍ بُعِثَ عَلَيْكُمْ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَالِدٌ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ نِعْمَ فَتَى الْعَشِيْرَةِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۰)

امیر المومنین عمر بن خطابؓ کی خلافت کا زمانہ تھا انہوں نے شام کے علاقے میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو امیر مقرر کیا اور انکے پیش رو حضرت خالد بن ولیدؓ کو معزول کر دیا اس تبدیلی کی کوئی خاص وجہ ہو گی حالانکہ اس وقت رومیوں کے خلاف جنگ بھی جاری تھی۔ جب خالد بن ولیدؓ کو اپنی معزولی اور ابوعبیدہ بن جراحؓ کی تقرری کا علم ہوا تو انہوں نے اسکا برا نہیں منایا نہ دل میں کوئی کدورت پیدا ہونے دی بلکہ لوگوں کے سامنے برملا کہا کہ اے لوگو! میری جگہ پر امت کے بڑے امین کو امیر مقرر کیا گیا ہے۔ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ اس امت کا سب سے بڑا امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہے۔ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ غرضیکہ حضرت خالدؓ پیچھے ہٹ گئے اور کمان حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس چلی گئی یہ وہ جذبۂ اطاعت تھا جو اسلام نے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کیا تھا۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے متعلق یہ تعریفی کلمات کہے تو ابوعبیدہؓ کہنے لگے لوگو! سن لو، تنزلی و تقرری کا حکم خلیفۃ المسلمین کا ہے اور ہم اس کی تعمیل کر رہے ہیں کیونکہ

مصلحت اسی میں ہے۔ البتہ یہ نہ سمجھنا کہ حضرت خالدؓ میں کوئی خرابی ہے جس کی وجہ سے انہیں معزول کیا گیا ہے بلکہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے ان کے برابر کا کوئی کمانڈر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپکے ہاتھ پر مسلمانوں کو فتح عطا فرماتا ہے انہوں نے اپنی ساری جائیداد اللہ کی راہ میں وقف کردی تھی آپ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان سے یہ بات بھی سنی ہے کہ خالدؓ خاندان کا بہترین نوجوان ہے وہ اپنے خاندان کے لوگوں کی خدمت کرنے میں پیش پیش رہتے تھے یہ ان دونوں کمانڈروں کا جذبہ اطاعت تھا جس کی وجہ سے اللہ نے انہیں ساری دنیا پر غالب کیا۔ اگرچہ اس وقت جنگ جاری تھی اور فتح ہونے کے قریب تھی مگر حضرت خالدؓ اپنے دل پر کوئی میل نہیں لائے اور معزولی کے حکم کو خوش دلی سے قبول کیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے حق میں کلمات خیر کہے۔



نیند کی وجہ سے نماز قضا ہو جانا

عَنْ ذِی مِخْمَرٍ وَ کَانَ رَجُلًا مِنَ الْحَبَشَةِ یَخْدِمُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنَّا مَعَهُ فِی سَفَرٍ فَاَسْرَعَ السَّیْرَ حِیْنَ انْصَرَفَ وَ کَانَ یَفْعَلُ ذٰلِكَ لِقِلَّةِ الزَّادِ فَقَالَ لَهُ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدِ انْقَطَعَ النَّاسُ وَرَاءَكَ فَحَبَسَ وَ حَبَسَ النَّاسُ مَعَهُ حَتّٰی تَکَامَلُوْا اِلَیْهِ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۰)

حضرت ذی مخمرؓ حضور علیہ السلام کے صحابی اور آپکے خدام میں سے ہیں۔ آپ حبشہ کے رہنے والے تھے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے بھتیجے تھے۔ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نجاشی فوت ہوا تو اسکا جنازہ حضور علیہ السلام نے مدینہ میں پڑھا تھا کیونکہ حبشہ میں جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں تھا۔ نجاشی نے کم وبیش تیس آدمیوں کے قافلے کے ساتھ اپنے بیٹے کو بھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا تھا مگر ان کی کشتی حادثے کا شکار ہو گئی اور وہ سب کے سب راستے میں ہی ہلاک ہو گئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچ سکے۔

یہی صحابی ذی مخمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے سفر سے واپس آ رہے تھے۔ سفر تیزی سے جاری تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش ہوتی تھی کہ واپسی کا سفر جلد از جلد طے ہو جائے کیونکہ واپسی پر عام طور پر زادِ راہ بھی کم رہ جاتا تھا اور لوگوں کو اپنے گھروں میں پہنچنے کی جلدی بھی ہوتی تھی لہذا یہ واپسی کا سفر بسرعت جاری تھا کہ ایک شخص نے عرض کیا، حضور آپ اور کچھ ساتھی تو آگے نکل آئے ہیں اور باقی لوگ ابھی پیچھے دور ہیں۔ لہذا اگر آپ مناسب سمجھیں تو کچھ دیر کے لیے رک جائیں تاکہ باقی ساتھی بھی آملیں۔ آپ نے پوچھا کیا تم کچھ دیر آرام کرنا چاہتے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا حضور! بات تو ایسی ہی ہے۔ غرضیکہ حضور علیہ السلام نے قافلے کو رک جانے کا حکم دیا۔ رات کا وقت تھا جب اترے تو آپ نے فرمایا کہ

رات کو قافلے کی حفاظت کون کریگا؟ کہیں کوئی نماز ہی نہ رہ جائے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاءَکَ ہمیں اللہ آپ پر قربان کرے اس کام کے لیے میں حاضر ہوں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنی اونٹنی کی مہار بھی میرے ہاتھ میں پکڑا دی اور فرمایا دیکھو غلط کار نہ بننا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کی مہار بھی پکڑ لی اور حضور کی اونٹنی کی بھی۔ پھر میں نے راستے سے ذرا الگ ہو کر جانوروں کو چھوڑ دیا جو وہاں چرنے لگے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ جانور میری نظروں کے سامنے ہی تو ہیں حتیٰ کہ مجھ پر نیند غالب آگئی اور میں بیٹھے بیٹھے سو گیا مجھے اس وقت پتہ چلا جب میرے چہرے پر سورج کی روشنی پڑی۔ میں نے بیدار ہو کر دائیں بائیں دیکھا تو دونوں سواریاں موجود تھیں۔ میں دونوں جانوروں کی مہاریں پکڑ کر آگے گیا تو دیکھا کہ باقی سب لوگ بھی سوئے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے ایک قریب والے آدمی سے پوچھا کیا تم لوگوں نے صبح کی نماز پڑھی ہے؟ اس نے کہا، نہیں پھر لوگوں نے ایک دوسرے کو اٹھانا شروع کر دیا اتنے میں حضور علیہ السلام بھی بیدار ہو گئے۔ آپ نے بلالؓ کو حکم دیا تو وہ اپنے برتن سے پانی لائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور پھر آپ نے بلالؓ کو آذان کہنے کا حکم دیا۔ آذان کے بعد آپ نے پہلے فجر کی دو سنتیں آرام سے ادا فرمائیں پھر آپ نے حکم دیا تو نماز کے لیے اقامت ہوئی اور پھر سب نے اطمینان کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ ایک کہنے والے شخص نے عرض کیا حضور! کیا یہ ہماری کوتاہی سمجھی جائے گی کہ ہم سو گئے اور فجر کی نماز قضا ہو گئی؟ آپ نے فرمایا نہیں قَبَضَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اَرْوَاحَنَا وَ فَرَدَّھَا اِلَیْنَا وَ قَدْ صَلَّیْنَا۔ اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا۔ پھر اس نے انہیں ہماری طرف واپس لوٹا دیا تو ہم نے نماز بھی پڑھ لی۔ لہذا یہ کوتاہی نہیں سمجھی جائے گی۔

قرآن پاک میں بھی آتا ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے تو اللہ تعالےٰ اسکی روح کو قبض کر لیتا ہے روح انسانی تو قبض ہو جاتی ہے البتہ روح حیوانی خون کے ساتھ بدستور چلتی رہتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ روح انسانی کو بھی پلٹا دیتا ہے تو انسان بیدار ہو جاتا ہے اور جس کی موت دوران خواب ہی مقدر ہوتی ہے اس کی روح کو روک لیا جاتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔ لَیْسَ فِی النَّوْمِ تَفْرِیْطٌ

یعنی نیند کے غلبہ کو انسان کی کوتاہی نہیں سمجھا جائیگا جبکہ اسکے پاس اسے بیدار کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہ ہو ایسی صورت میں وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ اسکے لیے حکم یہ ہے کہ جب بیدار ہو نماز پڑھ لے اللہ قبول کریگا۔ کوتاہی تو یہ ہے کہ آدمی بیدار ہو اور پھر اس قدر غفلت میں پڑا رہے کہ نماز کا وقت نکل جائے۔ جس شخص نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد نماز ادا کرلی اس کی قضا نہیں بلکہ ادا ہی سمجھی جائیگی۔

مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان صلح و جنگ کی پیشینگوئی

عَنْ ذِیْ مُخْمَرٍ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ سَتُصَالِحُکُمُ الرُّوْمُ صُلْحًا اٰمِنًا ثُمَّ تَغْزُوْنَ وَھُمْ عَدُوًّا فَتُنْصَرُوْنَ وَ تَسْلَمُوْنَ وَ تَغْنَمُوْنَ ثُمَّ تَنْصَرِفُوْنَ الرُّوْمَ حَتّٰی تَنْزِلُوْا بِمَرْجٍ ذِیْ تَلُوْلٍ.....الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۱)

حضرت ذی مخمر رضؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگے چل کر قربِ قیامت میں ایسا دور آئیگا کہ تم رومیوں یعنی عیسائیوں سے صلح کرو گے اس پیشین گوئی کا ذکر قیامت والی احادیث میں بکثرت آتاہے۔ دوسری روایات میں یہ بھی آتاہے کہ جب نزولِ مسیح علیہ السلام اور دجال کے خروج کا زمانہ قریب آئیگا تو اس وقت عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر بڑی تکلیفیں آئیں گی اور عیسائیوں کے ساتھ جنگیں بھی ہونگی۔ فرمایا اس وقت تم عیسائیوں کے ساتھ صلح کرلو گے توامن وامان قائم ہو جائیگا اسکے بعد تم دونوں یعنی مسلمان اور عیسائی مِلکر ایک دشمن کا مقابلہ کروگے اور اس موقع پر تمہیں فتح ہوگی اور مالِ غنیمت بھی حاصل ہو گا۔ فرمایا شام کے علاقہ میں ایک مقام مرج ہے جب عیسائی اس مقام پر پلٹیں گے تو ان میں سے ایک آدمی صلیب کو بلند کرکے نعرہ لگائیگا۔ غَلَبَ الصَّلِیْبُ. آج صلیب غالب آگئی حالانکہ مفتوحہ جنگ تو مسلمانوں اور عیسائیوں نے مل کر لڑی ہوگی۔ یہ بات مسلمانوں کو سخت ناگوار گذریگی اور ایک مسلمان اس نعرہ مارنے والے عیسائی کو قتل کردیگا۔ اس واقعہ پر طرفین میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھے گی اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان ملحمۃ الکبریٰ یعنی ایک بہت بڑی جنگ ہوگی۔ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اس قدر قتل وغارت ہوگی کہ کسی خاندان کا سو میں سے صرف ایک فرد زندہ بچے گا، باقی سب مارے جائیں گے اور یہ بھی آتا ہے کہ پچاس عورتوں پر صرف

ایک مرد نگران رہ جائیگا. پھر قریبی زمانہ میں مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا اور دجال کا خروج بھی ہوگا۔ فرمایا اس وقت سب عیسائی اکٹھے ہو جائیں گے۔ فَيَأْتُوْنَ فِيْ ثَمَانِيْنَ غَايَةً مَعَ كُلِّ غَايَةٍ عَشَرَةُ اَلْافٍ۔ ان کے پاس اسی جھنڈے ہونگے جن کے تحت وہ جنگ لڑیں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے دس دس ہزار فوج کی نفری ہوگی۔ گویا اتنی کثیر تعداد میں مسلمانوں کے خلاف پنجہ آزمائی کریں گے۔



قریش کی سیادت کا مسئلہ

عَنْ ذِي مِخْمَرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَ ھٰذَا الْاَمْرُ فِیْ حِمْیَرَ فَنَزَعَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ مِنْہُمْ فَجَعَلَہٗ فِیْ قُرَیْشٍ....... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۱)

صحابی رسول حضرت ذی مخمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خلافت اولاً عربوں کے خاندان حمیر میں رہے گی اور پھر خاندان کے بڑے بڑے بادشاہ گزرے ہیں مگر خاندانِ قریش کو زمانہ جاہلیت میں بھی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا جب قریش تجارت کے لیے رومیوں اور ایرانیوں کے علاقہ میں جاتے تھے تو ان کی عزت و احترام کی وجہ سے ان سے محصول تجارت بھی نہیں لیا جاتا تھا۔ انہیں یہ توقیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد اور خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے حاصل تھی۔ عرب کے لوگ ان سے چھیڑ چھاڑ بھی نہیں کرتے تھے دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خلافت و حکومت کا معاملہ قریش میں اس وقت تک رہیگا جب تک ان میں دو آدمی بھی باصلاحیت موجود ہونگے۔ جب اتنی اہلیت بھی نہیں رہے گی تو زمام حکومت اُن کے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ساڑھے چھ سو سال تک حکومت قریش کے پاس رہی، پہلے بنوامیہ اور پھر بنوعباس کے پاس جو حضور علیہ السلام ہی کا خاندان تھا۔

طلبِ دنیا کا فتنہ

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ وَ هُوَ حَلِيفُ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ وَ كَانَ شَهِدَ بَدْرًا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ إِلَى الْبَحْرَيْنِ يَأْتِي بِجِزْيَتِهَا ۔۔۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)

حضرت عمرو بن عوفؓ بنی عامر کے حلیف تھے اور جنگ بدر میں دیگر مسلمانوں کے ہمراہ حضور علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے گویا یہ بدری صحابی ہیں اور روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو بحرین کی طرف روانہ فرمایا جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ایک معاہدہ کے تحت جزیہ قبول کر لیا تھا۔ آپ کو فریضہ یہ سونپا گیا کہ وہاں کے لوگوں سے ٹیکس کی رقم وصول کر کے لائیں۔ اس وقت علاء بن الحضرمیؓ بحرین کے حاکم مقرر ہو چکے تھے۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ بحرین پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے مقررہ ٹیکس آپ کو بخوشی ادا کیا کیونکہ یہ ایک معاہدہ کے تحت طے ہو چکا تھا۔ آپ نے سارا مال جمع کیا اور لیکر واپس مدینہ آ گئے۔

جب انصار مدینہ میں سے مالی طور پر کمزور لوگوں کو پتہ چلا کہ حضرت ابو عبیدہؓ بحرین سے جزیہ کا مال لیکر آئے ہیں تو انکے دلوں میں بھی اس میں سے حصہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے صبح کی نماز حضور علیہ السلام کے ساتھ ادا کی اور پھر آپ کی خدمت میں پیش ہوئے آپ انکو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہؓ کے بحرین سے مال لانے کا علم ہو گیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا حضور! معاملہ تو کچھ ایسا ہی ہے اور ہم اسی مقصد کیلئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ اس مال میں سے ہمیں بھی مناسب حصہ دلا دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فَأَبْشِرُوا وَ أَمِّلُوا مَا يَسُرُّكُمْ۔ تم خوشخبری حاصل کرو اور اچھائی کی امید رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرمائیگا۔ پھر آپ نے فرمایا فَوَاللّٰهِ مَا الْفَقْرَ

اَخْشٰی عَلَیْکُمْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی اَنْ تُبْسَطَ الدُّنْیَا عَلَیْکُمْ. اللہ کی قسم میں تم پر فقر و فاقہ کا خوف نہیں کھاتا بلکہ مجھے خوف اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا پھیلادی جائیگی جیسا کہ پہلے لوگوں پر پھیلائی گئی تم بھی دنیا میں رغبت رکھنے لگو گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ پہلوں کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر دے گی۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہؓ کو جس خطرے سے آگاہ کیا تھا وہ بعینہٖ واقع ہو رہا ہے۔ آج دنیا میں کوئی فرد، قوم اور ملک فقر و فاقہ سے دوچار نہیں ہے البتہ دنیا کی آسائش اس قدر پھیلا دی گئی ہیں کہ ہر شخص انہی میں منہمک ہو کر رہ گیا ہے۔ مسلمانوں کو بھی دنیا کی محبت تباہ کر رہی ہے۔ دنیا کے ساز و سامان کی کوئی کمی نہیں مگر قرآن پاک کے فرمان کے مطابق وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّاo (الفجر - ۲۰) تم لوگ مال سے جی بھر کر محبت کرتے ہو اور بہت منہمک ہو چکے ہو۔ آج کل مسلمانوں میں ایسے ہی حلال و حرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ آج مسلمان بھی کافروں اور مشرکوں والے کام کر رہے ہیں آج دنیا کی کم و بیش پچاس اسلامی ریاستوں میں کوئی فقر و فاقہ نہیں، اللہ نے ہر چیز کی فراوانی عطا کی ہے۔ اگر ڈر ہے تو یہی کہ مسلمان دنیا کی محبت میں مبتلا ہو چکے ہیں اور دین سے بے رغبتی اختیار کر رہے ہیں۔ صحیح ایمان باقی نہیں رہا۔ نیم پختہ اور منافق قسم کے لوگوں کی بہتات ہے۔ دنیا کی حرص حد سے بڑھ چکی ہے اور یہی چیز لوگوں کو تباہ کر رہی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اسی چیز کا خطرہ محسوس کیا تھا۔

سوال کرنے کا استحقاق

عَنْ عَبْدِ الْحَمِيْدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ مُزَيْنَةَ اَنَّهُ قَالَتْ لَهُ اُمُّهُ اَلَا تَنْطَلِقُ فَتَسْاَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا يَسْاَلُهُ النَّاسُ فَانْطَلَقْتُ اَسْاَلُهُ فَوَجَدْتُهُ قَائِمًا يَخْطُبُ ..... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۸)

عبد الحمید بن جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ کے ایک صحابی کہتے ہیں کہ مجھے میری والدہ نے کہا کہ دوسرے لوگوں کی طرح تم بھی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے کچھ طلب کرو۔ حضور علیہ السلام لوگوں کو بھیڑ، بکریاں، اونٹ، غلہ یا نقدی عطا کر رہے ہیں، تم بھی جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عنایت فرما دیں گے۔ صحابی کہتے ہیں کہ جب میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت کھڑے ہو کر لوگوں کو خطاب کر رہے تھے آپ بالعموم کھڑے ہو کر ہی خطاب فرماتے تھے اور کبھی منبر پر بیٹھ بھی جاتے تھے۔ اس وقت آپ لوگوں سے یوں فرما رہے تھے مَنِ اسْتَعَفَّ اَعَفَّهُ اللّٰهُ وَ مَنِ اسْتَغْنٰى اَغْنَاهُ اللّٰهُ۔ جو شخص پاکدامن بنے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکو پاکدامن ہی بنائیگا اور جو استغنا اختیار کریگا، اللہ تعالیٰ اس کو مستغنی کر دیگا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص سوال کرنے سے گریز کرتے ہوئے اپنے جی میں مستغنی بننے کی کوشش کریگا، اللہ تعالیٰ اسے واقعی غنی بنا دیگا اور اسے سوال کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

آپ نے یہ بھی فرمایا وَمَنْ سَاَلَ النَّاسَ وَلَهُ عِدْلُ خَمْسِ اَوَاقٍ فَقَدْ سَاَلَ اِلْحَافًا۔ اور جس شخص نے اس حالت میں لوگوں سے سوال کیا کہ اس کے پاس پانچ اوقیہ چاندی کے مقدار مال موجود ہے تو اس نے گویا الحاف کے طریقے پر مانگا جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ صدقہ خیرات ان لوگوں کو بھی دیا جائے

جو اللہ کے راستے میں بند ہیں مگر لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط (البقرہ - ۲۷۳)
وہ لوگوں سے لپٹ کر اور عاجزی اور زاری کا اظہار کر کے سوال نہیں کرتے بلکہ ضرورت ہونے کے باوجود مستغنی رہتے ہیں۔ یہ پانچ اوقیہ چاندی کی مقدار اس لیے رکھی ہے کہ یہ زکوٰۃ کا نصاب ہے۔ پانچ اوقیہ (اونس) چاندی دو سو درہم کے برابر ہے اور اتنا مال رکھنے والا صاحبِ نصاب ہے جس کے لیے مانگنا روا نہیں ہے اگر مانگے گا تو الحاف کرنے والا یعنی اصرار کرنے والا ہو گا جس کو اللہ تعالٰے نے پسند نہیں کیا۔

بہرحال اپنی ماں کے کہنے پر جو صحابی حضور علیہ السلام سے کچھ سوال کرنے کے لیے آئے تھے وہ کہتے ہیں فَقُلْتُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ نَفْسِیْ لِنَاقَۃٌ لَہٗ ھِیَ خَیْرٌ مِنْ خَمْسِ اَوَاقٍ۔ کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے پاس جو ایک اونٹنی ہے وہ اکیلی پانچ اوقیہ چاندی سے زیادہ قیمتی ہے وَ لِغُلَامِہٖ نَاقَۃٌ اُخْرٰی ھِیَ خَیْرٌ مِّنْ خَمْسِ اَوَاقٍ اسکے علاوہ میرے غلام کے پاس جو اونٹنی ہے وہ بھی پانچ اوقیہ سے زیادہ قیمتی ہے پھر خود ہی کہا کہ ان حالات میں میرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کرنے کا جواز ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ سوچ کر فَرَجَعْتُ وَ لَمْ اَسْاَلْہُ۔ میں حضور علیہ السلام سے کوئی سوال کئے بغیر واپس آگیا۔ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات سمجھ گیا اور میں نے جان لیا کہ میں صاحبِ نصاب ہوں اور کوئی سوال کرنے کا حقدار نہیں ہوں میرے سوال کا جواب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب میں ہی مل گیا۔

حضرت سعد بن زرارہؓ کی بیماری اور وفات

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَۃَ وَ کَانَ اَحَدَ النُّقَبَاءِ یَوْمَ الْعَقَبَۃِ اَنَّہٗ اَخَذَتْہُ الشَّوْکَۃُ، فَجَاءَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ، فَقَالَ بِئْسَ الْمَیِّتُ لِیَھُوْدٍ مَرَّتَیْنِ سَیَقُوْلُوْنَ لَوْلَا دَفَعَ عَنْ صَاحِبِہٖ وَلَا اَمْلِکُ لَہٗ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا تَتَحَلَّنَّ لَہٗ فَاَمَرَ بِہٖ وَکُوِیَ بِخَیْطَیْنِ فَوْقَ رَاْسِہٖ فَمَاتَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۸)

حضرت اسعد بن زرارہؓ نقبائے مدینہ میں سے ہیں۔ نقباء وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضور علیہ السلام کی ہجرت مدینہ سے پہلے مدینہ سے مکہ پہنچ کر آپ پر ایمان لائے۔ یہ لوگ دو جماعتوں کی صورت میں آتے تھے۔ پہلی جماعت تو چھوٹی تھی۔ وہ ایمان قبول کر کے مدینہ واپس گئے تو دوسرے لوگوں کو بھی اسلام کی برکات سے آگاہ کیا اور اسکی دعوت دی۔ چنانچہ اگلے سال ستر افراد پر مشتمل بڑی جماعت حج کے موقع پر مکہ آئی۔ ان میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ انہوں نے منیٰ میں حضور علیہ السلام کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا اور ساتھ دعوت بھی دی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں کیونکہ یہاں آپ کی قوم آپکو بہت تنگ کرتی ہے، نیز مدینہ میں اسلام کی آبیاری کے زیادہ مواقع موجود ہیں اور ہم بھی آپ کی ہر طرح سے مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں مدینہ کی ہجرت تو پہلے سے طے تھی تاہم ان لوگوں نے آپکو دعوت دیکر آپکی حوصلہ افزائی کی اور ہجرت مدینہ کے لیے راستہ بہت حد تک صاف کر دیا۔

انہی لوگوں میں حضرت اسعد بن زرارہؓ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ اسلام کی دعوت دینے میں بڑے پیش پیش ہوتے تھے۔ چنانچہ ان کی دعوت پر حضور علیہ السلام کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی بہت سے لوگ اسلام لا چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے بھی کچھ آدمی

تبلیغ اسلام کے لیے مدینہ بھیجے تھے۔ ان کی وجہ سے بھی اسلام اور ہجرت کا کام آسان ہو چکا تھا
اتفاق کی بات ہے کہ حضور علیہ السلام کے مدینہ پہنچنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت
اسعد بن زرارہؓ کو سرخ بادہ کی بیماری لاحق ہو گئی۔ یہ عارضہ خون کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے آدمی کو
پھوڑے نکل آتے ہیں، جلد سرخ ہو جاتی ہے اور شدید بخار ہو جاتا ہے۔ نبی علیہ السلام کو اس
صحابی کی بیماری کا علم ہوا تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے۔ وہاں پر یہودیوں کی
آبادی زیادہ تھی آپ نے فرمایا کہ یہودیوں کے درمیان موت کا آنا تو بہت بری بات ہے
کیونکہ یہ لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ شخص مسلمانوں کا ساتھی ہے مگر انہوں نے اسکا علاج ہی نہیں
کیا اور یہ بیچارا فوت ہو گیا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی! میں تو کسی نفع نقصان کا مالک
نہیں ہوں۔ تکلیف اور راحت پہنچانے والی، زندہ رکھنے والی اور موت دینے والی ذات تو
اللہ تعالےٰ کی ہے البتہ ہم اپنے مسلمان بھائی کے لیے علاج معالجے کی تدبیر ضرور کریں گے
کیونکہ اللہ نے جو بھی بیماری پیدا کی ہے اس کے ساتھ اسکا علاج بھی پیدا کیا ہے اس لیے آپ
نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! علاج معالجہ کیا کرو مگر شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے گا تو تندرستی
ہو گی، ورنہ نہیں ہو گی۔ بہر حال بیماری میں علاج کرنا مستحب ہے۔

اسکے بعد حضور علیہ السلام نے اسعد بن زرارہؓ کے لیے علاج یہ تجویز کیا کہ اسکے سر میں
داغ دیا جائے۔ یہ قدیم طریقہ علاج ہے جو کم خرچ اور زود اثر بھی ہے۔ ہر معالج اپنے تجربہ کے
مطابق داغ دینے کے لیے لوہے کی سلاخ یا خاص قسم کی لکڑی استعمال کرتا ہے۔ سلاخ کو
گرم کر کے لکڑی کے جلتے ہوئے حصہ کو پھوڑے یا درد والی جگہ پر لگایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ
شفا دے دیتا ہے۔ یہ طریقہ علاج آج بھی جدید طرز پر رائج ہے۔ ہسپتالوں میں چاندی
کی سلاخ سے داغا جاتا ہے یا بجلی کے ذریعے علاج کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح
پرانے علاجوں میں سینگیاں اور پچھنے لگانا بھی ہے۔ خود حضور علیہ السلام نے بھی اپنے
لیے یہ طریق علاج اختیار کیا ہے بلکہ آپ نے تو احرام کی حالت میں بھی سینگیاں
لگوائی ہیں۔

بہر حال حضرت اسعد بن زرارہؓ کو بھی داغ دیا گیا۔ دو سلاخیں یا لکڑیاں یا ٹھیکرہ وغیرہ

گرم کرکے متاثرہ جگہ پر داغ دیا گیا، مگر اللہ کو ایسا ہی منظور تھا وہ صحت یاب نہ ہو سکے اور اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ عرب لوگ داغ دینے کے علاج کو آخری علاج سمجھتے تھے۔ جب کوئی اور تدبیر کارگر ہوتی نظر نہ آتی تو پھر یہ علاج کرتے۔ اگرچہ یہ علاج جائز ہے مگر اچھا نہیں کیونکہ اس کا تعلق آگ سے ہے۔ بہرحال حضرت اسعد بن زرارہ رضؓ ہجرت کے ابتدائی دنوں میں ہی وفات پاگئے جو کہ بڑی فضیلت والے صحابی تھے۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فصیح و بلیغ وعظ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ الْعِرْبَاضَ بْنَ سَارِيَةَ قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُوْنُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ ...... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۲۶)

عبدالرحمان بن عمرو سلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عرباض بن ساریہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا فرمائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہوتے اور ہمیں نہایت ہی فصیح و بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھیں بہ گئیں اور دل خوف زدہ ہو گئے صحابہ نے عرض کیا حضور! اِنَّ هٰذِهٖ لَمَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ۔ یہ تو ایسا وعظ و نصیحت ہے جو کوئی شخص رخصت ہوتے وقت آخری وقت میں کرتا ہے کہ شاید پھر موقع نہ مل سکے حضور! ہمیں کوئی ایسی بات بتادیں جس پر ہم عمل کریں آپ نے فرمایا قَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلَى الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا۔ میں تمہیں ایک واضح اور روشن شریعت پر چھوڑ چلا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے یعنی اس میں کوئی ایسی الجھن نہیں جس کی سمجھ نہ آسکے یا جو ناقابلِ عمل ہو لہذا یاد رکھنا۔ لَا يَزِيْغُ عَنْهَا بَعْدِيْ اِلَّا هَالِكٌ۔ میرے بعد اس شریعت سے کوئی گمراہ نہیں ہو گا مگر جو ہلاک ہونے والا ہو گا۔ دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں وَلَا يَهْلِكُ اِلَّا هَالِكٌ وہی ناکام ہوتا ہے جو تباہ ہونے والا ہو۔ جو شخص توحید کو چھوڑ کر اپنا عقیدہ خراب کرلے، ایمان اور اعمال برباد ہو جائیں تو ایسے لوگوں کے حق میں نہ سفارش کام آئے گی اور نہ ان کو کامیابی حاصل ہو گی۔ فرمایا میں ہر گنہگار کے لیے سفارش کرونگا مگر جس کو قرآن نے روک دیا ہو۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا وَمَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرَى اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ جو لوگ تم میں سے زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات دیکھیں گے۔ پارٹیاں بن جائیں گی۔ لوگ فرقوں، سیاسی اور مذہبی گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے فرمایا اس وقت فَعَلَيْكُمْ

بِمَا عَرَفْتُمْ مِنْ سُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ
تم میری سنت سے جو کچھ جانتے ہو گے اسے اپنے اوپر لازم پکڑنا، اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اس طرح تم گمراہی سے بچ جاؤ گے اور تم پر اختلافات اثر انداز نہیں ہوں گے۔ یہ چار خلفاء جو مہاجر ہیں اور آپ کے صحیح جانشین ہیں۔ ان کی سنت کے خلاف جانے والا بھی گمراہ ہو گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ دانتوں کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ پکڑنا تاکہ یہ چھوٹنے نہ پائے، اور پھر اس پر قائم رہنا۔ نیز فرمایا وَاِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ۔ اپنے آپ کو نئی نئی باتوں سے بچانا اس سے مراد دنیا کی ہر نئی بات نہیں۔ تمدن میں کوئی نئی چیز گمراہی کا باعث نہیں ہوتی۔ دنیا میں نت نئی ایجادات آ رہی ہیں جس سے انسانی زندگی میں بڑی سہولتیں حاصل ہو گئی ہیں ذرائع مواصلات ہی کو لے لیں سڑکیں، ریلیں، موٹریں، ہوائی جہاز، ذرائع ابلاغ میں لاؤڈ سپیکر ریڈیو، ٹیلی ویژن، وائرلیس ٹیلیکس، فیکس وغیرہ ہیں۔ مگر یہ چیزیں ہرگز گمراہی کا سبب نہیں البتہ نئی چیزیں گمراہی کا سبب وہ بنتی ہیں جو دین میں پیدا کی جائیں۔ لوگ ان کو دین سمجھ کر انجام دیں حالانکہ وہ بدعات ہوں۔ انہی بدعات کے متعلق نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے ہمارے طریقے کے مطابق عمل نہیں کیا وہ عمل بدعت شمار ہو کر مردود شمار ہو گا اور اس کے لیے ثواب کی بجائے گناہ لازم آئیگا۔ پھر فرمایا بدعات سے بچنا۔ فَاِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کیونکہ دین میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔ بدعت میں کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔ تمام رسوماتِ فاسدہ ثواب سمجھ کر ہی انجام دی جاتی ہیں جو کہ بیشتر بدعات اور گمراہی کی رسمیں ہوتی ہیں کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور سنتِ خلفائے راشدین کے عمل کے خلاف ہوتی ہیں۔ یہ محض رسومات ہیں جو بڑے اہتمام کے ساتھ کارِ ثواب سمجھ کر ادا کی جاتی ہیں جن میں مرنے کے بعد کی رسومات قل دسواں، چالیسواں، سالانہ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَعَلَيْكُمْ بِالطَّاعَةِ مسلمان حاکم کی اطاعت کو لازم پکڑو

اگر قرآن وسنت کے مطابق حکم دیتا ہے تو اس کو ضرور مانو اور یہ نہ دیکھو کہ حاکم کس رنگ ونسل یا کس خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا وَاِنْ عَبْدٌ حَبَشِيًّا اگر حاکم حبشی غلام بھی ہو تو پھر بھی تم پر اس کی اطاعت لازم ہے فرمایا۔ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ۔ کہ مومن کی مثال تو نکیل ڈالے ہوئے اونٹ کی سی ہے کہ اس کا مالک اسے جدھر لیجانا چاہتا ہے وہ بلا چون وچرا چلا جاتا ہے نیکی کے امور میں مومن بھی نکیل شدہ اونٹ ہے، شریعت کے مطابق حاکم جس طرف لے جائیگا اسے جانا ہوگا ہاں اگر کوئی حاکم خلاف شرع معصیت کا حکم دیتا ہے فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ پھر نہ اس کی بات سنو اور نہ مانو، البتہ جماعت سے علیحدہ ہونے کی اجازت نہیں ہے۔



ابوالاحوصؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری

عَنْ اَبِی الْاَحْوَصِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَصَعَّدَ فِیَّ النَّظَرَ وَصَوَّبَ وَقَالَ اَرَبُّ اِبِلٍ اَنْتَ اَوْ رَبُّ غَنَمٍ قَالَ مِنْ کُلٍّ قَدْ اٰتَانِیَ اللّٰہُ فَاَکْثَرَ وَاَطْیَبَ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

حضرت ابوالاحوصؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے میری طرف نظر اٹھائی اور دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ اور بھیڑ بکریاں بھی ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضور! اللہ نے مجھے ہر چیز عطا فرمائی ہے۔ فرمایا جب ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے تو پھر تم اللہ کے ساتھ شریک کیوں ٹھہراتے ہو؟ تم استرے کے ساتھ جانوروں کے کان چاک کرکے ان کو غیروں کے نام پر موسوم کر دیتے ہو حالانکہ جانوروں کو پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یاد رکھو کہ اللہ کا استرا تمہارے استرے سے زیادہ تیز ہے اور وہ تمہیں کسی وقت بھی ہلاک کر سکتا ہے۔

ابوالاحوصؓ کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! اِلٰی مَا تَدْعُوْ۔ آپ کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا اِلَی اللّٰہِ وَاِلَی الرَّحِمِ میں تو اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں کہ اس کو اختیار کرو اور شرک کو چھوڑ دو۔ نیز میں قرابتداروں کی طرف دعوت دیتا ہوں لوگ عام طور پر قطع رحمی کرتے ہیں جس کی بجائے صلہ رحمی کا درس دیتا ہوں۔ راوی بیان کرتا ہے کہ پھر میں نے عرض کیا کہ اگر میرے پاس میرا کوئی چچا زاد بھائی آکر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں قسم اٹھا کر انکار کر دیتا ہوں مگر بعد میں دے بھی دیتا ہوں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس قسم کو توڑ کر اس کا کفارہ ادا کر دو اور وہ کام کرو جو بہتر ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر تمہارے دو غلام ہیں۔ ان میں سے ایک تمہاری اطاعت کرتا ہے، خیانت نہیں کرتا، جھوٹ نہیں بولتا جب کہ دوسرا غلام خائن اور جھوٹا ہے۔ تو بتلاؤ تمہارا ان کے متعلق کیا

خیال ہے؛ وہ شخص کہنے لگا کہ دیانتدار اور سچا غلام میرے نزدیک زیادہ اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا بات سمجھ لو کہ اللہ کے نزدیک تمہاری حیثیت بھی ایسی ہی ہے اللہ کے ہاں پسندیدہ شخص وہ ہے جو سچا اور اطاعت گزار رہے اللہ تعالیٰ جھوٹے، خائن اور نافرمان کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔



حضور صلی اللہ علیہ وسلم بطور خاتم النبیین

عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ لَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِيْنَتِهِ وَسَاُنَبِّئُكُمْ بِاَوَّلِ ذٰلِكَ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى بِيْ وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَاَتْ وَكَذٰلِكَ اُمَّهَاتُ النَّبِيِّيْنَ يَرَيْنَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۲۷)

حضرت عرباض ابن ساریہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین ہوں۔ میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ آدم علیہ السلام کا جسم مبارک ابھی بن رہا تھا یعنی ابھی وہ مٹی اور گارے میں تھے۔ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ اس وقت حضور علیہ السلام کا اسم مبارک بطور خاتم النبیین لکھا ہوا تھا؟ نہیں یہ مطلب نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ بات تو تمام انبیاء کے حق میں روزِ اول سے مکتوب تھی اور اللہ تعالےٰ کے علم میں بھی تھی۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت عالم ارواح میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک پر خاص قسم کے احکام جاری تھے۔ دراصل عالم ارواح میں یا عالم مثال میں، عالم اجسام سے پہلے خاص قسم کا فیض روح مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا تھا یہ فیض کامل مکمل شکل میں ظاہر ہوا تھا اور یہ اللہ تعالےٰ کی عالم تدبیر کی طرف سے ہوا تھا اسی فیض کو نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام کا جسم مبارک بھی مکمل طور پر نہیں بنا تھا کہ میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا۔ اس عالم میں دیگر انبیاء علیہم السلام کی ارواح مبارکہ پر جو فیض ہوا تھا وہ فیض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کے واسطہ اور اس کی راہ سے ہوا تھا۔ نیز اس عالم میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی ارواح کی تربیت، تہذیب و تکمیل حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہوئی تھی صرف

اتنی ہی بات نہیں کہ آپ کی نبوت اس عالم میں پہلے مقدر کی گئی تھی یا آپ کو اس کی اطلاع پہلے دی گئی تھی اس میں تو کچھ زیادہ مدح و تعریف کی بات نہیں یہ تو دوسروں کو بھی حاصل تھی بلکہ تہذیب و تعلیم تربیت و تکمیل اور فیض رسانی کا کمال آپ کو اس عالم میں حاصل تھا۔ عالم اجسام سے پہلے۔ سوالقصہ



میدان عرفات میں قیام

عَنْ یَزِیْدَ بْنِ شَیْبَانَ قَالَ اَتَانَا ابْنُ مِرْبَعٍ الْاَنْصَارِیُّ وَنَحْنُ فِیْ مَکَانٍ مِّنَ الْمَوْقِفِ بَعِیْدٍ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ یَقُوْلُ کُوْنُوْا عَلٰی مَشَاعِرِکُمْ ھٰذِہٖ فَاِنَّکُمْ عَلٰی اِرْثٍ مِّنْ اِرْثِ اِبْرَاھِیْمَ لِمَکَانٍ تَبَاعَدَہٗ عَمْرٌو۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)

حضرت یزید بن شیبانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ابن مربع انصاریؓ صحابی رسول آئے جب کہ ہم عرفات میں ایک دور کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ میں حضور علیہ السلام کا تمہارے پاس قاصد آیا ہوں جنہوں نے حکم دیا ہے کہ اپنے اپنے ٹھکانے پر ٹھہرے رہو۔ حج کے موقع پر ہر شخص کے لیے مسجد نمرہ یا جبل رحمت کے پاس ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ دور و نزدیک جہاں کسی کو جگہ میسر آئے ٹھہر جائے۔ حج کی ادائیگی کے مختلف مقامات منجملہ منیٰ، عرفات، مزدلفہ نیز بیت اللہ شریف، طواف، سعی، قربانی، رجم جمار وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے مشاعر چلے آرہے ہیں۔ ان کو اسی طرح قائم رہنا چاہیئے۔ مشرکین نے ان میں رد و بدل کر کے خرابیاں پیدا کردی تھیں۔ اسلام نے آکر ان کو دور کردیا ہے اور تمام مشاعر کو ان کی اصلی حالت پر بحال کردیا ہے۔ اب عرفات میں جہاں کوئی چاہے ٹھہر سکتا ہے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

مالِ غنیمت میں گھوڑے کا خصوصی حصہ

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ عَمْرَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ اَرْبَعَۃُ نَفَرٍ وَمَعَنَا فَرَسٌ فَاَعْطٰی کُلَّ اِنْسَانٍ مِّنَّا سَھْمًا وَاَعْطَی الْفَرَسَ سَھْمَیْنِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۸)

حضرت ابوعمرہ اپنے صحابی باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم چار آدمی تھے اور ایک ہمارے پاس گھوڑا تھا۔ یہ کسی جہاد کا موقع تھا جس میں شرکت کے لیے جا رہے تھے۔ جب لڑائی ختم ہو گئی اور مالِ غنیمت کی تقسیم کا موقع آیا تو کل مال کا خمس یعنی پانچواں حصہ الگ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں قابلِ تقسیم تھا۔ اس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔ بہرحال مال تقسیم کرتے وقت ہر مجاہد کو ایک ایک حصہ دیا گیا اور گھوڑے کو دو حصے ملے۔ اس طرح ہر پیدل مجاہد کے ایک حصے کے مقابلے میں گھوڑے والے کو ایک حصہ اپنا اور دو حصے گھوڑے کے یعنی کل تین حصے ملے۔ ویسے عام قانون یہ ہے کہ پیدل کو ایک حصہ اور گھوڑے کے مالک کو دو حصے ملتے ہیں اور اگر گھوڑے کو انعام کے طور پر دو حصے بھی دے دیئے جائیں تو یہ بھی درست ہے کیونکہ گھوڑا جنگ میں بڑا کارآمد جانور ثابت ہوتا ہے۔ پرانے زمانے میں گھوڑے سے بڑا کام لیا جاتا تھا۔ یہ مالک کا بڑا وفادار ہے، خود سینے پر زخم کھا لیتا ہے مگر مالک کو ہر صورت بچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اب تو جنگی ساز و سامان ہی یکسر بدل چکا ہے اور گھوڑوں کی جگہ بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں نے لے لی ہے۔ تاہم اب بھی بعض پہاڑی مقامات پر گھوڑے اور خچر ہی کام دیتے ہیں۔ غرضیکہ گھوڑا ہمیشہ سے کارآمد جانور رہا ہے اور آئندہ بھی اس کی افادیت کم نہیں ہوگی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مالِ غنیمت کے مذکورہ حصے اس وقت تقسیم ہوتے ہیں

جب سپاہیوں کی تنخواہ مقرر نہ ہو بلکہ وہ اپنے راشن، سواری اور اسلحہ کے ساتھ شریک جنگ ہوں۔ پہلے زمانے میں اسی طرح ہوتا تھا اور جہاد ایک عبادت سمجھ کر کیا جاتا تھا اور اگر مجاہدین کے وظیفے بیت المال سے مقرر شدہ ہوں تو پھر سارا مال غنیمت بیت المال میں جمع ہو جائیگا اور مجاہدوں میں تقسیم نہیں ہوگا۔



ذی الجوشن کا اظہارِ تاسف

عَنْ ذِی الْجَوْشَنِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَ اَنْ فَرَغَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ بِابْنِ فَرَسٍ لِیْ فَقُلْتُ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکَ بِابْنِ الْعَرْجَاءِ لِتَتَّخِذَہٗ قَالَ لَا حَاجَۃَ لِیْ فِیْہِ.... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۴)

ذی الجوشن رضؓ صحابی رسول ہیں۔ ذی الجوشن ان کا لقب معلوم ہوتا ہے جوشن زرہ کو کہتے ہیں۔ ان کا قبیلہ بنی عامر کے ساتھ تعلق تھا۔ کہتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ بدر کی لڑائی سے فارغ ہو چکے تھے۔ میں نے عرض کیا یا محمدؐ! میں آپ کے لیے ایک بچھڑا (لنگڑی گھوڑی کا بچہ) لایا ہوں، آپ اسے قبول کر لیں اور پال لیں، یہ آپ کو کام دیگا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب یہ صاحب ابھی اسلام نہیں لاتے تھے۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے اس شخص کی پیش کش کے جواب میں فرمایا کہ مجھے تو اس بچھڑے کی ضرورت نہیں ہے ہاں اگر تم ضروری دینا چاہتے ہو تو اس کے بدلے میں مجھ سے جنگ بدر میں کافروں سے حاصل ہونے والے اسلحہ میں سے زرہ لے لو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ مجھے تو زرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے ذی الجوشن سے کہا اَلَا تُسْلِمُ کیا تم اسلام قبول نہیں کرتے؟ اگر تم ایمان لے آؤ۔ فَتَکُوْنَ اَوَّلَ ھٰذَا الْاَمْرِ تو ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جنہوں نے ابتدائی دور میں اسلام قبول کیا مگر اس شخص نے اس وقت دین قبول کرنے سے انکار کر دیا پھر وہ کہنے لگا اِنِّیْ رَاَیْتُ قَوْمَکَ قَدْ وَلَعُوْا بِکَ میں نے تو دیکھا ہے کہ آپ کی قوم قریش آپ کے سخت مخالف ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فَکَیْفَ بَلَغَکَ عَنْ مَصَارِعِھِمْ بِبَدْرٍ۔ کیا تم تک یہ اطلاع پہنچ چکی ہے کہ بدر کے مقام پر قریش کو شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ کہنے لگا ہاں مجھے یہ اطلاع مل گئی تھی۔ پھر اس نے کہا کہ اگر آپ مکے پر غالب آگئے تو کیا وہاں رہائش اختیار کر لیں گے؟

فرمایا، اگر زندہ رہا تو دیکھ لوں گا کہ کیا حالات پیش آتے ہیں ابھی تو اللہ نے قریش کو بدر کے مقام پر مغلوب کیا ہے۔ کوئی وقت آئے گا کہ تم مکے پر بھی مسلمانوں کی حکومت دیکھ لوگے اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال کو حکم دیا خُذْ حَقِيبَتَهُ الرَّجُلِ فَامْلَأْهَا مِنَ الْعَجْوَةِ۔ اس شخص کا تھیلہ لو اور اسے عجوہ کھجوروں سے بھر دو۔ یہ شخص دور سے آیا ہے نہ ہم نے اس کا تحفہ قبول کیا ہے اور نہ اس نے اسلام قبول کیا ہے تاہم ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کی جائے لہٰذا زادِ راہ کے طور پر اسے عمدہ قسم کی کھجوریں ساتھ دے دو۔

حضرت جوشن ؓ کہتے ہیں کہ جب میں واپس جانے لگا تو حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا إِنَّهُ مِنْ خَيْرِ بَنِي عَامِرٍ۔ کہ یہ شخص قبیلہ بنی عامر کا ایک اچھا آدمی ہے اگرچہ اس نے آج اسلام قبول نہیں کیا تاہم اپنی حیثیت میں یہ اچھا آدمی ہے۔ پھر راوی ذی الجوشن بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا تھا۔ اس کا گھر علاقہ غور میں تھا۔ اتنے میں ایک سوار آیا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ کہنے لگا مکہ سے میں نے پوچھا مَا فَعَلَ النَّاسُ کہ لوگوں کا کیا ہوا کہنے لگا قَدْ غَلَبَ عَلَيْهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی حضور علیہ السلام ان پر غالب آچکے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد اب یہ شہر دارالاسلام بن چکا ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت جوشن ؓ نے اپنی حالت پر سخت افسوس کا اظہار کیا کہنے لگا هَبِلَتْنِي أُمِّي میری ماں مجھے گم کر دے گویا اپنے آپ کو ملامت کی اور کہا فَوَاللّٰهِ لَوْ أُسْلِمُ يَوْمَئِذٍ ثُمَّ أَسْأَلُهُ الْحِيرَةَ لَأَقْطَعَنِيهَا اللہ کی قسم اگر میں اس دن ایمان لے آتا جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان کی دعوت دی تھی تو حضور میرے تمام مطالبات پورے فرما دیتے حتیٰ کہ اگر میں کہتا کہ ایرانیوں کے علاقہ میں حیرہ کی زمین مجھے لکھ دو تو آپ وہاں کی علمداری بھی میرے سپرد کر دیتے مگر افسوس کہ میں نے اس دن آپ کی بات نہ مانی۔ بہرحال بعد میں اس شخص نے اسلام قبول کر لیا اور اسے حضور علیہ السلام کی صحابیت کا شرف حاصل ہو گیا۔

بکری کے اگلے پائے

عَنْ اَبِیْ عُبَیْدٍ اَنَّہٗ طَبَخَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قِدْرًا فِیْہِ لَحْمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعَھَا فَنَاوَلْتُہٗ فَقَالَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعَھَا فَنَاوَلْتُہٗ فَقَالَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعَھَا فَقَالَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ کَمْ لِلشَّاۃِ مِنْ ذِرَاعٍ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ لَاَعْطَیْتَنِیْ ذِرَاعًا مَا دَعَوْتُ بِہٖ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۸۴)

صحابی رسول حضرت ابی عبیدؓ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور علیہ السلام کے لیے ہانڈی پکائی جس میں گوشت تھا جب کھانا کھانے کا وقت آیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں سے اگلا ایک پایا مجھے دے دو. ظاہر ہے کہ گوشت اور پائے اکٹھے پکائے گئے ہوں گے. بعض لوگ سری پائے علیحدہ پکا لیتے ہیں اور بعض ہر چیز اکٹھی بھی پکاتے ہیں. بہر حال یہ پائے آپ کو مرغوب تھے اور آپ نے ایک پایا طلب فرمایا. راوی کہتا ہے کہ میں نے ایک اگلا پایا نکال کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا جسے آپ نے تناول فرمایا. آپ نے پھر فرمایا کہ بکری کا ایک اگلا پایا مجھے دے دو. میں نے ایک اور پایا نکال کر پیش خدمت کر دیا. آپ نے وہ بھی تناول فرما لیا. پھر آپ نے تیسری دفعہ فرمایا کہ مجھے ایک پایا اور دے دو یعنی آپ نے تیسرا پایا بھی طلب فرمایا. اس پر میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! بکری کے اگلے پائے کتنے ہوتے ہیں؟ مطلب یہ تھا کہ اگلے اور پچھلے پائے دو دو ہی تو ہوتے ہیں اور میں نے دو ذراع یعنی اگلے دونوں پائے آپ کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں. اب تیسرا پایا تو نہیں ہے جو پیش کر دوں. اس پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے لَوْ سَکَتَّ اگر تم خاموش رہتے لَاَعْطَیْتَنِیْ ذِرَاعًا مَا دَعَوْتُ بِہٖ تو جب تک میں طلب کرتا رہتا تم مجھے دیتے رہتے یعنی بطور معجزہ کے اس میں سے پائے نکلتے رہتے۔

انصاف کی برکات

عَنْ اَبِیْ قَحْذَمٍ قَالَ وُجِدَ فِیْ زَمَنِ زِیَادٍ اَوِ ابْنِ زِیَادٍ صُرَّۃٌ فِیْھَا حَبٌّ اَمْثَالُ النَّوٰی عَلَیْہِ مَکْتُوْبٌ ھٰذَا نَبَتَ فِیْ زَمَانٍ کَانَ یُعْمَلُ فِیْہِ بِالْعَدْلِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

زیاد یا ابنِ زیاد پہلی صدی کے بڑے ظالم حاکم گزرے ہیں۔ قحذم صاحب کہتے ہیں کہ اس کے زمانے میں ایک گڑھے میں سے ایک تھیلی برآمد ہوئی جس میں کچھ چیزیں بند تھیں۔ وہ تھیلی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے پیش کی گئی۔ اس تھیلی میں فرعون کے زمانے کے مسخ شدہ اناج کا نمونہ تھا جو پتھر کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا، کچھ روپے پیسے تھے، وہ پتھر بن چکے تھے تاکہ یہ چیزیں استعمال کے قابل نہ رہیں موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لیے دعا کی تھی۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِھِمْ۔ (یونس - ۸۸) پروردگار ان کے مالوں کو مسخ کر دے۔ چنانچہ کفار کے اموال کو اس طرح مسخ کر دیا گیا کہ وہ ناقابل استعمال ہو گئے۔ بہرحال اس تھیلی سے جو گندم کے دانے برآمد ہوتے وہ لہسن کی تری جتنے موٹے تھے اس پر لکھا تھا کہ یہ دانے اس زمانے میں پیدا ہوتے جس زمانے میں دنیا میں انصاف کا بول بالا تھا۔

★

عمل صالح کی توفیق

حَدَّثَنَا جُبَيْرُ بْنُ نُفَيْرٍ اَنَّ عُمَرَ الْجُمَعِيَّ حَدَّثَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ خَيْرًا اِسْتَعْمَلَهُ قَبْلَ مَوْتِهِ فَسَاَلَهُ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ مَا اسْتَعْمَلَهُ قَالَ يَهْدِيْهِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَى الْعَمَلِ الصَّالِحِ قَبْلَ مَوْتِهِ ثُمَّ يَقْبِضُهُ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۵)

حضرت عمر جمعیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو مرنے سے پہلے اس کو عمل میں لگا دیتا ہے ایک شخص نے عرض کیا، حضور! عمل میں لگانے کا کیا مطلب ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق بہتری کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو نیک کام کرنے کی توفیق عطا کر دیتا ہے۔ وہ نیکی کے کاموں میں لگ جاتا ہے اور اس کے بعد اس کی وفات ہوتی ہے۔ یہاں پر عمل سے مراد مطلق عمل نہیں بلکہ نیکی اور اچھائی کا عمل ہے۔

فجر اور عصر کی نمازوں کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ عُمَارَةَ بْنِ رُوَيْبَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لَا يَلِجُ النَّارَ مَنْ صَلَّى قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا........ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی عمارہ بن رویبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے یہ بات سنی ہے کہ ایسا کوئی شخص دوزخ میں داخل نہیں ہو گا جس نے طلوع شمس اور غروب شمس سے پہلے نماز پڑھی ہے۔ اس سے مراد فجر اور عصر نمازیں ہیں جو علی الترتیب سورج نکلنے اور سورج غروب ہونے سے پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ اگر اس شخص نے باقی فرائض بمع فرائض نماز بھی ادا کر دیے ہیں تو وہ شخص جہنم سے مامون رہے گا۔ ہاں اگر فرائض یا دوسری نمازوں میں کوتاہی ہوتی ہے تو وہ شخص سزا پاکر جہنم سے آزاد ہو جائیگا۔

ان دو نمازوں کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کیونکہ یہ ذرا دشوار ہوتی ہیں۔ صبح کو نیند سے بیدار ہونا مشکل ہوتا ہے اور عصر کا وقت کاروبار وغیرہ کی مصروفیات کا وقت ہوتا ہے لہذا ان کے لیے زیادہ تاکید آئی ہے۔

* * *

قرض کی لازمی ادائیگی

عَنْ اَبِیْ نَضْرَۃَ عَنْ سَعْدِ بْنِ الْاَطْوَلِ قَالَ مَاتَ اَخِیْ وَتَرَکَ ثَلٰثَمِائَۃِ دِیْنَارٍ وَتَرَکَ وَلَدًا صِغَارًا فَاَرَدْتُّ اَنْ اُنْفِقَ عَلَیْہِمْ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَاکَ مَحْبُوْسٌ بِدَیْنِہٖ فَاذْھَبْ فَاقْضِ عَنْہُ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

صحابی رسول حضرت سعد بن اطولؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی فوت ہو گئے اور انہوں نے اپنے پیچھے تین سو دینار اور چھوٹے بچے چھوڑے ہیں جو اس مال کے وارث ہیں حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ یہ مال اس کے بچوں پر خرچ کر دوں۔ اس ارادہ کا ذکر جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تمہارا بھائی تو قرضہ میں گرفتار ہے لہذا پہلے اس کا قرضہ ادا کرو۔ تاکہ عالم برزخ میں اس کی رہائی ہو اور اس کے بچوں پر بعد میں خرچ کرنا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں بھائی کا قرض ادا کرنے کے بعد پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بھائی کا سارا قرضہ اتار دیا ہے۔ البتہ ایک عورت دعویدار ہے کہ اس نے بھی میرے بھائی سے ایک دینار قرض لینا ہے آپ نے فرمایا یہ عورت سچ کہتی ہے اس کا قرضہ بھی ادا کرو۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ اس عورت کو بھی میں نے ایک دینار دے دیا۔

قرضہ ایسی خطرناک چیز ہے کہ انسان آگے جا کر ماخوذ ہو جاتا ہے یہ حقوق العباد میں داخل ہے یہی وجہ ہے کہ وراثت تقسیم کرنے وقت سب سے پہلے قرض ادا کیا جاتا ہے۔ قرآن میں موجود ہے کہ کوئی لین دین ہے تو اس کو پہلے نمٹاؤ۔ اس کے بعد میت نے اگر کوئی وصیت کی ہے تو اس کو پورا کرو۔ مرنے والے کے کفن دفن کا انتظام بھی اس کے ترکہ سے ہونا چاہیئے۔ ہاں! اگر کوئی دوسرا رضامندی کے ساتھ کر دے تو یہ بھی درست ہے۔

گویا خرچ کی ترتیب اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے مرنے والے کا کفن دفن، پھر قرض کی ادائیگی، پھر وصیت کی تکمیل اور اس کے بعد جو بچ جاتے وہ ورثاء میں حصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مردے کے قرض کی ادائیگی کی بجائے اس کا مال رسومات باطلہ از قسم تیجا، دسواں، جمعرات، چالیسواں وغیرہ میں خرچ کر دیا جاتا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔



بخشش کا پروانہ

حَدَّثَنِیْ حَنْظَلَۃُ بْنُ عَلِیٍّ اَنَّ مِحْجَنَ بْنَ الْاَدْرَعِ حَدَّثَہٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَاِذَا ھُوَ بِرَجُلٍ قَدْ قَضٰی صَلَاتَہٗ وَھُوَ یَتَشَھَّدُ وَھُوَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

حنظلہ بیان کرتے ہیں کہ محجن ابن الادرعؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام مسجد میں داخل ہوتے تو دیکھا کہ ایک شخص نماز ختم کرنے کے بعد اس طرح دعا کر رہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِاللّٰہِ الْوَاحِدِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ اے اللہ! میں تیرے نام پاک کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جو کہ اکیلا، یگانہ، بے نیاز ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کی برابری کا بھی کوئی نہیں۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف کر دے کیونکہ تو بہت بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ حضورؐ نے تین دفعہ فرمایا کہ اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف کر دیا۔ اس شخص نے پاکیزہ جذبات اور پاکیزہ کلمات کے ساتھ دعا مانگی تو اللہ نے بخشش کا پروانہ جاری کر دیا۔ کس قدر خوش قسمت لوگ تھے جن کو دنیا میں ہی بخشش کی بشارت مل گئی۔

خلاصی کا دن

عَنْ مُحْجَنِ بْنِ الْاَدْرَعِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ یَوْمُ الْخَلَاصِ ثَلَاثًا فَقِیْلَ لَہٗ وَمَا یَوْمُ الْخَلَاصِ قَالَ یَجِیْءُ الدَّجَّالُ فَیَصْعَدُ اُحُدًا فَیَنْظُرُ الْمَدِیْنَۃَ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

حضرت محجن ابن الادرع ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اس دوران میں آپ نے فرمایا یَوْمُ الْخَلَاصِ یعنی رہائی کا دن یا خلاصی کا دن۔ پھر آپ نے تین دفعہ فرمایا، یوم الخلاص کیا ہے ؟ کسی نے عرض کیا، حضور! آپ ہی بتائیں کہ خلاصی کا دن کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا اس دن دجال کا خروج ہو گا۔ وہ احد پہاڑ پر چڑھ کر مدینے کی طرف دیکھے گا اور اپنے حواریوں سے کہے گا۔ اَتَرَوْنَ ھٰذَا الْقَصَرَ الْاَبْیَضَ۔ کیا تمہیں یہ سفید محل نظر آرہا ہے ھٰذَا مَسْجِدُ اَحْمَدَ۔ یہ مسجد نبوی ہے پھر وہ مدینہ طیبہ کی طرف آئیگا مگر شہر میں داخل نہیں ہو سکے گا، بلکہ مدینہ کے تمام راستوں پر فرشتوں کو تلواریں سونتے کھڑے پائیگا جو اسے شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے حضور علیہ السلام کا فرمان بھی ہے کہ دجال مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، باقی ہر مقام پر فساد کریگا اس کے بعد دجال وادی جلف کی کلر والی زمین میں جائیگا اور وہاں پر اپنا خیمہ گاڑ دیگا۔ اس دوران میں شہر مدینہ میں زلزلے کے تین جھٹکے بھی آئیں گے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام منافق اور فاسق لوگ شہر سے نکل کر دجال کے خیمے کی طرف چلے جائیں گے۔ فرمایا یہی خلاصی کا دن ہے۔

دوسری روایت میں اسی صحابی کا بیان ہے کہ حضور نے اس وقت میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور پھر مسجد میں داخل ہوئے ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا خاموش رہو اس کو نہ بتلانا یہ اچھا آدمی ہے اگر اس کو پتہ چل گیا کہ اس کی تعریف ہوئی ہے تو یہ اترانہ جانے اور اس کی تعریف اسے تباہ نہ کر ڈالے۔ وہاں سے حضور علیہ السلام اپنی بعض ازواج

کے گھروں میں تشریف لاتے اور پھر فرمایا اِنَّ خَیْرَ دِیْنِکُمْ اَیْسَرُهٗ اِنَّ خَیْرَ دِیْنِکُمْ اَیْسَرُهٗ۔ تمہارے دین کی بہتری آسانی میں ہے۔ آپ نے یہ جملہ دو دفعہ فرمایا دینِ اسلام کی بہتری کی یہی علامت ہے کہ اللہ نے اس میں بہت سی آسانیاں پیدا کی ہیں۔

نماز پڑھنے کے بعد جماعت میں شمولیت

عَنْ بِشْرِ بْنِ الْمِحْجَنِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَحَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ فَصَلّٰی فَقَالَ لِیْ اَلَا صَلَّیْتَ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ صَلَّیْتُ فِی الرَّحْلِ ثُمَّ اَتَیْتُکَ قَالَ فَاِذَا فَعَلْتَ فَصَلِّ مَعَھُمْ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۸)

حضرت محجن ابن الادرع روایت بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے نماز پڑھی اور مجھ سے فرمایا کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ میں نے عرض کیا کہ میں تو اپنے ٹھکانے پر نماز پڑھکر آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جب ایسا واقعہ پیش آجائے اور تم مسجد میں آجاؤ تو جماعت کے ساتھ شریک ہو جاؤ کہ تمہاری یہ نماز نفل تصور ہو گی۔ کیونکہ فرض تو تم پہلے ہی ادا کر چکے ہو۔

اس قسم کے حالات ظہر اور عشاء کی نمازوں سے متعلق پیش آسکتے ہیں کیونکہ ان نمازوں کے فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کی گنجائش ہوتی ہے۔ فجر اور عصر کے بعد کوئی نفل نماز نہیں ہے لہذا اُن اوقات میں نماز دوبارہ نہیں پڑھنی چاہیئے۔

ناپسندیدہ لباس

عَنْ ضَمْرَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ اَنَّهُ اَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّتَانِ مِنْ حُلَلِ الْيَمَنِ فَقَالَ يَا ضَمْرَةُ اَتَرٰى ثَوْبَيْكَ هٰذَيْنِ مُدْخِلَيْكَ الْجَنَّةَ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۹)

حضرت ضمرہ بن ثعلبہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں نے یمن کا بنا ہوا سوٹ پہن رکھا تھا۔ ایک ہی رنگ کے دو کپڑے ہوں تو اس کو حُلہ کہتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے میرا لباس دیکھ کر فرمایا، کیا تم خیال کرتے ہو کہ تمہارے یہ دو کپڑے تمہیں جنت میں داخل کر دیں گے؟ حضرت ضمرہؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو عرض کیا۔ لَئِنِ اسْتَغْفَرْتَ لِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَقْعُدُ حَتّٰى اَنْزِعَهَا عَنِّيْ۔ حضور! میرے لیے بخشش کی دعا کریں اور مجھے موقع دیں کہ میں یہ سوٹ اتار دوں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِضَمْرَةَ بْنِ ثَعْلَبَةَ۔ اے اللہ ضمرہ بن ثعلبہؓ کو معاف کر دے اس کے بعد حضرت ضمرہؓ جلدی جلدی اپنے ٹھکانے پر پہنچے اور وہ لباس اتار دیا۔ ہو سکتا ہے کہ ان کپڑوں کا رنگ اچھا نہ ہو جو مردوں کے لیے ناپسندیدہ ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کپڑے ریشمی ہوں جو کہ مردوں کے لیے حرام ہیں۔ الغرض! حضور نے اس لباس کو ناپسند فرمایا تو صحابیؓ نے فوراً اتار دیا۔

حج کے بعد مکہ میں مختصر قیام

عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَضْرَمِيِّ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَمْكُثُ الْمُهَاجِرُ بِمَكَّةَ بَعْدَ قَضَاءِ نُسُكِهِ ثَلَاثًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۹)

حضرت علاء بن حضرمیؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو لوگ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے ہیں جب وہ حج کے لیے مکہ آئیں تو ارکان حج کی ادائیگی کے بعد یہاں تین دن سے زیادہ نہ ٹھہریں۔ یہ خصوصی حکم مہاجرین کے لیے تھا۔ اللہ کے ہاں ہجرت کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ حضور علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ اگر مہاجرین مکہ میں زیادہ قیام کریں گے اور ان میں سے کسی کا یہیں انتقال ہو گیا تو ان کی ہجرت مکمل نہیں ہو گی اور وہ اس خصوصی اجر سے محروم رہ جائیں گے۔ ایک شخص منیٰ یا عرفات میں اونٹنی سے گر کر فوت ہو گیا اور وہیں دفن ہوا تو حضور نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ یہ شخص ہجرت کے اجر سے محروم رہا یا اس کا اجر کم ہو گیا جو کہ خسارے کا سودا ہے۔ اسی لیے آپ نے تکمیل حج کے بعد تین دن سے زیادہ مکہ میں ٹھہرنے سے منع فرما دیا، چنانچہ مہاجرین اس حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ تاہم باقی لوگوں کے لیے یہ پابندی نہیں تھی، وہ زیادہ دن بھی ٹھہر سکتے تھے۔

وضو کے بعض لوازمات

عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَوَضَّاْتَ فَانْتَثِرْ وَاِذَا اسْتَجْمَرْتَ فَاَوْتِرْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۹)

حضور علیہ السلام کے صحابی سلمہ بن قیسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تو وضو کرے تو ناک جھاڑ اور جب تو استنجا کرے تو طاق ڈھیلے استعمال کر۔ وضو کرتے وقت ناک میں پانی ڈالنا اور جھاڑنا سنت ہے تاکہ ناک کے اندر کی آلائش نکل جائے یہ شیطان کا اڈہ ہوتا ہے، اس کے نکل جانے سے شیطان کے وساوس بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ طاق ڈھیلوں کے ساتھ استنجا پاک کرنے کا ہے کہ یہ بھی مستحب ہے ہاں اگر آلائش زیادہ پھیلی ہوئی ہو تو ڈھیلوں کے استعمال کے بعد پانی بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ آج کل کی مرغن غذاؤں کے پیش نظر پانی کا استعمال فقہاء کے نزدیک واجب ہے۔ ہاں اگر ڈھیلے اور پانی دونوں چیزیں استعمال کر لی جائیں تو مزید طہارت حاصل ہو جائے گی۔ شہری زندگی میں چونکہ فلش سسٹم اور وافر پانی مہیا ہوتا ہے۔ اس لیے صرف پانی کا استعمال ہی درست ہے۔ اس سے بھی اچھی طرح طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر چار نصائح

عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ قَیْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ اِنَّمَا ھُنَّ اَرْبَعٌ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا تُسْرِفُوْا وَلَا تَزْنُوْا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۹)

حضرت سلمہ بن قیس اشجعیؓ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر راستہ چلتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بہت سے احکام سکھاتے تھے۔ آپ نے بعض احکام ذوالحلیفہ کے مقام پر، بعض مکہ میں داخلہ کے وقت، بعض قیام منیٰ کے دوران اور بعض احکام خطبۂ حج میں ارشاد فرماتے۔ اس حدیث مبارکہ میں آپ نے چار احکام صادر فرمائے ہیں کہ ان کا خاص طور پر خیال رکھو۔

۱۔ لَا تُشْرِکُوْا بِاللّٰہِ شَیْئًا۔ فرمایا اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ یہ دین کا بنیادی اصول ہے شرک کسی قسم کا بھی ہو یہ تمام نیک اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور یہ ایسا بڑا جرم ہے جس کے متعلق اللہ کا واضح فرمان موجود ہے کہ وہ شرک کو معاف نہیں کریگا اس کے علاوہ جونسا گناہ چاہے معاف کر دے۔ قرآن پاک میں شرک سے بچنے کے لیے بار بار تاکید کی گئی ہے۔

۲۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ جس جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔ جائز قتل تین ہیں۔ یعنی دوران جنگ کافروں کو مارنا، قصاص میں قتل کرنا اور محصن زانی کو بھی سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ ان تین کے علاوہ کسی کو قتل کرنا قتل ناحق شمار ہوتا ہے جس سے اللہ نے منع فرمایا۔

۳۔ وَلَا تُسْرِفُوْا۔ فرمایا فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں انسان اسی فضول خرچی کی وجہ سے طرح طرح کی مالی مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس زمانہ میں باطل

رسم ورواج خواہ وہ شادی کی ہوں یا موت کی یا کوئی دیگر تقریبات ہوں، سب فضول خرچی میں آتی ہیں، لہٰذا اِن سے بچنا چاہیئے۔

۴۔ وَلَا تَزْنُوْا۔ فرمایا چوتھی بات یہ ہے کہ زنا سے بچ جاؤ۔ بدکاری نہایت ہی قبیح فعل ہے جس کے متعلق فرمایا اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً۔ یہ نہایت ہی بے حیائی کی بات ہے جس سے انسانی نسل خراب ہو جاتی ہے۔

بہرحال حضور علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے ایک موقع پر ان چار باتوں کا خصوصی ذکر فرمایا۔



کلمات اذان کا دہرانا

حَدَّثَنِیْ عِیْسَی ابْنُ طَلْحَۃَ قَالَ دَخَلْنَا عَلٰی مُعَاوِیَۃَ فَنَادَی الْمُنَادِیْ بِالصَّلٰوۃِ فَقَالَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ.........الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۱)

حضرت عیسٰی بن طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امیر معاویہؓ کے پاس گئے اس وقت مؤذن نے نماز کے لیے اذان کہی جب مؤذن نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو امیر معاویہؓ نے بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ پھر مؤذن نے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا تو امیر معاویہؓ نے بھی یہ کلمہ دہرایا جب مؤذن نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا تو امیر نے بھی یہی الفاظ کہے۔ پھر جب مؤذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے کلمات بلند کئے تو امیر معاویہ نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں کو بتایا ھٰکَذَا سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ کہ میں نے نبی علیہ السلام کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے کہ یہی سنت طریقہ ہے اس کے علاوہ فجر کی نماز میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہنا چاہیئے۔ مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آذان کے اختتام پر درود شریف پڑھ کر حضور علیہ السلام کے لیے وسیلہ کی دعا اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ.......الخ کرنی چاہیئے۔

عورتوں کا مصنوعی بال لگانا

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ قَالَ قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِيْنَةَ فَخَطَبَنَا وَاَخْرَجَ كُبَّةً مِنْ شَعْرٍ فَقَالَ مَا كُنْتُ اَرَى اَنَّ اَحَدًا يَفْعَلُهُ اِلَّا الْيَهُوْدَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَغَهُ فَسَمَّاهُ الزُّوْرَ اَوِ الزُّوْرَ شَكَّ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۱)

حضرت سعید ابن مسیبؒ تابعین میں سے عظیم شخصیت ہیں۔ صحابہؓ کے شاگردوں میں سے عظیم ہستی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ شام سے مدینہ منورہ آتے انہوں نے ہمیں خطبہ دیا اور دوران خطبہ بالوں کا ایک گچھ نکالا۔ یہ عورتوں کے سروں کے بال تھے جو دوسری عورتیں حاصل کرکے اپنے سروں پر لگاتی تھیں تاکہ ان کے بال لمبے معلوم ہوں۔ آج کل کی اصطلاح میں اس چیز کو وگ کہتے ہیں جو عورتیں بھی لگاتی ہیں اور بعض کم بالوں والے مرد بھی لگا لیتے ہیں، تو حضرت امیر معاویہؓ نے وہ وگ ہاتھ میں پکڑ کر کہا کہ میرا خیال تھا کہ اس قسم کی حرکت کوئی یہودی عورت ہی کرتی ہوگی، مسلمان عورتیں تو یہ قبیح کام نہیں کرسکتیں۔ پھر انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ ایسی بات حضور علیہ السلام تک پہنچی کہ عورتیں ایک دوسری کے بال لگا لیتی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹا فیشن ہے مصنوعی اور حرام ہے۔ انسانوں کے بالوں کی بجائے ریشم یا اون کا پراندہ بنا کر لگایا جاسکتا ہے۔

تعظیم کے لیے کھڑا ہونا ممنوع ہے

عَنْ حَبِیْبِ بْنِ الشَّہِیْدِ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا مِجْلَزٍ قَالَ دَخَلَ مُعَاوِیَۃُ عَلٰی عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ الزُّبَیْرِ وَ ابْنِ عَامِرٍ قَالَ فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَلَمْ یَقُمِ ابْنُ الزُّبَیْرِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۱)

حبیب ابن شہید کہتے ہیں کہ میں نے ابو مجلز کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ عبداللہ بن زبیرؓ (صحابی) اور ابن عامرؒ (تابعی) کے پاس آئے۔ ابن عامر کسی زمانہ میں بصرہ کے گورنر بھی رہے تھے۔ تو جب امیر معاویہ آئے تو ابن عامر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور عبداللہ بن زبیرؓ بیٹھے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے کھڑا نہ ہونے کے سلسلہ میں یہ حدیث سنائی کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَمَثَّلَ لَہٗ عِبَادُ اللّٰہِ قِیَامًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ ۔ جو شخص اس چیز کو پسند کرتا ہے کہ اللہ کے بندے یعنی لوگ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں تو وہ آدمی اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کر لے کسی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا عجمیوں کا طریقہ ہے جو کہ ممنوع ہے۔ دوسری صحیح حدیث میں موجود ہے کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہؓ کی مجلس میں تشریف لاتے تو صحابہ کرامؓ آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ نبی علیہ السلام اس چیز کو پسند نہیں کرتے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ وعید اس شخص کے لیے ہے جو چاہتا ہے کہ لوگ اس کے آنے پر تعظیماً کھڑے ہو جائیں اس دور کے امراء اور بڑے بڑے افسر اپنے ماتحتوں سے توقع رکھتے ہیں اور اگر کوئی ان کی مطلوبہ تعظیم نہیں کرتا تو وہ دل میں بغض رکھتے ہیں کہ فلاں شخص ہماری قدر دانی نہیں کرتا بلکہ گستاخی تک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور پھر اسے کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتے یا اس کا حق بھی غصب کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ایسے شخص کو بلاشبہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرنا چاہیئے۔ ہاں اس قسم کے خیال کے بغیر

اگر کوئی شخص کسی بزرگ یا بڑے آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے ناجائز اس وقت ہوگا جب کسی بڑے آدمی کا ذہن پراگندہ ہو اور وہ خود تعظیم کرانا چاہتا ہو۔ اس اصول کی بنا پر اگر استاد کے آنے پر شاگرد کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی درست ہے کہ یہ شاگردوں کی طرف سے حسنِ عقیدت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بعض چیزوں کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ شَیْخٍ الْهُنَائِیِّ قَالَ کُنْتُ فِیْ مَلَاٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مُعَاوِیَةَ فَقَالَ مُعَاوِیَةُ اَنْشُدُکُمُ اللّٰهَ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ قَالُوْا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۲)

ایک بزرگ شیخ ہنائی کہتے ہیں کہ میں امیر معاویہؓ کی مجلس میں موجود تھا وہاں کئی دوسرے صحابہ بھی جمع تھے۔ امیر معاویہؓ نے ان سے کہا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضور علیہ السلام نے مردوں کو ریشمی لباس پہننے سے منع فرمایا ہے؟ وہاں پر موجود لوگوں نے تصدیق کی کہ واقعی اللہ کے رسول نے مردوں کو ریشم کا لباس پہننے سے منع فرمایا ہے اس پر امیر معاویہؓ نے کہا اَنَا اَشْهَدُ کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے اس چیز سے منع فرمایا ہے۔

پھر امیر معاویہؓ دوبارہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ کے رسول نے نَهٰی عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ اِلَّا مُقَطَّعًا۔ کیا حضور علیہ السلام نے مردوں کو سونے کے زیور پہننے سے بھی منع فرمایا ہے مگر چھوٹے ٹکڑے سے یعنی کوئی تار وغیرہ جس سے کسی دانت یا عضو وغیرہ کو جوڑا جاتا ہے۔ (واللہ اعلم) لوگوں نے کہا! حضور نے اس سے بھی منع فرمایا ہے۔ دوسری حدیث میں تصریح موجود ہے۔ کہ سونے کے برتن استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے اس پر امیر معاویہؓ نے بھی تصدیق کی اور کہا کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو سونے کے زیور پہننے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ کا لوگوں سے تیسرا سوال یہ تھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے نبی نے نَهٰی عَنْ رُکُوْبِ النُّمُوْرِ چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے منع کیا ہے؟ لوگوں نے پھر تصدیق کی کہ ہاں! ہم نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث سنی ہے۔ امیر معاویہؓ کہنے لگے کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضور نے اس سے

بھی منع کیا ہے

چیتے یا شیر کی دباغت شدہ کھال پاک ہوتی ہے اور اس پر نہ صرف بیٹھنا بلکہ نماز پڑھنا بھی درست ہے کیونکہ ہر جانور کی کھال رنگنے کے بعد پاک ہو جاتی ہے سوائے خنزیر اور انسان کی کھال کے۔ انسان کی کھال اگرچہ پاک ہے مگر اس کا استعمال کسی طرح بھی حلال نہیں۔ اور خنزیر کی کھال تو کسی صورت میں بھی پاک نہیں ہوتی کیونکہ اللہ نے اسے رجس (ناپاک) فرمایا ہے۔ تاہم اس حدیث کی رو سے چیتے کی کھال پر بیٹھنا درست نہیں کیونکہ طبرانی شریف کی روایت کے مطابق چیتے یا شیر کی کھال پر بیٹھنے سے طبیعت میں تکبر پیدا ہوتا ہے۔

پھر حضرت امیر معاویہؓ نے لوگوں سے پوچھا، بھلا بتلاؤ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نَہٰی عَنِ الشُّرْبِ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ حضور نے چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع فرمایا ہے اس پر حضرت امیر معاویہؓ کہنے لگے۔ وَ اَنَا اَشْہَدُ کہ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ حضور نے اس سے منع کیا ہے۔ چاندی کے برتن میں پانی پینا یا کھانا کھانا یا کسی اور استعمال میں لانا ایک ہی بات ہے لہذا چاندی کے برتنوں کا استعمال کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں ہے۔ عورتوں کو صرف سونے چاندی کے زیورات استعمال کرنے کی اجازت ہے جب کہ مردوں کے لیے یہ بھی روا نہیں۔ عورتوں کے لیے زیورات کے علاوہ پاندان، سلائی یا زینت کا کوئی دوسرا سامان بھی جائز نہیں کیونکہ یہ بھی استعمال میں آتا ہے۔

دین کی سمجھ انعام الٰہی ہے

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍ خَيْرًا فَقَّهَهُ فِي الدِّيْنِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۲)

امیر معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے دین کی طرف رہنمائی حاصل ہو جانا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ انسان دین کے مسائل کو سمجھنے لگتا ہے۔ وہ حلال حرام اور جائز ناجائز میں تمیز کر سکتا ہے اور پھر اس سمجھ کی وجہ سے دین کے احکام پر ٹھیک ٹھیک عمل پیرا ہو جاتا ہے اگر کوئی شخص دین کی صحیح سمجھ ہی نہیں رکھیگا تو وہ توحید کی بجائے شرک کو اختیار کریگا اور سنت کی بجائے بدعات پر عمل کرنے لگے گا صحیح سمجھ والا آدمی ہی حق اور ناحق کی پہچان کر سکتا ہے اور وہی کفر اور شرک کو چھوڑ کر توحید اور سنت پر پر عمل کر سکتا ہے اسی لیے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ کسی کے ساتھ اچھائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

ذکرِ الٰہی کے فیوض و برکات

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِیَۃُ عَلٰی حَلْقَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا اَجْلَسَکُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ آللّٰہِ مَا اَجْلَسَکُمْ اِلَّا ذَاکَ قَالُوْا آللّٰہِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذَاکَ ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۲)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت امیر معاویہ مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں ایک حلقہ کو جمع پایا۔ آپ نے پوچھا کہ تمہیں یہاں کس چیز نے بٹھایا ہے وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے یہاں بیٹھے ہیں۔ امیر معاویہؓ نے اُن لوگوں کو قسم دلا کر پوچھا کہ کیا تم واقعی محض ذکر الٰہی کے لیے جمع ہوئے ہو تو انہوں نے قسم اٹھا کر کہا کہ ہم صرف اسی مقصد کے لیے حاضر ہوئے ہیں اس پر امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے کہا کہ میں نے تم کو قسم اس لیے نہیں اٹھوائی کہ تم پر کوئی تہمت لگا رہا ہوں یا تمہاری بات میں مجھے کوئی شک ہے کہنے لگے کہ بات دراصل یہ ہے کہ میں دوسرے لوگوں کی نسبت حضور علیہ السلام کی احادیث کو بہت ہی کم بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک دفعہ اسی طرح بعض اصحاب رسول مسجد میں حلقہ باندھے بیٹھے تھے کہ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس کی تعریف بیان کر رہے ہیں جس نے ہمیں اسلام کا راستہ بتلایا۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ یہ سن کر حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا کیا تم اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہو کہ تم صرف اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہو؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہم اسی مقصد کے لیے بیٹھے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں نے تم کو اس لیے قسم نہیں دلائی کہ میں تم پر کوئی تہمت لگا رہا ہوں یا شک کر رہا ہوں، بلکہ بات یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور پیغام دیا۔ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاھِیْ بِکُمُ الْمَلٰئِکَۃَ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس ذکر کی وجہ سے

فرشتوں کے مقابلے میں تم پر فخر کرتا ہے کہ دیکھو میری مخلوق کس قدر خلوص اور حسن نیت کے ساتھ میرا ذکر کر رہی ہے اور میری حمد و ثنا بیان کر رہی ہے۔

ذکر الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، قرآن پاک کی تلاوت، استغفار، درود شریف کا ورد، درس قرآن وغیرہ شامل ہیں۔ وعظ و نصیحت کی مجلس بھی ذکر الٰہی کا ہی ایک حصہ ہے جس سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ حدیث پاک کا درس و تدریس اور تعلیم و تعلم بھی ذکر میں شامل ہے۔ تاہم ان اذکار کا فائدہ اسی صورت میں ہوگا جب انسان میں ایمان اور اخلاص موجود ہو، اس کی نیت صاف ہو اور اس میں کسی قسم کی طلب یا ریا کاری کا شائبہ تک نہ ہو ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ جب لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو زمین سے لے کر آسمان تک فرشتے احاطہ کرتے ہیں اور ذاکرین رب العزت کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور ذکر کرنے والوں پر برابر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ ذکر الٰہی اتنی اعلیٰ چیز ہے اور اس کے یہ فیوض و برکات ہیں۔

بعض اقوال زریں

عَنْ مَعْبَدِ الْجُهَنِيِّ قَالَ كَانَ مُعَاوِيَةُ قَلَّمَا يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا وَيَقُولُ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ قَلَّمَا يَدَعُهُنَّ أَوْ يُحَدِّثُ بِهِنَّ فِي الْمَجْمَعِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۲)

معبد جہنی کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ احادیث بیان کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے لہٰذا بہت کم حدیثیں بیان کرتے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی روایت حدیث میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے کہ کہیں حضور علیہ السلام کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے متعلق آتا ہے کہ حدیث بیان کرتے وقت ان کے پسینے چھوٹ جاتے تھے کہ کہیں کوئی لفظ آگے پیچھے نہ ہو جائے۔ تو امیر معاویہؓ نے یہ حدیث مجمع میں بیان فرمائی کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام منبر پر تشریف فرما تھے جب کہ آپ نے یہ بات بیان فرمائی۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات بیان فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔ اے اللہ جو چیز تو دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو چیز تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور تیرے سامنے کسی بخت والے کا بخت یا کسی کوشش کرنے والے کی کوشش کچھ کام نہیں دیتی آپ یہ کلمات نماز کے بعد بھی دہرایا کرتے تھے اور مجمع میں بھی آپ نے ان کا اعادہ کیا۔

آپ نے تیسری بات یہ فرمائی کہ اِنَّ ھٰذَا الْمَالَ حُلْوٌ خَضِرٌ دنیا کا یہ مال میٹھا

اور سرسبز ہے جس طرح کوئی جانور سرسبز گھاس کو ذوق وشوق کے ساتھ کھاتا اور بعض اوقات زیادہ کھا کر ہلاک بھی ہو جاتا ہے اسی طرح یہ انسان دنیا کے مال پر بے دریغ جھپٹ پڑتے ہیں حتّٰی کہ اسی کی وجہ سے بعض ہلاک بھی ہو جاتے ہیں تاہم اس مال کے متعلق فرمایا۔ فَمَنْ يَّاْخُذْهُ بِحَقِّهٖ يُبَارَكْ لَهٗ فِيْهِ۔ جو شخص اس مال کو صحیح طریقے سے حاصل کرتا ہے تو اللہ کی جانب سے اس مال میں برکت عطا کی جاتی ہے۔ البتہ جو شخص اس مال کو ناجائز طریقے سے حاصل کرتا ہے اور پھر غلط راستے پر خرچ کرتا ہے تو اس کی مثال اس جانور کی ہے جو سبز چارہ دیکھ کر بسیار خوری کرتا ہے اور پھر بیمار ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے۔

پھر آپ نے چوتھی حدیث یہ بیان فرمائی وَاِيَّاكُمْ وَالتَّمَادُحَ فَاِنَّهُ الذَّبْحُ اپنے آپ کو ایک دوسرے کی جھوٹی مدح سرائی سے بچاؤ۔ بڑے بڑے القابات سے نوازنا، سپاس نامے کے ذریعے جھوٹی تعریفیں کرنا اس زمرہ میں آتا ہے۔ فرمایا اس قسم کی بلاوجہ تعریفیں کرنا اس کو ذبح کرنے کے مترادف ہے۔ جب کسی کی بلا ضرورت تعریف وتوصیف کی جائیگی تو وہ شخص تکبر میں مبتلا ہو جائیگا کہ خدا جانے میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔ گویا اس کی تعریف کر کے تم نے اسے مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اللہ تعالٰے کا فرمان بھی ہے فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ خود اپنی تعریف مت کرو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اچھا ہے اور کون بُرا ہے۔ اگر کسی کی تعریف کرنا ہی ہو تو زمین وآسمان کے قلابے نہ ملاؤ بلکہ صرف اتنا کہو کہ میں اس شخص کے بارے یہ اچھا گمان کرتا ہوں اور اللہ ہی اس کے لیے کفایت کرنے والا ہے۔ بہرحال فرمایا کہ کسی کی بے جا مدح نہ کرو کیونکہ تم اس کی حقیقت سے پوری طرح واقف نہیں ہو۔

———— * ————

دین خیر خواہی ہے

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اِنَّ الدِّيْنَ نَصِيْحَةٌ اِنَّمَا الدِّيْنُ نَصِيْحَةٌ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)

حضرت تمیم داری حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابیؓ ہیں پہلے عیسائی مذہب رکھتے تھے پھر اللہ نے ۹ھ میں ایمان لانے کی توفیق عطاء فرمائی۔ یہ اللہ کے ان بندوں میں شامل ہیں جو ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پاک پڑھ جاتے تھے۔ تہجد کے بڑے خوگر تھے مگر ایک رات اٹھ نہ سکے۔ کسی طرح غفلت طاری ہوگئی اس غفلت کی سزا انہوں نے خود اپنے آپ کو اس طرح دی کہ سال بھر رات کو لمحہ بھر کے لیے بھی نہیں سوتے۔ آپ ہی نے حضور علیہ السلام کے پاس بیان کیا تھا کہ انہوں نے دجال کو کسی جزیرے میں مقید دیکھا ہے اور حضور علیہ السلام نے اس بات کی تصدیق فرمائی تھی۔ اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ دجال کے بارے میں جو بات میں تمہیں بتایا کرتا تھا، اس کو تمیم داری خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہے۔ اس وقت تو دجال نظروں سے غائب ہے مگر اپنے وقت پر ظاہر ہو کر دنیا میں فتنہ و فساد کا بازار گرم کریگا اور بالآخر مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوگا۔

حضرت تمیم داریؓ مدینہ میں رہتے تھے، شہادت عثمانؓ کے بعد شام چلے گئے اور پھر اسی زمین میں فوت ہوئے۔ آپ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک دین خیر خواہی ہے، بیشک دین خیر خواہی کا نام ہے آپ نے یہ جملہ دو دفعہ فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ لِمَنْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اللہ کے رسول! یہ دین کس کے حق میں خیر خواہی ہے؟ فرمایا لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ یہ دین خیر خواہی ہے اللہ کے حق میں، اس کی کتاب کے حق میں، اس کے رسول کے حق میں، سرکردہ مسلمانوں اور عام مسلمانوں کے حق میں اللہ کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ

اس کی وحدانیت کو تسلیم کیا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنایا جائے اور عبادت خالص اسی کی کی جائے رسول کے حق میں خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ اس کی رسالت پر ایمان لایا جائے اور اس کے لائے ہوئے قرآنی پروگرام اور شریعت پر عمل کیا جائے۔ کتاب کے حق میں خیر خواہی یہ ہے کہ اس کو اللہ کا سچا کلام مانا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور پھر خاص و عام مسلمانوں کا حق یہ ہے کہ وہ پورے کے پورے دین پر عمل پیرا ہو جائیں، اسی میں ان کی خیر خواہی ہے۔

امام کی اقتدا ضروری ہے

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُبَادِرُوْنِيْ بِرُكُوْعٍ وَّلَا بِسُجُوْدٍ فَاِنَّهٗ مَهْمَا اَسْبِقُكُمْ بِهٖ اِذَا رَكَعْتُ تُدْرِكُوْنِيْ اِذَا رَفَعْتُ وَمَهْمَا اَسْبِقُكُمْ بِهٖ اِذَا سَجَدْتُ تُدْرِكُوْنِيْ اِذَا رَفَعْتُ اِنِّيْ قَدْ بَدَّنْتُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۹۲)

حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! جب تم نماز پڑھتے ہو تو مجھ سے رکوع اور سجود میں سبقت نہ کرو۔ گویا مقتدی کا فرض ہے کہ جب امام رکوع میں چلا جائے تو اس کے بعد وہ رکوع میں جائے یا کم از کم امام کے ساتھ ہی رکوع میں جائے، پہلے ہرگز نہیں جانا چاہیئے اور نہ ہی امام سے پہلے رکوع سے سر اٹھانا چاہیئے۔ اسی طرح سجدہ کے متعلق فرمایا کہ امام سے پہلے سجدہ میں نہ جاؤ اور نہ ہی اس سے پہلے سجدہ سے سر اٹھاؤ یہ طریقہ غلط اور مکروہ ہے بلکہ بے ادبی کی بات ہے اور اقتدا کے خلاف ہے۔

ہر شے کا مالک حقیقی اللہ ہی ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ الْیَحْصُبِیِّ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ وَ اِنَّمَا یُعْطِی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۰)

حضرت عبداللہ بن عامر یحصبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک خزانچی ہوں، اللہ تعالیٰ ہی عطا کرتا ہے کیونکہ مالک وہ ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا فَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَطَاءً بِطِیْبِ نَفْسٍ فَاِنَّہٗ یُبَارَکُ لَہٗ فِیْہِ۔ جس شخص کو میں نے خوشیٔ خاطر سے دیا اس کے لیے اس میں برکت عطا کی جائے گی وَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَطَاءً بِشَرَہِ نَفْسٍ وَشَرَہِ مَسْئَلَۃٍ فَھُوَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ۔ اور جس شخص کو میں نے ایسی حالت میں دیا کہ اس کے نفس میں حرص کا مادہ پایا جاتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی ہے جو کھاتا تو بہت ہے مگر بیماری کی وجہ سے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ یا جیسے کوئی جانور موسم بہار میں سرسبز چارہ دیکھ کر بہت زیادہ کھالے اور بدہضمی کا شکار ہو کر ہلاک ہو جائے۔

خاندانِ قریش کا خصوصی شرف

عَنْ مُعَاوِیَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَیُّمَا امْرَأَۃٍ اَدْخَلَتْ فِیْ شَعْرِھَا مِنْ شَعْرٍ غَیْرِھَا فَاِنَّمَا تُدْخِلُہٗ زُوْرًا قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ خِیَارُھُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُھُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

حضرت امیر معاویہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خود حضور علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو عورت اپنے بال لمبے اور خوبصورت ظاہر کرنے کے لیے کسی دوسری عورت کے بال اپنے بالوں میں داخل کرتی ہے تو آن میں جھوٹ داخل کرتی ہے یعنی یہ ایک جھوٹا فیشن ہے۔ یہ ایک غیر طبعی زینت ہے جو کہ ناپسندیدہ ہے۔

اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات یہ فرمائی کہ اجتماعی معاملات از قسم نظامِ حکومت میں عوام الناس قریش کے تابع ہیں زمانہ جاہلیت میں بھی خاندانِ قریش کو دیگر عربوں پر برتری حاصل تھی اور قریش کی قومی حیثیت مسلم تھی۔ عرب اور غیر عرب سب قریش کا احترام کرتے تھے جب یہ تجارت کے لیے باہر جاتے تو دوسرے علاقے والے احتراماً ان سے تجارت کا محصول بھی نہیں لیتے تھے۔ ان کی یہ عزت افزائی خانہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے تھی اس گھر کی وجہ سے اللہ نے ان کو عزت بخشی تھی۔ خود قرآن پاک نے فرمایا۔ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ ○ الَّذِیْٓ اَطْعَمَھُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۵ وَّ اٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○ (سورۃ قریش) اس گھر کے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں بھوک اور خوف سے امان بخشی۔ اللہ نے تو اپنی خاص مہربانی سے قریش کو شرف بخشا تھا مگر اس برتری کی وجہ سے ان میں غرور و تکبر کا مادہ پیدا ہو گیا اور پھر ایک قسم کا نیشنلزم آگیا جو کہ شرک ہے۔ اللہ نے ان کو اولادِ ابراہیم ہونے اور بیت اللہ کا متولی ہونے کی بنا ر

پر عزت عطا کی تھی، انہیں غرور میں مبتلا نہیں ہو جانا چاہیئے تھا بلکہ اپنے پروردگار کا مزید شکر گزار اور عبادت گزار بن جانا چاہیئے تھا۔ یہ تسلط وہی معتبر ہو گا جس میں اللہ رب العزت کی عبادت شامل ہوگی۔ عبادت الٰہی کے بغیر یہ تسلط لعنت اور تباہی کا باعث ہو گا بہر حال فرمایا کہ اجتماعی معاملات میں باقی لوگ قریش کے تابع ہیں بشرطیکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کر لیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ ابتدائے اسلام سے لے کر تقریباً ساڑھے چھ سو سال تک مسلمانوں کا اجتماعی نظام قریش کے ہاتھوں میں بخیر و خوبی چلتا رہا اور خلافت الٰہی کا دور دورہ رہا۔ آگے حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا وَاللّٰہِ لَوْ لَا اَنْ تَبْطَرَ قُرَیْشٌ لَاَخْبَرْتُھَا مَالِخِیَارِھَا عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ۔ اللہ کی قسم اگر قریش میں اکڑ پیدا نہ ہو تو میں ان کو بتلا دوں کہ اللہ نے ان میں اچھے لوگوں کے لیے کتنا بڑا اجر رکھا ہوا ہے تاہم ممکن ہے کہ قریش میں کچھ غرور پیدا ہو جائے اس لیے میں اس کا اظہار مناسب نہیں سمجھتا۔

امیر معاویہؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ اے اللہ! جو چیز تو عطا کر دے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روک دے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ اور کسی بخت والے کا بخت اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جب تک تیری منشا شامل حال نہ ہو۔ نیز فرمایا۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بہتری اور بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ اور وہ شخص دین کے مسائل سمجھنے لگتا ہے۔

ایک اور بات نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمائی وَخَیْرُ نِسْوَۃٍ رَکِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَیْشٍ بہترین عورتیں جو اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں وہ خاندان قریش کی صالح عورتیں ہیں۔ تمام اقوام اور قبیلوں میں قریش کی عورتوں کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔ فرمایا ان عورتوں کی خوبی یہ ہے۔ اَرْعَاہُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ یَدِہٖ۔ وہ اپنے خاوندوں کے مال کی حفاظت کرتی ہیں۔ وَاَحْنَاہُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغَرِہٖ۔ اور اپنے

بچوں کے ساتھ کم سنی کی حالت میں شفقت سے پیش آتی ہیں۔ یہ خصوصیات عام دوسری عورتوں میں بھی ہو سکتی ہیں تاہم اللہ نے قریش کی عورتوں میں یہ خوبی خاص طور پر ودیعت کی ہے

اگلی حدیث میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے۔ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اُمَّةً قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللّٰهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ اَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ یہ آخری امت ٹھیک معاملے پر قائم رہے گی اور اس کے مخالفین اس کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے۔ وَهُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَى النَّاسِ۔ اور یہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔ دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ اس امت میں ایک گروہ ضرور حق پر قائم رہے گا اور دنیا سے حق بالکل ہی نہیں مٹ جائیگا۔ یہاں تک کہ مسیح علیہ السلام کا نزول ہو جائے۔

اقتدار میں خوفِ خدا

عَنْ اَبِیْ اُمَیَّۃَ عَمْرِو بْنِ یَحْیٰ بْنِ سَعِیْدٍ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّیْ یُحَدِّثُ اَنَّ مُعَاوِیَۃَ اَخَذَ الْاِدَاوَۃَ بَعْدَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ یَتْبَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِھَا وَاشْتَکٰی اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

یہ ایک سفر کا واقعہ ہے۔ عام طور پر حضرت ابوہریرہؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے اور دورانِ سفر خاص طور پر یہ سعادت حاصل کرتے تھے۔ تاہم بعض اوقات امیر معاویہؓ کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع مل جاتا تھا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت ابوہریرہؓ کو کچھ تکلیف ہوگئی تو امیر معاویہؓ پانی کا برتن لے کر حضور علیہ السلام کے پیچھے گئے جب آپ فارغ ہوتے تو امیر معاویہؓ نے پانی ڈالا۔ اور نبی علیہ السلام نے وضو کیا۔ اس دوران میں رَفَعَ رَأْسَہٗ اِلَیْہِ مَرَّۃً اَوْ مَرَّتَیْنِ حضور علیہ السلام نے ایک یا دو دفعہ سر مبارک اٹھا کر امیر معاویہ کی طرف دیکھا اور فرمایا یَا مُعَاوِیَۃُ اِنْ وُلِّیْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ ۔ اے معاویہ! اگر تجھے حاکم بنا دیا گیا تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا۔ امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے یہ بات سنی۔ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّیْ مُبْتَلًی بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اُبْتُلِیْتُ۔ تو مجھے اسی دن سے یہ گمان ہوگیا تھا کہ ایک نہ ایک دن میرے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا یعنی میں حاکم بنا دیا جاؤنگا۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا۔ امیر معاویہ بیس سال بطور گورنر اور بیس سال بطور خلیفہ کل چالیس سال تک حکومت کی۔ اس دوران فوج کو منظم کیا، بحری بیڑا تیار کیا، بڑے بڑے جہاد کئے اور ملک فتح کئے۔ پوری مملکت میں انصاف کو قائم کیا اور بالآخر ساری امت کو ایک پلیٹ فارم پر

جمع کر دیا۔ اگرچہ آپ خلیفہ راشد تو نہیں تھے مگر اللہ نے انہی کے ہاتھوں پوری امت کو اکٹھا کیا۔ آپ بڑے نرم مزاج تھے۔ انتقامی جذبہ نہیں رکھتے تھے۔ ان کی حکومت بھی اسلامی حکومت تھی۔ یہ تو شیعہ حضرات کی بد قسمتی ہے کہ وہ امیر معاویہؓ جیسے مخلص مسلمان اور انصاف پسند حاکم کے متعلق غلط بیانی کرتے ہیں۔

سات حرام چیزیں

عَنْ اَبِیْ حَرِیْزٍ مَوْلٰی مُعَاوِیَۃَ قَالَ خَطَبَ النَّاسَ مُعَاوِیَۃُ بِحِمْصٍ فَذَکَرَ فِیْ خُطْبَتِہٖ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَرَّمَ سَبْعَۃَ اَشْیَاءَ وَ اِنِّیْ اُبَلِّغُکُمْ ذٰلِکَ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۱)

امیر معاویہؓ کے آزاد کردہ غلام ابی حریز بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے شام کے صوبائی دارالحکومت حمص میں خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ جو کہ یہ ہیں۔

۱۔ اَلنَّوْحُ میت پر نوحہ کرنا حرام ہے، اگرچہ کھانا، پینا، ہنسنا، رونا امور طبعیہ میں سے ہے مگر مصیبت کے وقت بلند آواز سے جزع فزع کرنا حرام ہے۔ ہاں اگر غم کی وجہ سے آنسو بہہ جائیں تو اس میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ وَالشِّعْرُ گندے اور بیہودہ اشعار پڑھنا جن میں کفر و شرک کی باتیں ہوں بداخلاقی کا عنصر ہو یا خدا اور رسول کی توہین کا پہلو نکلتا ہو، حرام ہے۔

۳۔ وَالتَّصَاوِیْرُ تصویر کشی کرنا یا ان کو اپنے پاس رکھنا جب کہ وہ جاندار چیزوں کی ہوں، قطعی حرام ہے۔ البتہ بے جان چیزوں کی تصویر کشی میں کوئی حرج نہیں۔

۴۔ وَالتَّبَرُّجُ عورتوں کا کھلے بندوں ننگے سر اور ننگے منہ پھرنا بھی حرام ہے۔ اللہ نے قرآن میں نبی کی بیویوں کو مخاطب کرکے فرمایا ہے کہ اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰی اور جاہلیت کے زمانے کی طرح اظہار تجمل نہ کرتی پھرو۔ یہ حیاداری کے خلاف اور حرام ہے موجودہ زمانے میں فیشن پرستی نے جس حد تک ترقی کی ہے زمانہ جاہلیت میں تو اس کا شاید ہزارواں حصہ بھی نہ تھا مگر اس کو بھی اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا۔ ان حالات میں موجودہ دور کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔

۵- وَجُلُوْدُ السِّبَاعِ۔ درندوں کی کھالوں کا استعمال بھی حرام ہے۔ اگرچہ کھال دباغت شدہ ہو پاک ہوتی ہے اور اس پر نماز بھی ادا کی جا سکتی ہے بایں ہمہ حرام جانوروں کی کھالوں کا عام استعمال سخت مکروہ ہے۔

۶- وَالذَّهَبُ اور مردوں کے لیے سونا پہننا بھی حرام ہے۔ ہاں عورتیں سونے کے زیورات پہن سکتی ہیں البتہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مرد و زن سب کے لیے ممنوع ہے۔

۷- وَالْحَرِيْرُ۔ اسی طرح مردوں کو خالص ریشم کا لباس پہننا بھی حرام ہے جب کہ عورتوں کے لیے حلال ہے۔ الغرض! امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ حضور نے ان سات چیزوں سے منع فرمایا ہے لہٰذا میں یہ باتیں بذریعہ خطبہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔

اُمّتِ مسلمہ میں فرقہ بندی

عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ لُحَیٍّ قَالَ حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِیَۃَ بْنِ اَبِیْ سُفْیَانَ فَلَمَّا قَدِمْنَا مَکَّۃَ قَامَ حِیْنَ صَلّٰی صَلٰوۃَ الظُّھْرِ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَھْلَ الْکِتَابَیْنِ افْتَرَقُوْا فِیْ دِیْنِھِمْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَاِنَّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ سَتَفْتَرِقُ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)

ابو عامر تابعی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے امیر معاویہؓ کے ہمراہ حج کیا۔ جب شام سے چل کر ہم مکہ مکرمہ پہنچے تو امیر معاویہؓ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ حدیث سنائی کہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں کا حق ادا نہ کیا بلکہ ان میں بگاڑ پیدا کر دیا اور خود گمراہ ہو گئے تاہم کہلاتے وہ اہلِ کتاب ہی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں انہوں نے اپنے دین میں بہتّر فرقے بنا لیے اور یہ آخری امت بھی اس طرح مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائے گی اور اس کے تہتّر فرقے بن جائیں گے۔ یہ سب فرقے اپنی اپنی خواہشات پر مبنی ہوں گے۔ پھر فرمایا کُلُّھَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَۃً وَھِیَ الْجَمَاعَۃُ۔ یہ سارے کے سارے فرقے جہنمی ہیں۔ سوائے ایک کے اور وہ الجماعۃ ہو گی۔ ترمذی شریف کی روایت میں بھی آتا ہے کہ لوگوں نے عرض کیا حضور! وہ کون خوش قسمت لوگ ہوں گے تو آپ نے فرمایا۔ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہوں گے۔ جماعت سے مراد یہی نجات پانے والا فرقہ ہے آگے ان میں دو قسم کے فرقے ہیں ایک فرقہ وہ ہے جو عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں یعنی ان میں کفر، شرک، نفاق یا الحاد پایا جاتا ہے۔ جس شخص نے ضروریاتِ دین میں سے کسی بنیادی چیز کا انکار کیا وہ مرتد یا کافر سمجھا جائیگا اور دائمی جہنمی ہو گا دوسرا گروہ وہ ہے جس کے عقائد

میں خرابی نہیں بلکہ اعمال میں بگاڑ ہے۔ انہوں نے بدعات ایجاد کیں یا رسومات باطلہ میں پھنسے رہے تو ایسے لوگ جہنم میں سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائیں گے یا پھر رہائی کی بعض دوسری صورتوں کا بھی ذکر صحیح احادیث میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی کی سفارش سے جہنم سے رہائی اور جنت میں داخلہ مل جائیگا۔ تاہم پہنچنے والی جماعت وہی ہوگی جو حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کے نقش قدم پر چلتی رہی۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا تَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ۔ میری امت کے بہت سے ایسے لوگ بھی نکلیں گے جن کے اندر خواہشات نفسانی اس طرح چلیں گی جس طرح انسانی جسم میں باؤلے کتے کی بیماری سرایت کر جاتی ہے جب کسی شخص یا جانور کو باؤلہ کتا کاٹ لیتا ہے تو اس کا زہر آناً فاناً پورے جسم میں پھیل جاتا ہے فرمایا اس طرح میری امت کے بعض لوگوں میں حرص و ہوا کی بیماری پھیل جائے گی۔ بعض عوارض کا اثر صرف ایک مقام تک محدود رہتا ہے اگر جگر خراب ہے تو باقی جسم محفوظ ہے یا معدے اور آنتوں میں خرابی مگر باقی جسم میں نہیں۔ مگر جس طرح داء الکلب کی بیماری سارے جسم کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اسی طرح خواہشات لوگوں کے رگ و ریشہ میں پھیل جائیں گی اور وہ لہو لعب اور فساد و برائی میں مبتلا ہو کر اپنے مقام سے گر جائیں گے۔

اس کے بعد امیر معاویہؓ نے عربوں کو خطاب فرمایا اے عرب کے گروہ! لَئِنْ لَمْ تَقُومُوا بِمَا جَاءَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اگر تم اس چیز کو قائم نہیں کر سکو گے جس کو اللہ کا نبی لے کر آیا ہے تو پھر دوسرے لوگ تو یقیناً اسے قائم نہیں کریں گے۔ تم خود عرب ہو، اللہ کا نبی عربوں میں آیا ہے اللہ نے اُسے تمہارے خاندان اور تمہاری زبان میں بھیجا ہے اگر تم اس دین کو قائم نہیں کرو گے تو پھر دوسرے تو بطریق اولی اس کو قائم نہیں کریں گے۔ ان کی تو زبان ہی دوسری ہے، ان کا خاندان اور قومیت الگ ہے، ان کے رسم و رواج الگ ہیں ان کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ وہ کام کر دکھائیں جو تم نہیں کرو گے؟ مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ حق عربوں کا ہے کہ وہ دین اسلام کی آبیاری کریں اور پھر ساری دنیا میں اسکو رائج کریں۔

حضرت امیر معاویہؓ نے یہ بڑی اہم بات کی اور عربوں اور خاص طور پر قریش کی توجہ اس طرف دلائی کہ جس دین کو اللہ کا آخری نبی لے کر مبعوث ہوا ہے اس کو جاری کرنے کی ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے اگر تم نے اس ذمہ داری کو محسوس نہ کیا تو پھر اور کون محسوس کریگا اور قیامت تک کے لیے اس دین کا قیام کیسے ممکن ہوگا؟

رات کی بابرکت گھڑی

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ ابْنَ عَامِرٍ اِسْتَعْمَلَ كِلَابَ بْنَ اُمَيَّةَ عَلَى الْاَيْلَةِ وَ عُثْمَانَ بْنَ اَبِى الْعَاصِ فِىْ اَرْضِهٖ فَاَتَاهُ عُثْمَانُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَبْدُ الصَّمَدِ فِىْ حَدِيْثِهٖ يَقُوْلُ اِنَّ فِى اللَّيْلِ سَاعَةً تُفْتَحُ فِيْهَا اَبْوَابُ السَّمَآءِ يُنَادِىْ مُنَادٍ هَلْ مِنْ سَآئِلٍ فَاُعْطِيَهٗ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

حسن بیان کرتے ہیں کہ گورنر ابن عامر نے کلاب بن امیہ کو ٹیکس وصول کرنے کے لیے ایلا کے مقام پر مامور کیا۔ ادھر عثمان ابن العاصؓ جو طائف کے قبیلہ بنی ثقیف سے حضور علیہ السلام کے عظیم المرتبت صحابی ہیں وہ بھی ان دنوں وہیں تھے تو حضرت عثمانؓ نے کلاب بن امیہ کو یہ بات سنائی کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک رات میں ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے جس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یعنی اللہ کی رحمت اور اس کی قبولیت عام ہو جاتی ہے اور ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کو اس کی مطلوبہ چیز دے دوں۔ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ کیا ہے کوئی دعا کرنے والا کہ میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ کیا ہے کوئی گناہوں کی بخشش طلب کرنے والا کہ میں اس کے گناہوں کو بخش دوں۔ پھر ایک دوسرے بزرگ داؤد ایک رات باہر نکلے اور انہوں نے کہا لَا يَسْاَلُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَحَدٌ شَيْئًا اِلَّا اَعْطَاهُ جو شخص رات کے وقت اٹھ کر اللہ تعالےٰ سے مانگتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو دے دیتا ہے۔ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ سَاحِرًا اَوْ عَشَّارًا۔ سوائے اس کے کہ مانگنے والا جادوگر ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو۔ ان دو قسم کے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی، باقی سب کو اللہ تعالےٰ منہ مانگی مراد عطا کر دیتا ہے۔ سحر تو

ویسے ہی حرام ہے لہذا ساحر کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اور ٹیکس وصول کنندہ بھی عام طور پر لوگوں پر زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے، ان کو پریشان کرتا ہے لہذا یہ بھی اللہ کی رحمت سے حصہ حاصل نہیں کر پاتا۔

جب کلاب بن امیہ نے یہ بات سنی تو کشتی پر سوار ہو کر ابن عامر گورنر کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ میں ٹیکس وصولی کا کام نہیں کر سکتا۔ جب انہوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ مجھے عثمان بن ابی العاص رض نے یہ حدیث سنائی ہے کہ ساحر اور ٹیکس تحصیل کنندہ کی دعا رات کی خاص گھڑی میں بھی قبول نہیں ہوتی لہذا میں یہ کام چھوڑ کر جا رہا ہوں۔

وفد ثقیف کا اسلام قبول کرنا

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ اَنَّ وَفْدَ ثَقِیْفٍ قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَھُمُ الْمَسْجِدَ لِیَکُوْنَ اَرَقَّ لِقُلُوْبِھِمْ فَاشْتَرَطُوْا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا یُحْشَرُوْا وَلَا یُعْشَرُوْا وَلَا یُجَبُّوْا وَلَا یُسْتَعْمَلَ عَلَیْھِمْ غَیْرُھُمْ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

۸ھ میں حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ کے ہمراہ طائف پر چڑھائی کی۔ ایک ماہ تک قلعہ کا محاصرہ کئے رکھا مگر وہ فتح نہ ہوا، لہذا آپ نے محاصرہ اٹھا لیا اور پھر عمرہ ادا کر کے مدینہ واپس چلے گئے۔ اس کے بعد طائف کے لوگ خود بخود نادم ہو کر ایک وفد کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وفد میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سب سے کم عمر رکن تھے جن کی عمر اس وقت صرف انتیس سال تھی۔ یہی صحابی بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارا وفد مدینہ طیبہ پہنچا تو حضور علیہ علیہ السلام نے اس وفد کو مسجد کے صحن میں خیمہ لگوا کر ٹھہرایا۔ یہ لوگ اس وقت تک ابھی ایمان نہیں لائے تھے تاہم مسجد میں ٹھہرانے کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کا طریقہ عبادت دیکھ کر ان کے دل نرم ہو جائیں اور یہ ایمان لے آئیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ اہل ایمان میں سے بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ لوگ تو مشرک ہیں اور ناپاک ہیں، ان کا مسجد میں ٹھہرانا کس حد تک مناسب ہے؟ طحاوی اور ابوداؤد کی روایت میں آتا ہے کہ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی نجاست زمین پر تو نہیں گرتی بلکہ یہ تو ان کے دلوں میں پڑی ہوئی ہے اور ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس نجاست کو ان کے دلوں سے نکال دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ چونکہ یہ مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے اکھڑ قسم کے لوگ تھے، انہوں نے

اسلام لانے کے لیے بعض شرائط پیش کردیں۔ کہنے لگے کہ ہماری پہلی شرط یہ ہے اَنْ لَّا یُحْشَرُوْا یعنی ہمیں اکٹھا نہیں کیا جائیگا۔ اس اجماع کا پس منظر یہ تھا کہ جب مسلمانوں کا ٹیکس یا زکوٰۃ وصول کنندہ کسی علاقے میں جاتا تو وہ کسی مرکزی جگہ پر قیام کرکے اردگرد کے لوگوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے جانور وغیرہ لے کر اُس جگہ پر آجائیں تاکہ جانوروں کی تعداد کے مطابق اُن کے واجبات کا حساب کتاب کیا جاسکے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد کے لیے لوگوں کو کئی کئی جانوروں کو ہانک کر لانا پڑتا تھا جس کی وجہ سے انہیں مشکلات پیش آتی تھیں۔ لہٰذا انہوں نے پہلی شرط یہ پیش کی کہ ہمیں اس طریقے سے اکٹھا نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے ان کی یہ شرط قبول کرلی اور حکم دیا کہ ہر وصول کنندہ جانوروں کے گلے پر جاکر حساب کتاب لگائے اور موقع پر وصولی کرے۔

وفد بنی ثقیف نے دوسری شرط یہ پیش کی کہ وَلَا یُعْشَرُوْا یعنی ان سے عشر وصول نہ کیا جائے۔ عشر بھی ہر ایک سے تو واجب الادا نہیں ہوتا۔ یہ خاص حالات میں زمین کی پیداوار سے وصول کیا جاتا ہے اور اس میں رعایت کی کافی گنجائش ہوتی ہے جس طرح زکوٰۃ کے لیے مال کا نصاب تک پہنچنا ضروری ہوتا ہے اس طرح عشر کے لیے اناج کا نصاب کو پہنچنا بھی ضروری ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے اہل طائف کی یہ شرط بھی قبول کرلی۔

ان کی تیسری شرط یہ تھی وَلَا یُسْتَعْمَلَ عَلَیْہِمْ غَیْرُہُمْ یعنی ان پر انہی میں سے حاکم مقرر کیا جائے ہم پر کسی غیر کو بطور حاکم نہ ٹھونسا جائے۔ آپ نے یہ شرط بھی منظور کرلی اور انہی حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو ان پر حاکم مقرر کردیا۔

اہل طائف کی چوتھی شرط یہ تھی کہ لَا یُجَبُّوْا یعنی وہ رکوع نہیں کریں گے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ نماز نہیں پڑھیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں رعایت دینے سے انکار کردیا اور یہ شرط قبول نہ کی۔ فرمایا۔ لَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَا رُکُوْعَ فِیْہِ۔ اس دین میں کوئی بہتری نہیں ہے جس میں رکوع جیسی عبادت نہ ہو۔ چنانچہ اہل طائف نے اس شرط پر اصرار نہ کیا اور وہ ایمان لے آئے۔

اہل وفد کی خواہش کے مطابق جب حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان بن ابی العاصؓ

کو ان کا حاکم مقرر کیا تو انہوں نے عرض کیا حضور! عَلِّمْنِيَ الْقُرْاٰنَ وَاجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ مجھے قرآن کریم کا کچھ حصّہ سکھلا دیں اور مجھے اپنی قوم کا امام مقرر کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کچھ قرآن پڑھا دیا اور پھر انہیں نماز پڑھانے کے لیے امام بھی مقرر کر دیا جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو حضور علیہ السلام نے اس صحابیؓ کو خصوصی ہدایت یہ دی کہ جب نماز پڑھاؤ تو سب سے کمزور آدمی کا خیال رکھنا مطلب یہ تھا کہ نماز زیادہ لمبی کر کے لوگوں کو مشقت میں نہ ڈالنا۔



اسلام کا عالمی منشور

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي الْعَاصِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا إِذْ شَخَصَ بِبَصَرِهٖ ثُمَّ صَوَّبَهٗ حَتّٰى كَادَ أَنْ يُلْزِقَهٗ بِالْأَرْضِ قَالَ ثُمَّ شَخَصَ بِبَصَرِهٖ فَقَالَ أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ أَضَعَ هٰذِهِ الْآيَةَ بِهٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں بیٹھا تھا کہ اچانک آپؐ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے کر لی۔ آپ نے نظر اٹھائی اور واپس کر لی۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام آتے ہیں اور انہوں نے مجھے اللہ کی جانب سے حکم دیا ہے کہ میں اس آیت کو اس سورۃ کے اس مقام پر رکھ دوں۔ پھر آپ نے سورۃ نحل کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ قرابت داروں کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز وہ بے حیائی، نامعقول باتوں اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آیات قرآنی اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ترتیب شدہ ہیں۔ سورتوں کی ترتیب میں تو کچھ فرق ہے مگر آیات کی ترتیب توقیفی ہے حضور علیہ السلام نے جس آیت کو جس مقام پر پڑھا اور جہاں رکھنے کا حکم دیا، صحابہؓ نے اسی طرح عمل کیا، کسی آیت کو آگے پیچھے نہیں رہنے دیا۔

یہ سورۃ نحل کی آیت ۹۰ ہے جو کہ اہم ترین آیت ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اس کو خطبہ جمعہ میں پڑھا تو اس کے بعد تمام خطیب حضرات اس کو خطبہ میں پڑھتے چلے آرہے ہے

ہیں۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اسلام کا عالمی پروگرام سمجھا دیا ہے۔ اس میں تین اوامر اور تین نواہی ہیں یہ چھ بنیادی چیزیں ہیں جو اسلام کا دائمی پروگرام ہے یعنی ہم عدل، احسان اور حقوق کے ادا کرنے کے علمبردار ہیں اور برائی، بے حیائی اور سرکشی کے خلاف ہیں۔ خدا کی توحید اور تقوی اختیار کرنے والے ہیں اور یہی دنیا کے سامنے ہمارا منشور ہے۔

دنیا سے علم کا رخصت ہو جانا

عَنْ زِیَادِ بْنِ لَبِیْدٍ قَالَ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَالَ وَذَاكَ عِنْدَ اَوَانِ ذِھَابِ الْعِلْمِ قَالَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کَیْفَ یَذْھَبُ الْعِلْمُ وَنَحْنُ نَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَنُقْرِئُہٗ اَبْنَاءَنَا وَ ھُمْ اَبْنَاءَ ھُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۸)

صحابی رسول حضرت زیاد بن ولیدؓ کا تعلق انصارِ مدینہ سے ہے۔ ان کے متعلق اسماء الرجال والے لکھتے ہیں کہ یہ ان تمام جنگوں میں شریک رہے جن میں خود حضور علیہ السلام نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے ان کو حضرموت کے علاقے پر حاکم بھی مقرر فرمایا تھا۔ ان کی وفات کافی دیر بعد امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ یہ صحابی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس میں کسی چیز کا تذکرہ فرمایا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ بات اس وقت ہو گی جب علم اٹھ جائیگا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول علم کیسے چلا جائیگا جب کہ اللہ کا قرآن ہمارے درمیان موجود ہے جسے ہم خود بھی پڑھتے ہیں اور اپنی اولادوں کو بھی پڑھاتے ہیں اور پھر وہ آگے اپنی اولادوں اور متبعین کو اس کی تعلیم دیں گے اور اس طرح تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا۔ ثَکِلَتْكَ اُمُّكَ یَا ابْنَ اُمِّ لَبِیْدٍ اے ابن ام لبید تیری ماں تجھے گم پاتے میں تو تجھے مدینہ کا بڑا سمجھدار آدمی سمجھتا تھا مگر تم تو ناسمجھ ثابت ہوتے اَوَلَیْسَ ھٰذِہِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَقْرَءُوْنَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ فَلَا یَنْتَفِعُوْنَ مِمَّا فِیْھِمَا بِشَیْءٍ۔ کیا تم ان یہود و نصاریٰ کو نہیں دیکھتے وہ بھی تورات اور انجیل جیسی کتب سماویہ پڑھتے ہیں مگر ان کے مندرجات ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتے جب تک کوئی شخص اپنی کتاب پر ایمان لاکر اس پر عمل نہ کرے۔ وہ کتاب اس کو کیسے مفید ثابت ہو سکتی ہے؟ اہل کتاب اپنی کتب پڑھنے کے باوجود مشرک، کافر اور گمراہ ہیں۔ وہ کتاب پر کما حقہٗ عمل

کرنے کی بجائے اس میں تحریف کے مرتکب ہوتے ہیں اور اس کی آیات کو غلط المعانی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے لیے کتاب کا علم عمل کے بغیر وبال ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی دعا میں سکھایا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ۔ اے اللہ میں تیری ذات کے ساتھ غیر نفع بخش علم سے پناہ چاہتا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ آخری امت سے علم کے اٹھ جانے کا مطلب یہی ہے کہ لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھیں گے تو ضرور مگر اس پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے اس طرح گویا علم اٹھ جائیگا۔

سحری کا بابرکت کھانا

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرَبَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلَیْکُمْ بِغَدَآءِ السَّحَرِ فَاِنَّہٗ ھُوَالْغَدَاءُ الْمُبَارَکُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۲)

حضرت مقدام بن معدی کربؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! سحری کے کھانے کو لازم پکڑلو کیونکہ یہ ایک مبارک کھانا ہے۔ ایک دوسری روایت میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اہل کتاب اور ہمارے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے وہ سحری نہیں کھاتے جب کہ ہم سحری کا کھانا کھاتے ہیں۔ ایک اور روایت میں فرمایا کہ اگر کسی کا دل سحری کے وقت کھانا نہ بھی کھانا چاہے تو کم از کم ایک گھونٹ پانی ہی پی لیا کرو یا کھجور کا ایک دانہ کھا لو کیونکہ یہ کھانا بہر صورت مبارک ہے روزہ فرض ہو یا نفل سحری کھانے والے پر اللہ تعالےٰ رحمت نازل فرماتا ہے اور اللہ کے فرشتے اس کے لیے دعائیں کرتے ہیں روزہ ایک بہت بڑی عبادت ہے اس لیے اللہ کے ہاں اس کی بڑی قدر و منزلت ہے اور اس کے لیے کھانا تقرب الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اسی لیے اس کھانے کی اللہ نے بڑی فضیلت رکھی ہے اور اسے بابرکت کھانا قرار دیا ہے۔

گھریلو گدھوں اور درندوں کے گوشت کی حرمت

عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِیْ کَرِبَ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاِنْسِیَّةِ وَعَنْ کُلِّ ذِیْ نَابٍ مِّنَ السِّبَاعِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۲)

حضرت مقدام ابن معدی کرب روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بار برداری میں استعمال ہونے والے گھریلو گدھوں اور دانت مار کر شکار کرنے والے درندوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ گدھے کا گوشت کھانے سے گریز کرتے تھے۔ یہ ایک بیوقوف جانور ہے، اگرچہ بڑا خدمت گزار ہے۔ اس کے متعلق سعدی صاحبؒ نے کہا ہے۔ ؎

خر اگرچہ بے تمیز است

چوں بارمی برد عزیز است

گدھا بلاشبہ بدتمیز جانور ہے مگر جب بوجھ اٹھاتا ہے تو بڑا پیارا لگتا ہے بعض جانوروں کا گوشت کھانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان سے دوسری خدمت لینا مطلوب ہوتا ہے گدھا بھی انہی جانوروں میں سے ہے سورۃ نحل میں اللہ نے بعض جانوروں کی تخلیق بطور احسان جتلایا ہے۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط (آیت ۔ ۸) اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں۔ تاکہ تم ان پر سواری کر سکو اور یہ تمہارے لیے زینت کا سامان بھی ہیں ۔ گدھے کی طرح خچر کا گوشت کھانا بھی درست نہیں۔ البتہ گھوڑا ایک پاک جانور ہے اور اس کا گوشت کھانا روا ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہمارے لیے گھوڑے کا گوشت جائز قرار دیا ہے چونکہ غذا کا اثر انسان کے اخلاق پر پڑتا ہے لہذا گدھے کا گوشت کھانے والوں میں حماقت پیدا ہوگی۔ اسی طرح خنزیر کا گوشت کھانے

سے گندگی اور بے حیائی پیدا ہوگی

دانت مار کر شکار کرنے والے جانوروں میں کتا، بلی، بھیڑ، شیر، چیتا وغیرہ شامل ہیں ان کا گوشت کھانے سے انہی جیسے درندگی کے اخلاق پیدا ہوں گے۔ البتہ جنگلی گدھا جسمانی لحاظ سے چھوٹا ہوتا ہے۔

اس کو نیل گائے یا گورخر بھی کہتے ہیں۔ یہ پاکیزہ جانور ہے اور اس کا گوشت کھانا روا ہے۔ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ نے جنگلی گدھا شکار کیا اور اس کا گوشت حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے تناول فرمایا اور اس کے کھانے کی اجازت دی۔



پیسے کی قدر و قیمت

قَالَ اَبُوْ بَکْرِ بْنُ اَبِیْ مَرْیَمَ کَانَتْ لِمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِ یْ کَرَبَ جَارِیَۃٌ تَبِیْعُ اللَّبَنَ وَ یَقْبِضُ الْمِقْدَامُ الثَّمَنَ فَقِیْلَ لَہٗ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَتَبِیْعُ اللَّبَنَ وَ تَقْبِضُ الثَّمَنَ فَقَالَ نَعَمْ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

ایک بزرگ ابوبکر بن ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ حضرت مقدام ابن معدی کربؓ کی ایک لونڈی تھی جو دودھ فروخت کیا کرتی تھی اور اس کی قیمت حضرت مقدام خود وصول کر لیتے تھے۔ کسی نے کہا، سبحان اللہ! آپ دودھ فروخت کر کے اس کے پیسے وصول کرتے ہیں۔ تو حضرت مقدامؓ نے جواباً کہا، ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں، اس میں کیا حرج ہے؟ معترض نے اعتراض کیا کہ قدیم زمانے میں چھوٹی بستیوں کے لوگ اپنے جانوروں کا دودھ ضرورت مند کو بلا قیمت دے دیا کرتے تھے کیونکہ وہ دودھ کی قیمت وصول کرنا معیوب سمجھتے تھے۔ ہمارے ہاں بھی کچھ عرصہ پہلے تک ایسا ہوتا رہا ہے۔ دیہات میں لوگ ایک دوسرے کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔ کوئی بیمار ہے، کسی کے ہاں مہمان آگیا ہے یا کوئی شادی بیاہ کی تقریب ہے تو سارے گاؤں والے ضرورت مند کو مفت دودھ مہیا کرتے تھے۔ ہمارے علاقے میں پھلوں کا بھی یہی حال تھا جس کے پھل پک گئے وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو پھل تحفے کے طور پر بھیجتے تھے۔ تاہم ان چیزوں کا فروخت کرنا بھی روا ہے یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔

جب کسی نے حضرت مقدامؓ پر دودھ فروخت کرنے کا اعتراض کیا تو آپ نے کہا وَ مَا بَاْسٌ بِذٰلِکَ ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا ہے لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَنْفَعُ فِیْہِ اِلَّا الدِّیْنَارُ وَالدِّرْھَمُ۔ لوگوں پر ایک ایسا وقت بھی آئیگا جب دینار و درہم کے علاوہ کوئی

چیز فائدہ نہیں دے گی یعنی جس کے پاس پیسہ ہوگا اس کی ضروریات پوری ہوں گی دوسرے کی نہیں بلکہ وہ پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ حضرت سفیان ثوریؒ کو اللہ نے وافر مال ودولت عطا کیا تھا اور آپ اس میں سے محتاجوں پر خرچ بھی خوب کرتے تھے۔ ایک موقع پر فرمایا اگر مال نہ ہوتا تو بڑے لوگ ہمیں رومال کی طرح استعمال کرتے یعنی ہاتھ دھوتے اور رومال کے ساتھ پونچھ دیتے۔ کہنے لگے ہم اس پیسہ کی وجہ سے شرور سے محفوظ ہیں مطلب یہ ہے کہ ایسے دور میں جس شخص کے پاس پیسہ ہوگا وہ امراء کا محتاج نہیں ہوگا اور نہ ان کے غلط کام کرنے پر مجبور ہوگا۔ غرضیکہ مال کمانا کوئی بری بات نہیں ہے۔



ذمہ داری ایک آزمائش ہے

عَنْ مِقْدَامِ بْنِ مَعْدِی كَرِبَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْلَحْتَ يَا قُدَيْمُ اِنْ لَّمْ تَكُنْ اَمِيْرًا وَلَا جَابِيًا وَلَا عَرِيْفًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

ایک دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدام سے فرمایا اے قدیم! اگر تجھ میں یہ تین چیزیں نہ پائی گئیں تو تو کامیاب ہو گیا۔ پہلی چیز یہ ہے کہ اگر تو حاکم نہ بنا تو کامیاب ہو گیا کیونکہ حاکمیت بڑی آزمائش کا کام ہے اور یہاں آکر اکثر لوگ پھسل جاتے ہیں اور پھر آخرت میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

فرمایا دوسری بات یہ ہے کہ ٹیکس وصول کنندہ نہ بنا تو بھی کامیاب ہو گیا۔ جزیہ ٹیکس زکوٰۃ، عشر وغیرہ وصول کرنے والے لوگ بھی بڑے سخت طبیعت بن جاتے ہیں اور بعض اوقات لوگوں پر زیادتی کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، لہذا اس کام میں بھی بڑا خطرہ ہے فرمایا تیسری چیز عریف ہے یعنی اگر تو سردار، چیئرمین سرکردہ آدمی یا مانیٹر وغیرہ بننے سے بچ گیا تو پھر بھی کامیاب ہو گیا کیونکہ یہ بھی بڑی ذمہ داری کے کام ہیں اور غلطی کا احتمال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم میں سے اکثر لوگ حاکم بننے کی خواہش کریں گے مگر کما حقہ ذمہ داری پوری نہ کرنے کی وجہ سے قیامت والے دن افسوس کا اظہار کریں گے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقدام کو فرمایا کہ اگر یہ تین چیزیں تم میں نہ پائی گئیں تو تو کامیاب ہو گیا۔

تکبّر بدترین خصلت ہے

عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ شَهْرٍ قَالَ سَمِعْتُ كُرَيْبَ بْنَ اَبْرَهَةَ وَهُوَ جَالِسٌ مَعَ عَبْدِ الْمَلِكِ بِدَيْرِ الْمُرَّانِ وَذَكَرُوا الْكِبْرَ فَقَالَ كُرَيْبٌ سَمِعْتُ اَبَا رَيْحَانَةَ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّهُ لَا يَدْخُلُ شَيْئٌ مِّنَ الْكِبْرِ الْجَنَّةَ.........الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۳)

حضرت ثوبان بن شہر بیان کرتے ہیں کہ کریب بن ابرہہ عبدالملک بن مروان خلیفہ کے پاس دیرالمران کے مقام پر بیٹھے تھے کہ اس مجلس میں تکبر کا ذکر ہوا۔ کریب کہنے لگے کہ میں نے ابوریحانہ صحابی رسول سے یہ بات سنی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ تکبر والی کوئی چیز جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ یعنی جس شخص کے دل میں تکبر پایا گیا اس کا جنت میں داخلہ ممکن نہ رہا۔ ایک شخص نے عرض کیا اللہ کے رسول! اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَتَجَمَّلَ بِسَبْقِ سَوْطِيْ وَشِسْعِ نَعْلِيْ۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا کوڑا بھی دوسروں سے اچھا ہو اور میرے جوتے کا تسمہ بھی دوسرے سے بہتر ہو تو کیا یہ چیز بھی تکبر میں داخل ہے؟ آپ نے فرمایا اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِالْكِبْرِ۔ یہ چیز تکبر میں داخل نہیں ہے۔ اچھا لباس، اچھی سواری، اچھے برتن استعمال کرنا اور اچھے گھر میں رہنا کوئی تکبر کی بات نہیں بلکہ یہ تو جمال ہے اور حقیقت یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ۔ کہ اللہ تعالیٰ خود پاک اور خوبصورت ہے۔ اور وہ جمال والی چیز کو پسند کرتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا، درحقیقت اِنَّمَا الْكِبْرُ مَنْ سَفِهَ الْحَقَّ۔ تکبر میں وہ شخص مبتلا ہوا جس نے حق کو ٹھکرایا۔ وَغَمَصَ النَّاسَ بِعَيْنَيْهِ اور لوگوں کو آنکھوں سے اشارے کئے یعنی ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا۔ متکبر آدمیوں کا یہ شیوہ

ہوتا ہے کہ اگر کوئی کم تر مرتبے کا آدمی سچی بات بھی کہہ دے تو اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو ! بڑا نصیحت کرنے والا نیک پاک آگیا ہے یہی تکبر ہے۔ دوسری روایت میں بَطَرَ الحَقِّ یعنی حق بات کو ٹھکرا دینے کو تکبر سے تعبیر کیا گیا ہے حالانکہ ہر صحیح بات کو تسلیم کرنا چاہیئے خواہ وہ کسی کے موافق پڑتی ہو یا مخالفت میں جاتی ہو۔ گویا حق بات کو ٹھکرانا اور دوسرے آدمی کو حقیر جاننا تکبر کی علامت ہے اسی لیے فرمایا کہ تکبر بد ترین خصلت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شخص جنّت میں داخل نہیں ہو گا۔ لوگوں کی اصلاح کرنے والے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ تکبر ایسی بُری خصلت ہے کہ باقی قبیح خصائل انسان سے نکل جاتے ہیں مگر تکبر سب سے آخر میں بڑی مشکل سے جاتا ہے۔



مصنوعی حسن کی دس چیزوں کی ممانعت

عَنْ اَبِی الْحُصَیْنِ الْھَیْثَمِ بْنِ شَفِیٍّ اَنَّہٗ سَمِعَہٗ یَقُوْلُ خَرَجْتُ اَنَا وَ صَاحِبٌ لِیْ یُسَمّٰی اَبَا عَامِرٍ رَجُلٌ مِّنَ الْمَعَافِرِ لِنُصَلِّیَ بِاِیْلِیَاءَ وَ کَانَ قَاصُّھُمْ رَجُلًا مِّنَ الْاَزْدِ یُقَالُ لَہٗ اَبُوْ رَیْحَانَۃَ مِنَ الصَّحَابَۃِ قَالَ اَبُو الْحُصَیْنِ فَسَبَقَنِیْ صَاحِبِیْ اِلَی الْمَسْجِدِ ثُمَّ اَدْرَکْتُہٗ فَجَلَسْتُ اِلٰی جَنْبِہٖ فَسَاَلَنِیْ ھَلْ اَدْرَکْتَ قَصَصَ اَبِیْ رَیْحَانَۃَ فَقُلْتُ لَا ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۴)

ابوالحصین بیان کرتے ہیں کہ میں اور ایک ساتھی ابو عامر نکلے جس کا تعلق قبیلہ معافر سے تھا تاکہ ہم ایلیاء یعنی بیت المقدس میں جا کر نماز پڑھیں۔ اس مسجد کے واعظ ابو ریحانہؓ صحابی رسول تھے۔ میرے ساتھی نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے ان کا وعظ سنا ہے، میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگے میں نے ان کا وعظ سنا ہے اور انہوں نے اپنے وعظ میں کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ عَنِ الْوَشْرِ۔ دانتوں کو چھیل کر تیز کرنے سے بعض لوگوں کے دانت ٹیڑھے ہوں تو وہ انہیں رگڑ کر سیدھا کرتے ہیں یا دانت سرے سے اکھاڑ کر نئے لگوا لیتے ہیں تا کہ ان کے دانت خوبصورت معلوم ہوں۔ فرمایا ایسا کرنا ممنوع ہے۔ قدرتی طور پر حسن کا اختیار کرنا یا کوئی حسن والا کام کرنا درست تو ہے۔ مگر مصنوعی حسن اختیار کرنا ممنوع ہے اور حرام ہے قدرتی حسن میں نہانا دھونا، اچھے کپڑے پہننا خوشبو لگانا، سرمہ لگانا، تیل لگانا اور بالوں میں کنگھی کرنا وغیرہ شامل ہیں اور بالکل جائز امور ہیں مگر بناوٹی حسن اختیار کرنے کی اجازت نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ چھوٹے بالوں والی عورت اگر کسی دوسری عورت کے لمبے بال لے کر اپنے بالوں کے ساتھ آمیزش کرے گی تو یہ مصنوعی حسن ہے اور حرام ہے۔

۲ - وَالْوُشُومِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسم کے مختلف حصوں کو گدوانے سے بھی منع فرمایا ہے بعض لوگ رخسار، پیشانی یا بازو پر تصویر کھدوا کرواتے ہیں یا نام لکھواتے ہیں اور اس طرح مصنوعی حسن پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی منع ہے۔

۳ - وَالنَّتْفِ۔ نبی علیہ السلام نے بعض حصوں سے بال اکھاڑنے سے بھی منع فرمایا ہے بعض لوگ ابرو کے ٹیڑھے بالوں کو اکھاڑ پھینکتے ہیں تاکہ چہرہ خوبصورت معلوم ہو یا سفید بالوں کو نکال دیتے ہیں کہ بڑھاپے کے آثار نہ دکھائی دیں۔ یہ بھی مکروہ تحریمی میں شامل ہے اور منع ہے۔

۴ - وَعَنْ مُكَامَعَةِ الرَّجُلِ الرَّجُلَ بِغَيْرِ شِعَارٍ۔ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ اکٹھا سوئے جب کہ درمیان میں کپڑا بھی نہ ہو، تو اس سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ حیاداری کا تقاضا یہی ہے کہ اول تو ایک بستر پر دو مرد نہ سوئیں اگر مجبوری ہو تو کم از کم کپڑے تو پہن رکھے ہوں۔ ننگ دھڑنگ لیٹنا درست نہیں ہے۔

۵ - وَعَنْ مُكَامَعَةِ الْمَرْأَةِ الْمَرْأَةَ بِغَيْرِ شِعَارٍ۔ اسی طرح ایک عورت بھی دوسری عورت کے ساتھ برہنگی کی حالت میں نہیں لیٹ سکتی۔ دوسری حدیث میں بچوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو مار کر بھی نماز پڑھاؤ اور ان کے بستر بھی الگ کر دو۔ اس عمر تک پہنچ کر بچے بھی اکٹھے نہ سوئیں تاکہ ان میں کوئی بداخلاقی نہ پیدا ہو۔

۶ - وَاَنْ يَّجْعَلَ الرَّجُلُ فِي اَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيْرًا مِّثْلَ الْاَعَاجِمِ۔ حضور علیہ السلام نے اس سے بھی منع فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے کپڑے کے کنارے پر ریشم کی کناری لگائے تاکہ اس کی برتری ظاہر ہو۔ بعض لوگ تہبند یا چادر کے کناروں پر ریشم کی پٹی لگاتے ہیں جو کہ ممنوع ہے۔ صحیح روایت میں آتا ہے کہ دو یا چار انگلی تک ریشم کی کناری لگانے کی اجازت ہے اس سے زیادہ نہیں۔

۷ - وَاَنْ يَّجْعَلَ عَلٰى مَنْكِبَيْهِ مِثْلَ الْاَعَاجِمِ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ کہ بعض لوگ کندھے کے مقام پر ریشم کی کناری لگاتے ہیں

یہ سب تفاخر کے کام ہیں جو کہ درست نہیں ہیں۔

۸- وَعَنِ النُّہْبٰی۔ حضور علیہ السلام نے لوٹ کے مال سے بھی منع فرمایا ہے۔ کسی کا مال ناجائز طریقے سے حاصل کرنا ہرگز پسندیدہ فعل نہیں بلکہ حرام ہے۔

۹- وَرُکُوْبِ النُّمُوْرِ۔ چیتے کی کھال پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے اگر کھال دباغت شدہ ہو تو وہ پاک تو ہے اور اس پر نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے تاہم چونکہ ایسی کھال کو استعمال کرنے سے انسان میں تکبر کا مادہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس پر بیٹھنا درست نہیں ہے۔

۱۰- وَلُبُوْسِ الْخَاتَمِ۔ نبی علیہ السلام نے انگوٹھی پہننے سے بھی منع فرما دیا ہے۔ سونے کا زیور تو مرد کے لیے ویسے ہی حرام ہے البتہ ساڑھے تین ماشے تک کی چاندی کی انگوٹھی پہنی جا سکتی ہے مگر اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی پسندیدہ نہیں ہے۔ فرمایا اِلَّا لِذِیْ سُلْطَانٍ اگر انگوٹھی کو بطور مہر استعمال کرنا ہو تو پھر جائز ہے جیسے خود حضور علیہ السلام نے انگوٹھی میں محمد رسول اللہ کندہ کرا رکھا تھا۔ جسے مکتوب کے آخر میں لگا دیا جاتا تھا اب تو اس چیز کی بھی ضرورت نہیں رہی کیونکہ سرکاری تمسکات پر لگانے کے لیے مختلف قسم کی مہریں معرض وجود میں آ چکی ہیں۔

قبروں پر نماز پڑھنے اور بیٹھنے کی ممانعت

عَنْ اَبِیْ مَرْثَدٍ الْغَنَوِیِّ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَلُّوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تَجْلِسُوْا عَلَیْہَا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۳۵)

صحابی رسول حضرت ابومرثد غنویؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ نہ تو قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو۔ قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں شرک کا خطرہ ہے، لہٰذا اگر کبھی مجبوراً قبرستان میں نماز پڑھنے کی نوبت آ جائے تو درمیان میں کوئی دیوار یا دیگر آڑ ہونی چاہیئے۔ تاکہ قبریں نظر نہ آئیں۔ قبر کے بالکل سامنے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی میں داخل ہے۔

قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت دو طرح سے ہو سکتی ہے۔ ایک یہ کہ وہاں بول و براز کے لیے مت بیٹھو کیونکہ یہ سخت مکروہ ہے اور مسلمان کی قبر کی تحقیر کے مترادف ہے۔ دوسرے بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر اس طرح نہ بیٹھا جائے جس طرح کوئی شخص کرسی یا چارپائی پر بیٹھتا ہے یہ بھی خلافِ ادب ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہیئے۔

صلوٰۃ الخوف

عَنْ اَبِیْ عَیَّاشٍ الزُّرَقِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعُسْفَانَ فَاسْتَقْبَلَنَا الْمُشْرِکُوْنَ عَلَیْہِمْ خَالِدُ بْنُ الْوَلِیْدِ وَھُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقِبْلَۃِ فَصَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الظُّھْرَ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۵۹)

حضرت ابوعیاش زرقیؓ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ السلام کے ساتھ مکے اور مدینے کے درمیان وادی عسفان میں موجود تھے۔ جنگ کی حالت تھی اور ہمارے مدمقابل مشرکین تھے۔ ان کی قیادت اس وقت خالد بن ولیدؓ کر رہے تھے جو ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ حضرت خالدؓ غزوہ احد میں بھی مشرکوں کی طرف سے شریک جنگ ہوتے تھے۔ پھر اللہ نے فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے کی توفیق عطا فرمائی اور آپ اسلام کے ایک جلیل القدر سپہ سالار ثابت ہوتے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ دشمن ہمارے اور قبلہ کے درمیان تھا یعنی ہم قبلہ رخ برسرپیکار تھے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ اس دوران میں مشرکوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم مسلمانوں پر آمنے سامنے جنگ کر کے تو قابو نہیں پا سکتے جب تک غفلت کی حالت میں ان پر حملہ نہ کر دیا جاتے۔ ہم ان پر ظہر کی نماز کے دوران حملہ آور ہونے کا موقع تو ضائع کر بیٹھے ہیں۔ اب آگے عصر کی نماز آرہی ہے۔ اَحَبُّ اِلَیْہِمْ مِنْ اَبْنَآءِ ھِمْ وَ اَنْفُسِہِمْ جو مسلمانوں کو اپنی اولاد اور اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ یہ لوگ اس نماز کو ترک نہیں کر سکتے کیونکہ اللہ کا حکم بھی ہے۔ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ساری نمازوں کی حفاظت کرو، خاص طور پر درمیانی نماز کی اور یہ وہی عصر کی نماز ہے جس میں مسلمان کچھ دیر بعد مشغول ہوں گے، لہٰذا اس حالت میں ان پر حملہ آور ہو کر ان کا کام تمام کر دیا جائے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب مشرکین نے یہ منصوبہ تیار کیا فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ بِہٰذِہِ الْاٰیَاتِ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ تو ظہر اور عصر کے درمیان جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر نازل ہوتے وَاِذَا کُنْتَ فِیْہِمْ فَاَقَمْتَ لَہُمُ الصَّلٰوۃَ ...... الخ (النساء - ۱۰۲) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف پڑھنے کی ترکیب بتلا دی کہ جب دشمن کے حملہ کا خطرہ ہو یا کسی درندے کا خوف ہو، طوفان یا سیلاب آرہا ہو تو ایسی حالت میں نماز باجماعت کس طرح ادا کی جائے گی۔ یہ طریقہ اس وقت قابلِ عمل ہوتا ہے جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں۔ اگر مختلف گروہوں میں نماز پڑھنا چاہیں تو پھر عام طریقہ سے نماز پڑھیں، صلوٰۃِ خوف کا یہ خاص طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

جس جنگ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شامل ہوتے تھے اس موقع پر ہر مجاہد کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ حضور علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھے تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت حاصل ہو۔ یہ نماز اب بھی مشروع ہے جب کہ تمام لوگ کسی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک گروہ دشمن کے مقابلہ میں صف آرا رہے اور دوسرا گروہ امام کے پیچھے صف باندھ لے۔ اگر سفر کی حالت ہے اور صرف دو رکعت نماز پڑھنی ہے تو پہلا گروہ امام کے پیچھے صرف ایک رکعت پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائیگا اور دوسرا گروہ آکر ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ لے گا۔ اس طرح دونوں گروہ اپنی ایک ایک رکعت خود الگ الگ پڑھیں گے اور اگر حالت حضر ہے اور چار رکعت نماز پڑھنی ہے تو پھر ہر جماعت دو دو رکعت امام کے ساتھ پڑھے گی اور باقی دو دو رکعت اپنی اپنی الگ الگ ادا کرے گی اور اس طرح سب لوگ اپنی اپنی نماز مکمل کر سکیں گے۔

حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں صلوٰۃ خوف دس، بیس، اٹھارہ یا چوبیس مرتبہ پڑھی گئی۔ دو مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ دشمن قبلہ رخ تھا تو حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ ہتھیار پکڑ لو اور صفیں باندھ لو۔ راوی عیاشؓ کہتے ہیں کہ حسب الحکم ہم لوگوں نے صفیں باندھ لیں۔ دشمن سامنے نظر آرہا تھا۔ نماز شروع ہوئی۔ پھر حضور علیہ السلام نے رکوع کیا تو سب نے رکوع کیا۔

پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو سب نے سر اٹھایا۔ پھر ایک صف سجدے میں چلی گئی اور دوسری کھڑی رہی، پھر دوسری صف نے سجدہ کیا اور پہلی نگرانی کے لیے کھڑی رہی۔ پھر جب حضور علیہ السلام نے سجدے سے سر اٹھایا تو صفوں کا تبادلہ ہو گیا۔ اگلی صف والے پیچھے چلے گئے اور پچھلی صف والے آگے آ گئے۔ پھر دوسری رکعت کے لیے دونوں صفوں نے اکٹھا رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا پھر اگلی صف والوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا اور پچھلی صف والے کھڑے رہے اس کے بعد پچھلی صف والے سجدے میں گئے اور اگلی والے کھڑے رہے اور پھر تشہد کے بعد سب نے اکٹھے نماز مکمل کی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ اس طرح دو مرتبہ صلوٰۃ خوف پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ایک دفعہ وادی عسفان میں اور دوسری دفعہ بنی سلیم کی سرزمین میں۔

کلمہ طیبہ کا خاص اجر و ثواب

عَنْ اَبِیْ عَیَّاشٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِیْنَ اَصْبَحَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کَانَ لَہٗ کَعِدْلِ رَقَبَۃٍ مِّنْ وُّلْدِ اِسْمَاعِیْلَ وَ کُتِبَ لَہٗ بِھَا عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَحُطَّ عَنْہُ عَشْرُ سَیِّاٰتٍ وَ رُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۰)

حضرت ابو عیاشؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے صبح کے وقت یہ کلمہ پڑھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ تو اس کو اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے غلام کو آزاد کرنے کے برابر اجر ملیگا نیز اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی، دس گناہ معاف ہوں گے اور دس درجات بھی بلند ہوں گے اور وہ شخص شام تک کے لیے شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہے گا۔ اسی طرح فرمایا کہ جو شخص شام کے وقت یہ کلمہ پڑھے گا اس کو بھی اس قدر اجر ملے گا اور وہ صبح تک شیطان کے حملے سے محفوظ رہے گا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ فَرَأٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ کسی شخص نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا حضور! ابو عیاشؓ آپ سے یہ روایت اس طرح بیان کرتا ہے۔ قَالَ صَدَقَ اَبُوْ عَیَّاشٍ۔ آپ نے فرمایا کہ ابو عیاش سچ کہتا ہے مطلب یہ کہ راوی نے اس کلمہ کا جو اجر و ثواب بیان کیا ہے وہ اسی طرح ہے اور اللہ تعالیٰ کسی پڑھنے والے کو اس سے محروم نہیں کریگا۔

امام احمدؒ نے یہ واقعہ بعض حدیث کی تائید میں بیان کیا ہے ورنہ پیغمبر علیہ السلام کے علاوہ کسی دیگر شخص کے خواب سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں کیا جا سکتا صرف نبی کا خواب حجت ہوتا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ بعض احکام اپنے نبی کو بتلا دیتا ہے ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے رُؤْیَا الْاَنْبِیَآءِ وَحْیٌ نبیوں کا خواب بھی وحی ہی کی ایک قسم ہوتا ہے غیر نبی کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے البتہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سچا خواب مومن کے حق میں بشارت ہوتا ہے جو وہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا آدمی اس کے حق میں دیکھے



حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے مناقب

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقَارِيِّ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَمْرِو بْنِ الْقَارِيِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ فَخَلَّفَ سَعْدًا مَرِيْضًا حَيْثُ خَرَجَ اِلٰى حُنَيْنٍ فَلَمَّا قَدِمَ مِنْ جِعِرَّانَةَ مُعْتَمِرًا دَخَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ وَجِعٌ مَغْلُوْبٌ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۰)

حضرت عمرو بن قاریؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے چند دن بعد حضور علیہ السلام حنین کی طرف تشریف لے گئے۔ مکہ رمضان میں فتح ہوا اور حنین کا معرکہ شوال کی ابتداء میں پیش آیا جس کا ذکر قرآن میں بھی موجود ہے قبیلہ بنی ثقیف نے بہت سے دوسرے قبائل کو ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کر لیا تھا۔ واقعہ حنین کے موقع پر حضور علیہ السلام کے رشتہ کے ماموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیمار ہو گئے لہٰذا آپ انہیں پیچھے چھوڑ گئے حضرت سعدؓ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ یہ بالکل ابتداء میں پانچویں یا ساتویں نمبر پر اسلام قبول کرنے والے ہیں۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ انہی کی قیادت میں ایران فتح ہوا، آپ ۵۵ھ میں امیر معاویہؓ کی خلافت کے زمانہ میں فوت ہوئے۔ بدری صحابہ میں سے یہ سب سے آخر میں فوت ہوتے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ مدینہ طیبہ میں ان کی رہائش وادی عتیق میں تھی جہاں آجکل مدینہ یونیورسٹی قائم ہے حضرت سعدؓ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے یعنی میں جو دعا کروں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے حضور علیہ السلام نے یہ دعا کی جسے اللہ نے قبول کر لیا اور اس طرح حضرت سعدؓ مستجاب الدعوات بھی بن گئے۔

حضور علیہ السلام —— بارہ ہزار اہل ایمان کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ ان میں

سے دس ہزار صحابہؓ مدینہ سے فتح مکہ کے لیے آئے تھے اور دو ہزار وہ مسلمان تھے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا تھا جب آپ حنین سے فارغ ہوئے تو مکہ سے بیس کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع جعرانہ کے مقام سے عمرہ کا احرام باندھا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد حضرت سعدؓ کے پاس تشریف لائے۔ وہ شدید بیمار تھے۔ غشی پر غشی طاری ہو رہی تھی۔ اس وقت انہوں نے عرض کیا حضور! اِنَّ لِیْ مَالًا وَّ اِنِّیْ اُوْرَثُ کَلَالَۃً۔ میرے پاس مال ہے اور میری اولاد میں پیچھے صرف ایک لڑکی ہے اور ایک بیوی ہے۔ اَفَاُوْصِیْ بِمَالِیْ کُلِّہٖ اَتَصَدَّقُ بِہٖ۔ کیا میں اپنا سارا مال صدقہ نہ کروں؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا، نہیں۔ انہوں نے پھر عرض کیا اَفَاُوْصِیْ ثُلُثَیْہٖ کیا میں دو تہائی صدقہ کر دوں؟ آپ نے پھر فرمایا نہیں۔ حضرت سعدؓ نے پھر عرض کیا اَفَاُوْصِیْ بِشَطْرِہٖ کیا میں کل مال کا نصف حصہ اللہ کی راہ میں دینے کی وصیت کر دوں۔ آپ نے پھر بھی اجازت نہ دی۔ آخر میں حضرت سعدؓ نے عرض کیا۔ اَفَاُوْصِیْ بِثُلُثِہٖ کیا میں ایک تہائی حصہ کی وصیت کر دوں۔ فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ وَذَالِكَ كَثِيْرٌ مگر یہ بھی زیادہ ہے۔ اگر اس سے بھی کم کر دو تو اچھا ہے۔

اس گفتگو کے وقت حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ اللہ نے اس بیماری سے شفا بخشی، پھر اللہ نے چار بیٹے بھی عطا کئے۔ بہرحال اس حدیث سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ کوئی شخص اپنے کل مال کے ایک تہائی حصے سے زیادہ کے لیے صدقہ خیرات کی وصیت نہیں کر سکتا۔ کم از کم دو تہائی مال ورثاء کے لیے باقی رہنا چاہیے۔ ہاں اگر وارث راضی ہوں تو ایک تہائی سے زیادہ کے لیے بھی وصیت کی جا سکتی ہے۔ تقسیم وراثت سے پہلے کفن دفن کا انتظام کیا جائے پھر قرضہ ادا کیا جائے اگر کوئی ہو، پھر وصیت پوری کی جائے اگر متوفی نے کی ہے اور پھر باقی مال ورثاء میں حصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے۔

وصیت کرنا کوئی فرض واجب تو نہیں، البتہ مستحب ہے۔ اگر کوئی مسلمان ایک تہائی مال تک کی وصیت کر جاتا ہے کہ وہ کسی مدرسے یا مسجد یا کسی رفاہِ عامہ کے کام میں لگا دیا جائے یا محتاجوں اور غریبوں کے لیے وقف کر دیا جائے تو اس کو آخرت میں فائدہ پہنچے گا۔ وصیت کے ذریعے غیر وارث رشتہ داروں کو بھی دیا جا سکتا ہے، البتہ ورثا کے حق میں وصیت نہیں کی

جاسکتی کیونکہ اللہ نے ان کے حصے مقرر کر دیئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس مال ہے اسے تین راتیں بھی نہیں گزارنی چاہئیں مگر وصیت لکھ کر اپنے پاس رکھ لینی چاہیئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے وصیت لکھ کر اپنے سرہانے کے نیچے رکھی ہوئی تھی کیونکہ پتہ نہیں موت کس وقت وارد ہو جائے۔

حضرت سعدؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا حضور! اَمُوْتُ بِالدَّارِ الَّتِیْ خَرَجْتُ مِنْھَا مُھَاجِرًا۔ اگر میری موت اسی جگہ آجائے جہاں سے میں نے ہجرت کی تھی تو میری ہجرت کے اجر و ثواب کا کیا ہو گا؟ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّرْفَعَکَ اللّٰہُ۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بلند درجہ عطا کریگا۔ بہت سی قوموں کو تمہاری وجہ سے ذلیل کریگا اور بہت سی قوموں کو تمہاری وجہ سے بلند کریگا۔ نیز فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تم شفا پاؤ گے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت سعدؓ پینتالیس سال تک زندہ رہے۔ پھر حضور علیہ السلام نے عمرو بن القاریؓ راوی حدیث کو وصیت فرمائی کہ اگر حضرت سعدؓ میرے بعد فوت ہو جائیں تو فَھٰھُنَا فَادْفِنْہُ تو انہیں اس طرف دفن کر دینا۔ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے مدینہ کے راستے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس راستے کے کنارے پر ان کی قبر بنانا تاہم حضور علیہ السلام کو اس موقع پر شفا کی بھی توقع تھی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس بیماری سے شفایاب ہو گئے اور پھر پینتالیس سالہ مزید زندگی میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اسلام کی بے پناہ خدمت کرنے کے بعد اپنے خالق سے جا ملے۔

حدِ رجم جاری کرنے کا ایک واقعہ

قَالَ حَدَّثَنِیْ مَنْ شَهِدَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَمَرَ بِرَجْمِ بَیْنَ مَکَّةَ وَالْمَدِیْنَةِ فَلَمَّا اَصَابَتْهُ الْحِجَارَةُ فَرَّ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَهَلَّا تَرَکْتُمُوْهُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۱)

اس حدیث میں حدِ رجم جاری کرنے کا ایک واقعہ خود ان لوگوں نے بیان کیا ہے جو اس واقعہ کے شاہد ہیں۔ ایک شادی شدہ مسلمان زنا کا مرتکب ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرامؓ اس شخص کو پکڑ کر شہر سے باہر لے گئے اور اس کے لیے ایک گڑھا کھودا جس میں اس کے پاؤں ٹک جائیں۔ اگر عورت کو رجم کرنا ہو تو اس کے لیے گہرا گڑھا کھودا جاتا ہے پھر اس کے زائد کپڑے اتار کر اصل کپڑے رہنے دیئے جاتے ہیں اور لوگ پتھر مار مار کر مجرم کو ختم کر دیتے ہیں۔ یہ بدترین سزا ہے جو شریعت نے محض زانی کے لیے مقرر کی ہے تاہم زنا کا ثبوت پیش کرنا بہت مشکل ہے اس کے لیے چار عاقل بالغ عینی مرد گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چار سے کم گواہوں کی شہادت معتبر نہیں ہوتی لہٰذا ایسی صورت میں معاملہ کو اٹھانا ہی نہیں چاہیئے بلکہ خاموشی اختیار کر لینی چاہیئے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجرم خود اس جرم کا اقرار کرے تو اس پر حد جاری کر دی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں چند ایک ایسے ہی کیس آتے تھے جن میں مردوں اور عورتوں نے خود اقرارِ جرم کیا تھا لہٰذا ان پر حد جاری کر دی گئی۔

بہرحال اس شخص کو گڑھے میں کھڑا کر کے جب اس پر پتھروں کی بارش ہوئی تو اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر صحابہؓ نے پکڑ کر سنگسار کر دیا۔ واپس آ کر صحابہؓ نے یہ واقعہ حضور کے سامنے بیان کیا کہ اس طرح اس شخص نے بھاگنے کی کوشش کی مگر ہم نے پکڑ کر اس پر حد

جاری کردی، تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اسے چھوڑ کیوں نہ دیا۔ اگر خود اقرار جرم کرنے والا سزا کے وقت بھاگنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے اقرارِ جرم سے رجوع کر لیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو سزا نہیں دینی چاہیئے بلکہ اسے چھوڑ دیا جائے ہاں، جس شخص کا جرم زنا گواہوں کے ذریعے ثابت ہوا ہو، اس پر لازماً حد جاری کر دینی چاہیئے کہ وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہوتا۔

شگون لینے اور کاہنوں کے پاس جانے کی ممانعت

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أَشْيَاءَ كُنَّا نَفْعَلُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَتَطَيَّرُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ شَيْءٌ تَجِدُهُ فِي نَفْسِكَ...الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت معاویہ بن حکم سلمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپکی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! اب تو ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے مگر زمانہ جاہلیت میں ہم بعض امور انجام دیا کرتے تھے، ان کے متعلق کیا حکم ہے۔ كُنَّا نَتَطَيَّرُ ہم شگون لیا کرتے تھے یعنی جب کسی سفر پر جانا ہوتا یا کوئی اہم کام کرنا ہوتا تو اس کی کامیابی یا ناکامی کا قبل از وقت پتہ چلانے کی کوشش کرتے جسکو شگون لینا کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات کسی ایسے ہی اہم کام سے پہلے کوئی جانور اڑا دیتے تھے۔ اگر وہ جانور دائیں طرف اڑے گا تو اسکو نیک شگون سمجھ لیا اور یقین کر لیا کہ کام کامیابی سے طے پا جائیگا لہٰذا اس کام کو کر ڈالا۔ اور اگر وہ پرندہ بائیں طرف اڑا تو اسکو شگونِ بد سے تعبیر کیا اور جان لیا کہ اس کام میں کامیابی ممکن نہیں لہٰذا اس کام کا ارادہ ترک کر دیا۔ اسی طرح سفر پر نکلتے ہوئے اگر راستے میں کالی بلی مل گئی تو اس کو منحوس خیال کرتے ہوئے سفر کا ارادہ ترک کر دیا اور گھر واپس آ گئے۔ اسی طرح بعض پرندوں کو منحوس خیال کیا جاتا تھا۔ مثلاً جہاں الو بیٹھ گیا، جان لیا کہ یہاں اب ویرانی آئے گی اگر کوا بول پڑا تو سمجھ لیا کہ اب مختلف افراد میں جدائی واقع ہو جائے گی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابی کو جواب دیا کہ کسی کام کے متعلق شگون محض وہم ہے اور وہم کی بنا پر کسی کام کو ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسری حدیث میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ یہ غیر کیہ باتیں ہیں اور انکا کچھ اثر نہیں ہوتا تمام اختیارات اللہ تعالےٰ کے قبضہ میں ہیں، لہٰذا اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے جس کام کا ارادہ کیا ہے اسکو کر گزرنا چاہیئے۔

بعض لوگ کوئی کام کرنے سے پہلے فال نکالتے ہیں کہ ہمیں یہ کام کرنا چاہیئے یا نہیں۔ اس قسم کی فال کبھی قرآن پاک سے، کبھی دیوانِ حافظ سے اور کبھی ہیر رانجھا کی کتاب سے نکالی جاتی ہے یہ بھی شرکیہ بات ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فال اس حد تک درست ہے کہ کسی شخص کی زبان سے کوئی اچھی بات سن کر دل خوش ہو جاتے۔ اس کی اجازت ہے کوئی اچھا نام یا اچھی بات سنی تو دل خوش ہو گیا اور اگر برا نام یا بری بات سنی تو دل میں کدورت پیدا ہو گئی صحیح معنوں میں یہی فال ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں۔

پھر حضرت معاویہ سلمیؓ نے عرض کیا حضور اِکُنَّا نَأْتِي اَلْکُھَّانَ ہم زمانہ جاہلیت میں کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ اور ان سے غیب کی باتیں پوچھتے تھے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ انکا تعلق جنات کے ساتھ ہے جو انہیں غیب کی باتیں بتا دیتے ہیں اور گمشدہ چیزوں کی نشان دہی کر دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا فَلَا تَاْتِ اَلْکُھَّانَ۔ کہ کاہنوں کے پاس مت جایا کرو۔ کاہن، نجومی، رمل والے سب ایک ہی قبیل سے ہیں انکے پاس کچھ نہیں ہے، محض اٹکل پچو باتیں کرتے ہیں۔ لہٰذا ان پر اعتماد کرنا شرک کے مترادف ہے دوسری روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کو سچا سمجھا تو اس نے گویا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا انکار کر دیا۔ کاہنوں کی کسی بات میں شرک پایا جاتا ہے اور کسی میں کفر لازم آتا ہے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس جانے سے منع فرما دیا۔

فرمانِ رسولؐ کی خلاف ورزی پر اظہار تاسف

عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلَى خَالِهِ اَبِىْ هَاشِمِ بْنِ عُتْبَةَ يَعُوْدُهُ قَالَ فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ مَا يُبْكِيْكَ يَا خَالُ اَوَجَعًا يُشْئِزُكَ اَمْ حِرْصًا عَلَى الدُّنْيَا ... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

صحابی رسول حضرت معاویہ بن حکمؓ کے ماموں ابوہاشمؓ ابن عتبہ بیمار تھے تو حضرت معاویہؓ ان کی بیمار پرسی کے لیے انکے پاس گئے۔ ابوہاشم حضرت معاویہؓ کو دیکھ کر رونے لگے تو آپ نے پوچھا اے ماموں! کیوں روتے ہو؟ کیا درد کی وجہ سے رو رہے ہو یا دنیا کے چھوٹ جانے کی حرص ہے یعنی اب تم دنیا میں نہیں رہو گے۔ ابوہاشمؓ کہنے لگے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ نہ تو مجھے کوئی زیادہ بیماری کی بے چینی ہے اور نہ ہی دنیا چھوٹ جانے کا افسوس ہے جو چیز مجھے غم میں ڈال رہی ہے وہ یہ ہے۔ وَلٰكِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهِدَ اِلَيْنَا۔ کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ایک عہد لیا تھا جس پر کاربند رہنے کا ہمیں حکم دیا تھا۔ فرمایا تھا: اے ابوالہاشم! یہ بات اچھی طرح سن لو۔ شاید کہ تم دنیا میں مال پاؤ جو لوگوں کو دیا جاتا ہے اور شاید وہ مال تمہارے پاس بھی آئے مگر یاد رکھنا اَوْ اِنَّمَا يَكْفِيْكَ مِنْ جَمْعِ الْمَالِ خَادِمٌ وَمَرْكَبٌ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ دنیا میں مال جمع کرنے سے تمہیں دو چیزیں کفایت کریں گی ایک تو اپنی خدمت کے لیے خادم رکھ لینا کوئی غلام خرید لینا جو تنگی اور کشادگی، صحت اور بیماری میں تمہاری خدمت کرے اور ایک سواری کا بندوبست کر لینا جس پر سوار ہو کر تم اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے جا سکو۔ فرمایا ان دو چیزوں کے علاوہ دنیا میں زیادہ انہماک نہ رکھنا۔

ابوہاشمؓ کہنے لگے کہ ہم نے حضور علیہ السلام کے ساتھ کئے گئے اس عہد کی خلاف ورزی

کی ہے جس کی وجہ سے غم لاحق ہے اور میں رو رہا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے صرف مذکورہ دو چیزوں کی اجازت دی تھی مگر ہم نے انکے علاوہ بھی بہت سامان جمع کیا ہے۔ اب میں حضور علیہ السلام کو کیا منہ دکھاؤنگا اور کیا جواب دونگا۔ یہی چیز مجھے رلا رہی ہے۔



قرآن پاک کیساتھ انصاف کے تقاضے

قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ اِلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنْ عَلِّمِ النَّاسَ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَمَعَهُمْ فَقَالَ اِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاِذَا عَلِمْتُمُوْهُ فَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ وَلَا تَاْكُلُوْا بِهٖ وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِهٖ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

حضرت امیر معاویہؓ کی گورنری یا خلافت کا زمانہ تھا آپ بیس سال تک گورنر اور پھر بیس سال تک خلیفہ رہے۔ عبدالرحمٰن بن شبل انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے خط لکھا کہ میں لوگوں کو وہ بات سکھلاؤں جو میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن صاحبِ علم آدمی تھے لہذا معاویہؓ نے انکو لوگوں کی تعلیم و تربیت کرنے کا حکم دیا کہتے کہ یہ حکم پاکر حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاریؓ نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور انہیں بتلایا کہ مجھے امیر کا حکم ملا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی تعلیم دوں جو میں نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنی ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہے وہ تمہارے سامنے بیان کئے دیتا ہوں۔ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا لوگو! تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ وَلَا تَغْلُوْا فِيْهِ قرآن پاک سیکھو مگر اس میں غلو نہ کرنا جیسا کہ اہل کتاب نے اللہ کے دین میں غلو کیا۔ انہوں نے دین میں مبالغہ آرائی کی، اللہ کے نبیوں میں الوہیت ثابت کی، ان کی طرف غلط باتیں منسوب کیں توحید کے ساتھ شرک کی ملاوٹ کی حتیٰ کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا۔ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (النساء - ۱۷۱) اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اگر ایسا کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

حضور علیہ السلام کے اس واضح فرمان کے باوجود افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج کا مسلمان اسی غلو کا شکار ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا آج حضور علیہ السلام کی ذات کیساتھ بھی غلو کیا جا رہا ہے آپکو اہل کتاب کی طرح حد سے بڑھایا جا رہا ہے ہر سال میلاد منانا اور اس موقع پر طرح طرح کی خرافات پیدا کرنا غلو نہیں تو اور کیا ہے؟ اس موقع پر غیر شرعی افعال کا ارتکاب ایک معمول بن چکا ہے۔ گلیوں اور بازاروں میں جگہ جگہ مصنوعی پہاڑیاں بنائی جاتی ہیں۔ اگر پوچھو، بھائی ان پہاڑیوں کا حضور علیہ السلام کی ولادت یا سیرت سے کیا تعلق ہے تو کہتے ہیں کہ قرآن میں آیا ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرہ - ۱۵۸) صفا اور مروہ پہاڑیاں شعائر اللہ اور احکام حج میں سے ہیں۔ صفا مروہ کی سعی کرنا تو واجبات حج میں سے ہے مگر کس قدر افسوس ہے کہ ان مصنوعی پہاڑیوں کو شعائر اللہ کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ قرآن پاک کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا ہی تو غلو ہے جس سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل نے لوگوں سے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے میں نے دوسری بات یہ سنی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ وَلَا تَجْفُوْا عَنْهُ قرآن کے ساتھ ظلم و جفا اور زیادتی نہ کرنا۔ قرآن کیساتھ جفا یہ ہے کہ اس کی حلال کردہ اشیاء کو تم حرام قرار دے دو اور حرام کو حلال بتانے لگو۔ قرآن پاک جس چیز کو شرک اور کفر سے تعبیر کرتا ہے اسکو کفر اور شرک ہی سمجھو۔ قرآن جس چیز کو توحید کی علامت بتاتا ہے اسکو توحید جانو اور جس چیز کو شعائر اللہ کہتا ہے اسکو شعائر اللہ سمجھو۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے احکام و فرامین کے مطابق چلو۔ اگر اسکے خلاف چلو گے تو یہ زیادتی ہوگی۔ اسی لیے فرمایا کہ قرآن سیکھنے کے بعد غلو کرنا اور نہ زیادتی کرنا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ اللہ کے نبی علیہ السلام نے قرآن پاک سے متعلق تیسری بات یہ بیان فرمائی۔ وَلَا تَاْكُلُوْا بِهٖ قرآن پاک کو دنیا کمانے اور کھانے کا ذریعہ نہ بنا لینا آج کے جھوٹے واعظ، قصہ گو اور نام نہاد علماء نے قرآن کو ذریعہ معاش بنا لیا ہے حالانکہ اللہ کی یہ کتاب تو ذریعہ ہدایت ہے۔ خود قرآن میں اللہ کا فرمان ہے۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا (البقرہ - ۴۱) اللہ کی آیات کے بدلے میں دنیا کا حقیر مال مت خریدو۔ قرآن پاک پڑھنے کا معاوضہ

لینا، غلط فتوے دینا اور قرآن پاک کی غلط تاویلات کر کے مال کھانا آیات الٰہی کو بیچنے کے مترادف ہے جس سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اس کی بجائے قرآن پاک سے ہدایت حاصل کرو اور اسکے بیان کردہ اصولوں پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل کرو۔

چوتھی بات حضور علیہ السلام نے یہ فرمائی وَلَا تَسْتَكْثِرُوْا بِہٖ قرآن پاک کو دولت میں اضافہ کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ لوگ طرح طرح کی سکیمیں بناتے ہیں جن کو بروئے کار لا کر قرآن کو دولت جمع کرنے اور اسمیں اضافہ کرنے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھنے کے بعد چار چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ اس میں غلو نہ کرو۔

۲۔ اس کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔

۳۔ اسکو ذریعہ معاش نہ بناؤ۔

۴۔ اسکو مال میں اضافہ کا ذریعہ نہ بناؤ۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا اِنَّ التُّجَّارَ هُمُ الْفُجَّارُ۔ بیشک تاجر لوگ فاجر ہیں کہتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! تاجر لوگ فاجر کیسے ہو سکتے ہیں۔ قَدْ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا حالانکہ خود اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری یہ بات بالکل درست ہے مگر تاجروں کے فاجر ہونے کی وجہ یہ ہے۔ وَلٰكِنَّهُمْ يَحْلِفُوْنَ وَ يَاْثَمُوْنَ۔ کہ وہ سودا بیچتے وقت جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اس طرح گنہگار ہوتے ہیں پھر حضورؐ نے فرمایا اِنَّ الْفُسَّاقَ هُمُ اَهْلُ النَّارِ بیشک فاسق، نافرمان یا گنہگار لوگ اہل دوزخ میں سے ہیں۔ دراصل فاسق کا لفظ کافر، منافق اور گنہگار تینوں قسم کے آدمیوں پر بولا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسکے انبیاء کو سرے سے ہی نہ ماننے والا کافر ہے۔ جو شخص دل سے نہیں مانتا بلکہ محض دکھاوے کے لیے مانتا ہے وہ منافق ہے اور جو شخص مانتے ہوئے احکام الٰہی پر عمل نہیں کرتا وہ گنہگار ہے۔ یہ تینوں قسم کے لوگ فاسق کی تعریف میں آتے ہیں جن کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہیں۔

پھر لوگوں نے خاص طور پر پوچھا، اللہ کے رسول! وَمَنِ الْفُسَّاقُ. حضور! فاسق کون ہیں؟ فرمایا اَلنِّسَآءُ یعنی عورتیں بھی فاسقوں کی فہرست میں شامل ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا حضور! کیا عورتیں ہماری مائیں، بیٹیاں اور بہنیں نہیں ہیں؟ فرمایا اس میں تو کوئی شک نہیں مگر ان کے فاسق ہونے کی وجہ یہ ہے۔ اِذَا اُعْطِيْنَ لَمْ يَشْكُرْنَ. جب ان کو کوئی نعمت دی جاتی ہے تو یہ شکر ادا نہیں کرتیں۔ خاص طور پر اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ ان کے گھر میں رہ کر تمام ضروریات کا سامان حاصل کرتی ہیں مگر پھر بھی شکریہ ادا نہیں کرتیں بلکہ گلے شکوے ہی کرتی رہتی ہیں۔ ایک عید کے موقع پر بھی حضور علیہ السلام نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ يَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ۔ اے عورتوں کے گروہ جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے اَنْ تَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ کہ تم خاص طور پر اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ پھر فرمایا دوسری وجہ یہ ہے وَاِذَا ابْتُلِيْنَ لَمْ يَصْبِرْنَ۔ کہ جب عورتوں پر کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر صبر نہیں کرتیں بلکہ جزع فزع کرنے لگتی ہیں۔

اس موقع پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مسئلہ بھی بیان فرمایا يُسَلِّمُ الرَّاكِبُ عَلَى الرَّاجِلِ۔ یعنی سوار آدمی پیدل چلنے والے کو پہلے سلام کرے وَالرَّاجِلُ عَلَى الْجَالِسِ۔ اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ نیز فرمایا۔ وَالْاَقَلُّ عَلَى الْاَكْثَرِ اور کم تعداد والے زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔ پھر فرمایا فَمَنْ اَجَابَ السَّلَامَ جس نے سلام کا جواب دیا كَانَ لَهٗ اس کو اجر ملیگا۔ وَمَنْ لَمْ يُجِبْ فَلَا شَيْءَ لَهٗ اور جس شخص نے سلام کا جواب نہ دیا وہ اجر و ثواب سے محروم رہیگا حضور علیہ السلام نے سلام کرنے کے یہ آداب بھی سکھلا دیئے۔

یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کو حضور علیہ السلام نے ایک مجلس میں بیان فرمایا اور پھر امیر معاویہؓ کے کہنے پر حضرت عبدالرحمٰن بن شبل انصاریؓ نے عام لوگوں کے سامنے تعلیم کے لیے پیش کیا۔

دورانِ نماز و دعا نگاہ نیچی رکھنے کا حکم

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَجُلًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاتِهِ فَلَا يَرْفَعْ بَصَرَهُ اِلَى السَّمَآءِ اَنْ يُلْتَمَعَ بَصَرُهُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۱)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھ رہا ہو تو وہ اپنی نگاہ اوپر آسمان کی طرف نہ اٹھائے۔ کیونکہ خطرہ ہے کہ کہیں اس کی آنکھ ہی نہ اچک لی جائے۔ دوسری صحیح روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب تم دعا کر رہے ہو تو اپنی نگاہ نیچے رکھو۔ اگر دعا کے وقت نگاہ اوپر اٹھاؤ گے تو خطرہ ہے کہ خدا تعالےٰ ناراض ہو کر تمہاری نگاہ ہی نہ سلب کر دے۔ مناجات کی حالت میں اوپر دیکھنا خلافِ ادب ہے اور غرور و تکبّر کی نشانی ہے جب کوئی مومن اللہ کے سامنے دعا کرتا ہے یا نماز پڑھتا ہے تو اسے نہایت عجز و نیاز مندی کا اظہار کرنا چاہیئے اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے۔

بعض صحابہؓ کی بیعتِ اطاعت

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ وَلِيْدِ بْنِ عُبَادَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِيْ عُسْرِنَا وَ يُسْرِنَا وَ مَنْشَطِنَا وَ مَكْرَهِنَا وَالْاَثَرَةِ عَلَيْنَا وَ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهُ وَ نَقُوْمُ بِالْحَقِّ حَيْثُ كَانَ وَلَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۱)

عبادہ ابن ولید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی، خوشی میں بھی اور ناگواری میں بھی۔ اور اگر ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے گی تو ہم پھر بھی اطاعت کریں گے۔ نیز یہ کہ ہم کسی معاملے میں اسکے اہل کیساتھ جھگڑا بھی نہیں کریں گے یعنی جس منصب کا کوئی شخص اہل ہے، ہم اسکے متعلق یہ نہیں کہیں گے کہ یہ عہدہ اس کی بجائے ہمیں دے دیا جائے کہتے ہیں کہ ہم نے اس بات پر بھی نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی کہ حق جہاں بھی ہوگا ہم کھڑے ہو کر اس کی حمایت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کھائیں گے ہم حق بات بلا خوف وخطر کہہ دیا کریں گے۔

حضور علیہ السلام اور شاہ ہرقل کے درمیان خط وکتابت

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِيْ رَاشِدٍ قَالَ لَقِيْتُ التَّنُوْخِيَّ رَسُوْلَ هِرَقْلَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِمْصَ وَكَانَ جَارًا لِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ بَلَغَ الْفَنَدَ اَوْ قَرُبَ فَقُلْتُ اَلَا تُخْبِرُنِيْ عَنْ رِسَالَةِ هِرَقْلَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِسَالَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى هِرَقْلَ فَقَالَ بَلٰى۔۔۔۔۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۱، ۴۴۲)

یہ ایک لمبی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا ذکر ہے آپکی مہر نبوت اور بعض معجزات کا تذکرہ بھی ہے۔ اور دین کے بارے میں نبی علیہ السلام کی محنت و کاوش اور صحابہ کرامؓ کی جانفشانی کی وضاحت ہوتی ہے۔

تابعین میں سے سعید ابن ابی راشدؒ ایک بزرگ ہوئے ہیں جو بیان کرتے ہیں کہ حمص کے مقام پر میری ملاقات قبیلہ تنوخ سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ تنوخی سے ہوئی جو میرے پڑوس میں رہتے تھے یہ وہ شخص تھا جسکو بادشاہ ہرقل نے اپنا قاصد بنا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا۔ جبکہ آپ غزوہ تبوک کے سلسلہ میں تبوک کے مقام پر ٹھہرے ہوتے تھے۔ اس وقت آپکی قیادت میں کم از کم چالیس ہزار صحابہؓ اور تاریخی روایات کے مطابق زیادہ سے زیادہ اکسٹھ ہزار کا لشکر تھا۔ گرمی کے موسم میں حضور علیہ السلام رومی عیسائیوں سے مقابلہ کے لیے تقریباً ایک ہزار میل کا سفر طے کر کے یہاں پہنچے تھے۔ اس واقعہ کا ذکر سورۃ توبہ میں تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے۔

تبوک پہنچ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو اپنا سفیر بنا کر ہرقل کے پاس بھیجا تھا اور پھر اسکے جواب میں ہرقل نے اس تنوخی کو اپنا قاصد بنا کر حضور علیہ السلام

کی خدمت میں بھیجا تھا اسکا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص واقعہ تبوک کو اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ راوی بیان کرتا ہے کہ حمص کے مقام پر میری ملاقات تنوخی سے ہوئی تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اس شخص سے تبوک میں پیش آنے والے واقعات معلوم کروں۔ چنانچہ میں نے اس سے کہا اَلَا تُخْبِرُنِیْ عَنْ رِسَالَۃِ ھِرَقْلَ اِلَی النَّبِیِّ وَ رِسَالَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی ھِرَقْلَ کیا تم مجھے حضور علیہ السلام اور ہرقل کے درمیان ہونے والی خط وکتابت کے متعلق تفصیلات بتاؤ گے؟ وہ کہنے لگا ہاں کیوں نہیں، میں وہ واقعات بتائے دیتا ہوں۔ پھر اس نے اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ تَبُوْکَ فَبَعَثَ دِحْیَۃَ الْکَلْبِیَّ اِلٰی ھِرَقْلَ۔ حضور علیہ السلام تبوک کے مقام پر تشریف لائے تو آپ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو اپنا سفیر بنا کر ہرقل کے پاس بھیجا۔ دحیہ کلبیؓ انصار مدینہ میں سے حضورؐ کے جلیل القدر صحابیؓ تھے آپ اونچے قد کاٹھ کے گورے چٹے نہایت وجیہ شکل وصورت کے مالک تھے۔ آپ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام بالعموم آپکی شکل میں حضور علیہ السلام کے پاس وحی لیکر آتے تھے۔

تنوخی بیان کرتا ہے کہ جب حضرت دحیہ کلبیؓ حضور علیہ السلام کا خط لیکر ہرقل کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے بڑے بڑے درباریوں اور پوپ پادریوں کو اس خط کے مندرجات پر صلاح ومشورہ کے لیے طلب کیا۔ بادشاہ نے سب کو اپنے پاس کمرے میں جمع کر کے دروازے بند کرا دیئے تاکہ اس اہم معاملہ کا کوئی راز باہر نہ جا سکے۔ پھر ہرقل نے حضور علیہ السلام کی تبوک میں آمد اور آپکے خط کے مندرجات کو اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ کہنے لگا لَقَدْ نَزَلَ ھٰذَا الرَّجُلُ حَیْثُ رَأَیْتُمْ یہ شخص یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دور دراز کا سفر طے کر کے تمہارے دروازے یعنی تبوک کے مقام پر آگیا ہے۔ اسکے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے اور اس نے اس خط کے ذریعے مجھے تین میں سے کوئی ایک چیز اختیار کرنے کی دعوت دی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ میں اسکے دین کا اتباع کرلوں۔ اگر ہم اسکا دین اسلام قبول نہ کریں تو پھر ہم نُعْطِیْہِ مَالَنَا انکو اپنا مال یا جزیہ دینا قبول کرلیں یعنی انکے ماتحت ہو جائیں یہ علاقہ تو ہمارے پاس ہی رہیگا، ہم صرف سالانہ ٹیکس ادا کرتے رہیں گے۔ اور اگر یہ چیز بھی ہمیں منظور نہ ہو

تو پھر تیسرا انتخاب یہ رہ جاتا ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہو جائیں جو ہماری دہلیز پر پہنچ چکے ہیں۔

ہرقل نے اپنی بات جاری رکھی اور اپنے عمائدین سے کہنے لگا وَاللّٰہِ لَقَدْ عَرَفْتُمْ فِيْمَا تَقْرَءُوْنَ مِنَ الْكُتُبِ خدا کی قسم تم اپنی کتابوں میں جو کچھ پڑھتے ہو اسکو خوب جانتے ہو وہاں صاف لکھا ہے کہ یہ شخص ہم پر غالب آئیگا۔ لَيَأْخُذَنَّ مَا تَحْتَ قَدَمَيَّ اور میرے پاؤں کے نیچے والی زمین یعنی ہماری سلطنت پر قابض ہو جائیگا ہرقل پڑھا لکھا سمجھدار آدمی تھا۔ وہ دل سے سمجھ گیا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق پیشین گوئی ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا اس نے اپنے عمائدین سے یہ مشورہ طلب کیا اور کہنے لگا۔ فَهَلْ نَتَّبِعُهُ عَلٰى دِيْنِهٖ تو کیا ہم اس کی پہلی شرط قبول کر کے اسکا دین اختیار نہ کرلیں؟ ہرقل کی یہ بات سن کر اس کے درباری حواری بدک گئے اور انہوں نے گدھوں جیسی آوازیں نکالنی شروع کر دیں اور اِدھر اُدھر بھاگنا شروع کر دیا حتیٰ کہ بعض کے کپڑے بھی وہیں رہ گئے۔ مگر جب انہوں نے کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو تمام دروازوں کو مقفل پایا۔ بالآخر انہوں نے بادشاہ کے سامنے اپنی رائے کا اس طرح اظہار کیا کہنے لگے اے بادشاہ! أَتَدْعُوْنَا إِلٰى أَنْ نَدَعَ النَّصْرَانِيَّةَ کیا تم ہمیں اس بات کی طرف دعوت دیتے ہو کہ ہم اپنے دین عیسائیت کو چھوڑ کر حجاز سے آنے والے ایک اعرابی کا اتباع کرلیں۔ ہم متمدن لوگ ہیں اور ہمارا مذہب بھی پرانا ہے، لہٰذا ہم اپنے دین کو چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں۔

فَلَمَّا ظَنَّ إِنْ خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِهٖ۔ پھر جب ہرقل نے خیال کیا کہ اگر یہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر نکل گئے تو ساری رعیّت کو میرے خلاف بھڑکا دیں گے اور ملک میں بغاوت ہو جائے گی تو اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا کہنے لگا تم خواہ مخواہ بدک گئے ہو، آؤ بیٹھو۔ حقیقت میں میں نے یہ بات اس لیے کی ہے لِأَعْلَمَ صَلَابَتَكُمْ عَلٰى أَمْرِكُمْ۔ تاکہ معلوم کرسکوں کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو اور اس طرح انکو بغاوت کرنے سے روک لیا۔ بہر حال ہرقل نے حضور علیہ السلام کا خط درباریوں کے سامنے حرف بحرف

نہیں پڑھا بلکہ اسکا مضمون اپنی زبان سے انکو سنا دیا۔

کہتے ہیں کہ پھر ہرقل نے حکم دیا کہ کسی ایسے عرب شخص کو بلاؤ جو خاندانی طور پر شریف آدمی ہو اور عیسائیوں پر حاکم بھی ہو۔ اس زمانے میں شام کے بعض قبائل نے عیسائیت اختیار کر رکھی تھی اور وہ ہرقل کے ماتحت تھے۔ یہ تنوخی ان عربوں پر اس وقت حاکم تھا لہذا ہرقل کی تمام شرائط پر پورا اترتا تھا اسکو بلایا گیا۔ تنوخی کہتا ہے کہ جب میں ہرقل کے دربار میں حاضر ہوا تو اس نے مجھے حضور علیہ السلام کے مکتوب کا جواب لکھ کر دیا تاکہ میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر پیش کروں۔ پھر کہنے لگا کہ تم یہ خط لیجاؤ اور وہاں پر تین باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا اور انکو نوٹ کر کے میرے پاس لانا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں۔

۱۔ هَلْ يَذْكُرُ صَحِيْفَتَهُ الَّتِيْ كَتَبَ اِلَيَّ کیا حضور علیہ السلام اس خط کا تذکرہ کرتے ہیں جو انہوں نے میری طرف لکھا۔

۲۔ پھر جب وہ میرا یہ خط پڑھ لیں تو دیکھنا فَهَلْ يَذْكُرُ اللَّيْلَ کیا وہاں رات کا تذکرہ بھی ہوتا ہے یا نہیں۔

۳۔ وَانْظُرْ فِيْ ظَهْرِهٖ هَلْ بِهٖ شَيْءٌ يُرِيْبُكَ۔ یہ بھی دیکھنا کہ اس شخص کی پشت میں کوئی ایسی چیز ہے جو تجھے تردد میں ڈال دے۔

تنوخی کہتا ہے کہ ہرقل کا یہ خط لیکر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں تبوک پہنچا۔ اس وقت آپ اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ میں نے جاکر دریافت کیا کہ تمہارے صاحب یعنی حضور علیہ السلام کہاں ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ تشریف رکھتے ہیں۔ تنوخی کہتا ہے کہ میں آگے چل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا بیٹھا اور ہرقل کا خط پیش کیا جسے آپ نے اپنے پاس رکھ لیا اور مجھ سے فرمایا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں قبیلہ تنوخ کا آدمی ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا هَلْ لَكَ فِي الْاِسْلَامِ الْحَنِيْفِيَّةِ مِلَّةِ اَبِيْكَ اِبْرَاهِيْمَ کیا تجھے دینِ اسلام میں کوئی رغبت ہے جو تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی حنیفی ملت ہے؟ مطلب یہ تھا کہ کیا تم دینِ اسلام کو قبول کرتے ہو؟ تنوخی کہتا ہے کہ میں نے جواباً عرض کیا اِنِّیْ رَسُوْلُ قَوْمٍ وَعَلٰى دِيْنِ قَوْمٍ لَا اَرْجِعُ عَنْهُ حَتّٰى اَرْجِعَ اِلَيْهِمْ

میں اس وقت ایک قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا ہوں اور قوم کے دین پر ہوں۔ لہٰذا جب تک میں اس قوم کی طرف واپس نہ چلا جاؤں میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ تنوخی اپنی قوم کا سردار اور سمجھدار آدمی تھا، حضور علیہ السلام کی بات کو ٹال گیا۔ اسکا جواب سن کر حضور علیہ السلام ہنس پڑے اور قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٥

(القصص - ۵۶) اے پیغمبر! بیشک آپ کسی کو راہِ راست پر نہیں لاسکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔

تنوخی بیان کرتا ہے کہ پھر حضور علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا یَا اَخَا تَنُوْخَ اِنِّيْ كَتَبْتُ بِكِتَابٍ اِلٰى كِسْرٰى۔ اے قبیلہ تنوخ کے فرد! میں نے ایک خط ایران کے بادشاہ کسریٰ کو بھی لکھا تھا جس نے اس خط کو پھاڑ دیا۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ مُمَزِّقُهٗ وَمُمَزِّقُ مُلْكِهٖ۔ اسکو بھی پھاڑ دیگا اور اسکے ملک کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا پھر فرمایا میں نے نجاشی والیٔ حبشہ کو خط لکھا تو اس نے بھی میرے خط کو پھاڑ دیا۔ دیکھ لینا اللہ تعالیٰ اسکو بھی پھاڑ دیگا۔ یاد رہے کہ یہ نجاشی وہ نہیں تھا جس کے زمانہ میں مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے۔ اس نے دینِ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر لیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا۔ اسکے بعد یہ اسکا قائمقام نجاشی تھا جس نے حضورؐ کے خط کو پھاڑ دیا۔

تنوخی کہتا ہے کہ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا میں نے تیرے صاحب یعنی اس قیصرِ روم کو بھی خط لکھا جس نے اس خط کی توہین نہیں کی بلکہ اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا۔ لہٰذا جب تک زندگی میں خوشگواری ہوگی وہ اپنی سلطنت میں قائم رہیگا۔ تنوخی کہتا ہے کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ قیصر نے مجھے جن تین باتوں کو خاص طور پر نوٹ کرنے کے لیے کہا تھا ان میں پہلی بات اسی خط کا تذکرہ تھا جو حضور علیہ السلام نے قیصر کی طرف لکھا تھا اور اب آپ نے اسکا ذکر تو کر دیا ہے۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام نے قیصر کا خط اپنی بائیں طرف بیٹھے ہوئے ایک شخص کو پڑھنے کے لیے دیا۔ لوگوں نے بتلایا کہ یہ شخص معاویہؓ ہیں جو نبی علیہ السلام کے کاتبین میں سے تھے۔ آیات

قرآنی یا خطوغیرہ تحریر کرنے کےلیے انیس کاتب مقرر تھے جن میں سے نوزیادہ مشہور ہیں اور حضرت معاویہؓ بھی انہی میں سے تھے یہ اس وقت آپکے پاس بیٹھے تھے لہذا آپ نے انہی کو ہرقل کا خط پڑھنے کے لیے دیا۔ خط میں لکھا تھا تَدْعُوْنِیْ اِلیٰ الْجَنَّۃِ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ۔ آپ نے مجھے اس جنت کی طرف دعوت دی ہے جسکا چوڑان آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔ اگر جنت ہی اتنا لمبا چوڑا ہے تو پھر دوزخ کہاں ؟ یہ سن کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ سبحان اللہ ! یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔ بھلا یہ بتلاؤ اَیْنَ اللَّیْلُ اِذَا جَآءَ النَّھَارُ جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے ؟ کیا تم اس نکتے کو حل کرسکتے ہو ؟ تنوخی لاجواب ہوگیا اور اس طرح خاص طور پر نوٹ کرنے والی چیزوں میں دوسرے نمبر پر رات کا ذکر بھی ہوگیا جسے تنوخی نے نوٹ کر لیا۔

تنوخی کہتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام اس خط سے فارغ ہو گئے تو فرمایا کہ تم ہمارے پاس قاصد بن کر آئے ہو لہذا ہم پر تمہارا حق ہے۔ اگر ہم اپنے وطن میں ہوتے اور وسعت ہوتی تو تمہیں کوئی عطیہ بھی دیتے۔ اس وقت ہم سفر میں بے سروسامانی کی حالت میں ہیں لہذا کوئی خاص عطیہ تو نہیں دے سکتے۔ اس دوران میں ایک شخص کی آواز آئی کہ میں اسکو عطیہ دیتا ہوں۔ اس شخص نے اٹھ کر اپنا سامان کھولا اور اس میں سے صفوری کپڑوں کا ایک جوڑا نکال کر مجھے دیدیا میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے تو مجھے بتایا گیا کہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے میرے متعلق فرمایا کہ یہ تمہارا مہمان ہے۔ کون ہے جو اسکو رات اپنے پاس ٹھہرائے اور اسکے کھانے اور آرام و آسائش کا انتظام کرے۔ اس پر انصار میں سے ایک نوجوان نے یہ ذمہ داری قبول کرلی۔

تنوخی کہتا ہے کہ جب میں مجلس سے اٹھ کر جانے لگا تو اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اے تنوخ والے ! اِدھر آؤ۔ جب میں حضور کے قریب ہوا تو آپ نے اپنے کندھے پر سے چادر مبارک ہٹا کر فرمایا ذرا یہ بھی دیکھتے جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے کندھے مبارک کے قریب ایک گلٹی سی ابھری ہوئی تھی جو کہ مہر نبوت تھی۔ مجھے یاد آیا کہ ہرقل نے تیسری خاص بات یہ کی تھی کہ اس شخص کی پشت میں دیکھنا کوئی ایسی چیز ہے جو تجھے تردد میں ڈالدے کیونکہ پہلی کتابوں میں بتایا گیا تھا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے پاس آپکی مہر نبوت ہوگی۔ معوقس

بادشاہ مصر پہلی کتابوں کا علم رکھتا تھا، اس نے مہر نبوت کا ذکر کیا تھا۔ حضرت سلمان فارسیؓ کو بھی یہ علم حاصل تھا لہذا انکے ایمان لانے کا سبب بھی یہی مہر نبوت بنی تھی۔ انہوں نے اپنی آخری ملاقات میں مہر نبوت دیکھی تو فوراً ایمان قبول کر لیا۔ غرضیکہ حضور علیہ السلام کی مہر نبوت دیکھ کر ہرقل کی تیسری بات کی بھی تصدیق ہو گئی۔

تنوخی کہتا ہے کہ جب میں واپس شاہ ہرقل کے پاس پہنچا تو میں نے اسے ان تینوں نوٹ کردہ چیزوں کے متعلق بتلا دیا۔ بہرحال یہ سارا واقعہ تنوخی نے ابوراشد کو سنا دیا۔



مسواک کی ضرورت اور اہمیت

عَنْ قَثْمِ بْنِ تَمَامٍ اَوْ تَمَامِ بْنِ قَثْمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ اَتَيْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَالُكُمْ تَاْتُوْنِيْ قُلْحًا لَا تَسَوَّكُوْنَ لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰى اُمَّتِيْ لَفَرَضْتُ عَلَيْهِمُ السِّوَاكَ كَمَا فَرَضْتُ عَلَيْهِمُ الْوُضُوْءَ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۲)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی قثم ابن تمام یا تمام ابن قثمؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کا کیا حال ہے کہ تم میرے پاس اس حالت میں آتے ہو کہ تمہارے دانت میلے ہوتے ہیں، تم مسواک نہیں کرتے۔ فرمایا اگر میں امت کے لوگوں پر مشقت محسوس نہ کرتا تو میں ان پر مسواک کا استعمال بھی اسی طرح فرض قرار دے دیتا جس طرح وضو فرض قرار دیا ہے۔ دانتوں کی صفائی نہایت ضروری ہے۔ طہارت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔ لہذا منہ، ناک، جسم، لباس، خوراک اور ذہن ہر چیز کی صفائی کی ضرورت ہے۔ دانتوں کی عدم صفائی سے نہ صرف عبادت میں نقص آتا ہے بلکہ صحت کے لحاظ سے بھی نقصان دہ ہے۔ جو شخص کوئی بدبودار چیز کھائے۔ اسکے لیے مسواک کا استعمال مزید ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ آئے۔ بہر حال حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی سخت تاکید فرمائی ہے یہ مسواک ایک عام چیز ہے جو خشک یا تر لکڑی کی ہوتی ہے اور ہر جگہ دستیاب ہے۔ مسند احمد اور موطا میں بھی یہ روایت آئی ہے کہ ایک ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کے جسم پر میل کچیل جمی ہوئی تھی اور بال بھی پراگندہ تھے۔ اسکی یہ حالت دیکھ کر آپ سخت ناراض ہوئے پھر جب غسل کیا، میل کچیل کو صاف کیا بالوں کو سنوارا تو آپ خوش ہوئے اور فرمایا کیا یہ بہتر ہے

یا جن کی ہیئت والا آدمی بہتر ہے، جو شخص صفائی کا خیال نہیں رکھتا وہ تو شیطان معلوم ہوتا ہے۔ بہرحال حضور علیہ السلام نے مرد و زن سب کے لیے مسواک استعمال کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ بچوں کو بھی اس کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ مسواک روزے کی حالت میں بھی کرلینی چاہیئے کیونکہ اَلسِّوَاکُ مِنْ خَیْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ مسواک روزے دار کی بہترین خصلتوں میں سے ایک ہے۔ اسے صبح، دوپہر ہر وقت استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں حضور کا یہ فرمان بھی ہے کہ مسواک منہ کو صاف اور اللہ کو راضی کرنے والی چیز ہے بشرطیکہ اسے پیغمبر علیہ السلام کی سنت سمجھ کر کیا جائے اسکے استعمال کے بعد عبادت کی قدر قیمت بھی بڑھ جاتی ہے۔

عورتوں کا قبروں پر جانا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۲، ۴۴۳)

عبدالرحمان بن حسان اپنے والد یعنی حضرت حسان بن ثابتؓ صحابی رسول سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں کی زیارت کرتی ہیں۔ عام طور پر ائمہ کرام اسی بات کے قائل ہیں کہ عورتوں کو قبروں پر نہیں جانا چاہیئے کیونکہ ان کی جنازے میں شرکت بھی ناپسندیدہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک جنازے کیساتھ عورتیں بھی جارہی ہیں۔ فرمایا کیا تم نے میت کو اٹھانا ہے؟ کیا تم نے قبر کھودنی ہے؟ کیا تم نے مردے کو دفن کرنا ہے؟ اور کیا تم نے جنازہ پڑھانا ہے؟ اگر ان میں سے تم نے کوئی کام بھی نہیں کرنا تو پھر جنازے کیساتھ کیوں جاتی ہو۔ عورتیں موت کے وقت اکثر ناشائستہ حرکات کرتی ہیں، روتی پیٹتی اور نوحہ کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں بے پردگی بھی ہوتی ہے لہٰذا قبروں کی زیارت کے لیے جانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

امام بخاریؒ کے نزدیک عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت اس صورت میں جائز ہے جبکہ وہ حدود کی پابندی کریں خلاف شرع کوئی حرکت نہ کریں، شرک و بدعت کا ارتکاب نہ کریں باپردہ ہوں اور صرف دعا کریں۔ البتہ باقی ائمہ کے نزدیک عورتوں کے لیے زیارت قبور ناپسندیدہ فعل ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ قبروں پر چراغ جلانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ قبروں پر روشنی کی کیا ضرورت ہے۔ اگر چراغ جلانا ہے تو کسی مسکین کے گھر جلاؤ تاکہ اسے فائدہ ہو اور مرنے والے کو ثواب ملے۔ اسی طرح قبروں پر پھول چڑھانا بے سود ہے۔ یہی رقم کسی مسکین کو دو تاکہ اسکا پیٹ بھرے۔ کسی طالب علم کو دو جو لکھنے پڑھنے کا سامان خرید سکے اور علم کو آگے پھیلانے کا سبب بنے قبروں کو پختہ بنانا، ان پر گنبد تعمیر کرنا، ان پر چادریں

چڑھانا، چراغاں کرنا سب شرک اور بدعات ہیں اور اسراف میں داخل ہیں۔ اگر عورتیں اپنے مرنے والے لواحقین کو ایصالِ ثواب کرنا چاہتی ہیں تو گھر میں بیٹھ کر کریں۔ قرآن پاک پڑھ کر انکے حق میں دعا کریں یا صدقہ خیرات کے ذریعے ایصال ثواب کریں جو ملت ابراہیمی کی مسلمہ باتیں ہیں۔ مُردوں کے لیے دعا اور استغفار ہی بہترین تحفہ ہے۔



قربِ قیامت میں آگ کا ظہور

عَنْ رَافِعِ بْنِ بِشْرٍ اَوْ بُسْرٍ السُّلَمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُوْشِكُ اَنْ تَخْرُجَ نَارٌ مِنْ حَبْسِ سَيْلٍ تَسِيْرُ سَيْرًا بَطِيْئَةَ الْاِبِلِ تَسِيْرُ النَّهَارَ وَ تُقِيْمُ اللَّيْلَ .... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی حضرت بشر یا بسر سلمیؓ ہیں۔ ان کے فرزند رافع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قریب ہے کہ وہ وقت بھی آئیگا جب ایک آگ مقام حبس سیل سے نکلے گی جو لوگوں کو دبا کر آگے لے جائیگی۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ آگ عدن کے کنارے سے نکلے گی۔ بہر حال فرمایا کہ وہ آگ اونٹ کی رفتار سے آہستہ آہستہ چلے گی۔ یہ دن کے وقت چلتی رہے گی جب کہ رات کو اور دوپہر کو رک جائے گی اور اس دوران میں لوگ آرام کر سکیں گے۔ پھر وہ آگ لوگوں کو دھکیل کر شام اور دمشق کی طرف لیجائیگی۔ جس شخص کو یہ آگ پکڑ لے گی اسے جلا ڈالے گی۔ اس آگ کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

حضور علیہ السلام کو وضو کرانے کی سعادت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ قُرَادٍ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاجًّا قَالَ فَنَزَلَ مَنْزِلًا وَخَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَاتَّبَعْتُہٗ بِالْاِدَاوَۃِ اَوِالْقَدَحِ فَجَلَسْتُ لَہٗ بِالطَّرِیْقِ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ حَاجَۃً بَعُدَ فَجَلَسْتُ لَہٗ بِالطَّرِیْقِ حَتّٰی انْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ...... الحدیث (مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت عبدالرحمان بن قرادؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام کے ساتھ سفرِ حج پر نکلے۔ آپ ایک مقام پر اترے ہوئے تھے کہ رفع حاجت کے لیے نکلے۔ میں پانی کا برتن لیکر آپکے پیچھے ہو لیا۔ حضور علیہ السلام کی عادت مبارک تھی کہ قضائے حاجت کے لیے دور نکل جاتے۔ میں آپکے انتظار میں راستے میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ آپ تشریف لے آتے۔ میں نے عرض کیا حضور! آپکے وضو کے لیے پانی حاضر ہے آپ نے اس پانی سے وضو کیا اور آ کر ظہر کی نماز پڑھائی۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے اس پانی سے استنجا کیا، پھر وضو کیا اور پھر آ کر نماز پڑھائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی خدمت حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت انسؓ بھی انجام دینے کی کوشش کیا کرتے تھے۔

جبلِ احد اور انصارِ مدینہ کی محبت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ سُوَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفَلْنَا مَعَ نَبِيِّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ خَيْبَرَ فَلَمَّا بَدَا لَهُ أُحُدٌ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللهُ أَكْبَرُ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

صحابی رسول حضرت عقبہ بن سوید انصاری رضؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معیت میں غزوہ خیبر سے واپس آرہے تھے کہ سامنے آپکو احد پہاڑ نظر آیا۔ آپ نے اسے دیکھ کر اللہ اکبر کہا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ ایک پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

پہاڑ جیسی جامد چیز میں محبت و نفرت کے جذبات کا پیدا ہونا بظاہر محال معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کرام فرماتے ہیں کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے تو پہاڑ میں بھی محبت کا شعور پیدا کردے اور وہ پہاڑ بھی حضور علیہ السلام اور آپکے صحابہؓ سے محبت کرنے لگے۔ اسکی مثال کھجور کا وہ خشک تنا ہے جو مسجد نبوی میں گاڑا ہوا تھا اور جسکے ساتھ ٹیک لگا کر حضور علیہ السلام صحابہؓ کو خطاب کیا کرتے تھے پھر جب آپکے لیے منبر تیار ہوگیا تو آپ اس خشک تنے کو چھوڑ کر منبر پر تشریف لے گئے۔ کھجور کے اس خشک تنے میں اللہ تعالیٰ نے وہ شعور پیدا کردیا کہ وہ نبی علیہ السلام کی جدائی برداشت نہ کرسکا اور بچوں کی طرح رونے لگا۔ تنے کی اس حالت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر کر تنے کے پاس آئے اسے تھپکی دی اور پیار کیا تو وہ سسکیاں لیتا ہوا آہستہ آہستہ خاموش ہوگیا۔

محدثین کرام اس جملے کا یہ مجازی معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ اس پہاڑ کے رہنے والے ہم سے محبت کرتے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ اس سے انصارِ مدینہ مراد ہیں جنکو حضور علیہ السلام

سے حد درجہ کی محبت تھی۔ آپکا ارشاد مبارک ہے اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ۔ لَمِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیَّ اے اللہ! انصار مدینہ میرے نزدیک محبوب لوگوں میں سے ہیں مجھے ان سے بڑی محبت ہے یہ لوگ اسلام کا مادہ ہیں۔ انہوں نے مرکز اسلام کو مضبوط کیا اور دین کی خاطر بڑی قربانیاں پیش کیں۔ انصار مدینہ بھی آپ سے اور آپکے صحابہؓ سے بڑی محبت رکھتے تھے۔ ان کی محبت کی گواہی خود قرآن میں موجود ہے۔



پانچ وزنی اور پانچ جنت میں داخل کرنیوالی چیزیں

عَنْ اَبِیْ سَلَّامٍ عَنْ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَهُنَّ فِی الْمِیْزَانِ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے آزاد کردہ غلام روایت کرتے ہیں کہ ایک موقع پر نبی علیہ السلام نے فرمایا واہ واہ، یہ پانچ چیزیں قیامت والے دن میزان میں بڑی وزنی ثابت ہوں گی۔ ان اشیاء میں چار تو کلمات ہیں۔

۱۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

۲۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

۳۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ

۴۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ان چار کلمات کو پڑھنے والا بڑے نفع میں رہے گا فرمایا پانچویں چیز وَلَدٌ صَالِحٌ یُتَوَفّٰی فَیَحْتَسِبُہٗ وَالِدُہٗ وہ نیک بچہ ہے جو کم سنی میں فوت ہو جائے اور اس کا باپ جزع فزع کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ثواب کا طالب ہو۔ یہ پانچوں چیزیں آخرت میں بڑی کام آئیں گی۔

پھر حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا کہ واہ واہ! پانچ چیزیں ایسی ہیں مَنْ لَقِیَ اللّٰہَ مُسْتَیْقِنًا بِهِنَّ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ کہ جو شخص انہیں لیکر یقین کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں پیش ہو گا وہ یقیناً جنت میں داخل ہو گا۔ فرمایا وہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان۔

۲۔ قیامت کے دن پر ایمان۔

۳۔ جنت اور دوزخ پر ایمان۔

۴۔ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان۔

۵۔ حساب کتاب پر ایمان۔

فرمایا یہ پانچ چیزیں ہی آدمی کے جنت میں داخلہ کے لیے کافی ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان ایمانیات پر پختگی نصیب فرمائے۔

نماز کے ضمن میں تین چیزوں کی ممانعت

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِبْلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ وَ عَنِ افْتِرَاشِ السَّبُعِ وَ اَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَقَامَ قَالَ عُثْمَانُ فِي الْمَسْجِدِ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

حضرت عبد الرحمان بن شبل رض بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ۔ سجدہ کرتے وقت کوے کی طرح ٹھونگا مارنا۔ سجدہ نماز کا اہم ترین حصہ ہے لہذا اسکو نہایت اطمینان کیساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ جلدی جلدی اس طرح سجدہ کرنا کہ پیشانی زمین پر رکھتے ہی فوراً اٹھا لینا کوے کی طرح ٹھونگا مارنا ہے۔ یہ بڑی مکروہ حرکت ہے اور اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

۲۔ عَنِ افْتِرَاشِ السَّبُعِ۔ سجدے کی حالت میں درندے کی طرح بازو زمین پر پھیلا دینا۔ عام جانور کتا، بلی، شیر وغیرہ جب بیٹھتے ہیں تو اپنے بازو زمین پر پھیلا دیتے ہیں۔ نمازی آدمی کو سجدہ کے دوران ایسا نہیں کرنا چاہیئے بلکہ دوران سجدہ صرف ہاتھ زمین پر لگنے چاہئیں جبکہ بازو زمین سے اٹھے ہوئے ہونے چاہئیں۔

۳۔ اَنْ يُّوْطِنَ الرَّجُلُ الْمَقَامَ كَمَا يُوْطِنُ الْبَعِيْرُ۔ مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کوئی خاص جگہ مقرر کر لینا جیسا کہ اونٹ اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ مقرر کر لیتا ہے۔ بعض آدمیوں کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مسجد میں بہترین جگہ مقرر کر کے ہمیشہ وہیں نماز ادا کریں مثلاً امام کے عین پیچھے یا پہلی صف میں یا امام کی دائیں طرف یا کوئی خاص کونہ جو انہیں پسند ہو اور وہ نہیں چاہتے کہ کوئی دوسرا آدمی انکی مقرر کردہ جگہ پر بیٹھے اور اگر کوئی بیٹھ

ہی گیا تو پھر اسے اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں یا دو نمازیوں کے درمیان گھسنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ یہ تو اونٹ کا طریقہ ہے کہ وہ ہمیشہ ایک ہی جگہ بیٹھنا پسند کرتا ہے۔ لہذا کوئی نمازی جہاں آکر بیٹھ جاتا ہے اسے اٹھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ دوران حج منیٰ کے مقام کا بھی یہی حکم ہے کہ جہاں کسی نے آکر خیمہ لگایا بیٹھ گیا وہ اسی کا حق ہے لہذا اسے تنگ نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص مسجد میں کسی مقام پر بیٹھا ہے پھر وہ کسی ضرورت کے تحت اٹھ کر جاتا ہے تو وہ زیادہ حقدار ہے کہ واپس آکر اپنی جگہ پر بیٹھ جائے۔

سواری پر نفل نماز کی ادائیگی

قَالَ اَخْبَرَنِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ اَنَّ اَبَاہُ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ بِاللَّیْلِ فِی السَّفَرِ عَلٰی ظَھْرِ رَاحِلَتِہٖ حَیْثُ تَوَجَّھَتْ بِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

صحابی رسول حضرت عامر بن ربیعہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دوران سفر حضور علیہ السلام کو نفل نماز ادا کرتے دیکھا آپ اپنی سواری پر نماز ادا فرماتے تھے خواہ سواری کا رخ کسی طرف بھی ہو جاتا۔ سواری پر نفلی نماز ادا کرتے وقت استقبالِ قبلہ کی شرط نہیں ہے بلکہ سواری کا رخ جس طرف بھی ہو اسی طرف منہ کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر بیٹھ کر رکوع و سجود، اشارے کیساتھ ادا کئے ہیں۔ البتہ فرائض اور واجبات یعنی نماز کے فرض اور وتروں کی ادائیگی کے لیے قبلہ رو ہونا ضروری ہے لہذا ان کو سواری سے نیچے اتر کر اور قبلہ رو ہو کر ادا کرنا چاہیئے۔

قبر پر نمازِ جنازہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرٍ فَقَالَ مَا ھٰذَا الْقَبْرُ قَالُوْا قَبْرُ فُلَانَۃٍ قَالَ اَفَلَا اٰذَنْتُمُوْنِیْ لِجَنَائِزِکُمْ فَصَفَّ عَلَیْھَا فَصَلّٰی۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۴)

صحابی رسول حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ صحابہؓ کی جماعت بھی آپکے ہمراہ تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کس کی قبر ہے؟ قبر نئی نئی بنی ہوئی معلوم ہوتی تھی لہذا آپ نے اسکے متعلق پوچھا تو آپکو بتایا گیا کہ یہ فلاں عورت کی قبر ہے۔ آپ نے فرمایا، صحابہؓ سے! تم نے اس کی فوتیدگی کی مجھے اطلاع کیوں نہ دی تاکہ میں بھی اسکے جنازے میں شریک ہوتا۔ صحابہؓ نے عرض کیا، حضور! رات کا وقت تھا اور آپ اس وقت آرام فرما رہے تھے۔ لہذا ہم نے آپکو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسکا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا بلکہ اس فوتیدگی کی اطلاع مجھے دینی چاہیئے تھی۔ پھر آپ نے صف بنائی اور اس کی قبر پر ہی نماز جنازہ ادا کی۔

مسلم شریف کی روایت میں اس واقعہ کی مزید تفصیل بھی آئی ہے راوی بیان کرتا ہے کہ مرنے والی سیاہ رنگ کی ایک عورت تھی یا سانولے رنگ کا ایک حبشی تھا جو مسجد میں صفائی کیا کرتا تھا وہ فوت ہو گیا تو صحابہؓ نے راتو رات اسکو دفن کر دیا اور حضور علیہ السلام کو اطلاع نہ دی۔ جب صبح کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو لوگوں نے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا، تم نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی؟ پھر فرمایا دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِہٖ۔ مجھے بتاؤ کہ اس کی قبر کہاں ہے؟ صحابہؓ ساتھ گئے تو آپ نے اس کی قبر پہ جنازہ

پڑھا۔ اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ قبریں تاریکی سے بھری ہوتی ہیں وَ اِنَّ اللّٰہَ یُنَوِّرُھَا لَھُمْ بِصَلوٰتِیْ عَلَیْھِمْ۔ اور میرے جنازہ پڑھنے سے اللہ ان قبروں کو روشن کر دیتا ہے۔ اس شخص کا دوسری مرتبہ جنازہ پڑھنا حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی، ورنہ عام طور پر کسی میت کا دوبارہ جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ فرض کفایہ ہے جب ایک دفعہ ادا ہو گیا تو کافی ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ محض ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے نجاشی کا غائبانہ جنازہ بھی خاص وجوہات کی بنا پر پڑھا گیا تھا ورنہ حضور علیہ السلام اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں کسی اور شخص کا غائبانہ جنازہ نہیں پڑھا گیا۔

روزے کی حالت میں مسواک کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَا اُعُدُّ وَمَالَا اُحْصِیْ یَسْتَاکُ وَ ھُوَ صَائِمٌ وَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ مَالَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّکُ وَھُوَ صَائِمٌ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۵)

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو لاتعداد دفعہ روزے کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا ہے۔ گویا روزے کی حالت میں مسواک کرنا بالکل درست ہے۔ اور اسکے لیے کسی وقت کی پابندی بھی نہیں۔ صبح، دوپہر، سہ پہر کسی بھی وقت مسواک کی جا سکتی ہے اور اس سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مسواک خشک لکڑی کی ہو یا تازہ کی سب درست ہیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے خَیْرُ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاکُ۔ یعنی مسواک کرنا روزے دار کی بہترین خصلتوں میں سے ہے۔ روزے کی حالت میں مسواک کرنے کو مکروہ قرار دینا درست نہیں ہے۔

درود شریف پڑھنے کا اجر

قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ صَلَاةً لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تُصَلِّىْ عَلَيْهِ مَا صَلّٰى عَلَىَّ فَلْيُقِلَّ عَبْدٌ ذٰلِكَ اَوْ لِيُكْثِرْ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۵)

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو جب تک وہ ایسا کرتا رہتا ہے فرشتے اسکے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں خواہ وہ تھوڑا درود پڑھے یا زیادہ پڑھے۔ اب یہ اس کی مرضی پر موقوف ہے کہ کتنے عرصہ تک فرشتوں کی دعائیں لینا چاہتا ہے۔

درود شریف پڑھنا بہترین عبادت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ (الاحزاب ۵۶) اے ایمان والو! نبی علیہ السلام کی ذات مبارکہ پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔ لہٰذا امت کا فرض ہے کہ وہ آپ کی ذات مبارکہ پر صلوٰۃ وسلام کے پھول نچھاور کرے۔ درود شریف اچھی نیت اور اس خیال کے ساتھ پڑھنا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام کے ہم پر بڑے انعامات ہیں۔ ہمیں ایمان کی دولت، نیکی علم، تقویٰ اور دنیا و آخرت کی بہتری آپ ہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ لہٰذا یہ آپکا ہم پر حق ہے کہ ہم آپ پر درود وسلام بھیجتے رہیں۔

حضرت ابو محذورہؓ کا اذان کہنا

قَالَ اَبُوْ مَحْذُوْرَةَ خَرَجْتُ فِيْ عَشَرَةِ فِتْيَانٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَبْغَضُ النَّاسِ اِلَيْنَا فَاَذَّنُوْا فَقُمْنَا نُؤَذِّنُ نَسْتَهْزِئُ بِهِمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتُوْنِيْ بِهٰؤُلَاءِ الْفِتْيَانِ فَقَالَ اَذِّنُوْا فَاَذَّنُوْا فَكُنْتُ اَحَدَهُمْ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۰۸)

مؤذن رسول حضرت ابو محذورہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم دس نوجوان حنین کے موقع پر نکلے اس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تھے راستے میں کسی مقام پر مسلمانوں نے اذان پڑھی تو ہم نے بھی ٹھٹھے کے طور پر ایسی ہی آوازیں بلند کرنا شروع کر دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لڑکوں کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ۔ جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا، اب اذان پڑھو۔ ابو محذورہؓ کہتے ہیں کہ ان نوجوانوں میں ایک میں بھی تھا۔ آپ نے میرے متعلق فرمایا کہ اس کی آواز بلند ہے پھر مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ تم مکہ والوں کے لیے اذان پڑھا کرو۔ فَمَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهٖ۔ آپ نے میری پیشانی، سر اور سینے پر ہاتھ پھیرا۔ جس سے میرے دل کی کدورت دور ہو گئی۔ پھر آپ نے مجھے اذان کے یہ کلمات سکھائے۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دو دفعہ) اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دو دفعہ) حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ (دو دفعہ) حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (دو دفعہ) اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

اس حدیث میں ترجیع کا ذکر بھی آتا ہے کہ کلمات شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ

اِلَّا اللّٰہُ اور اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کو پھر دہراؤ۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہو حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ۔ اور پھر آخر میں کہو اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب صبح کی نماز کے لیے اذان کہو تو ان کلمات کا اضافہ کرو۔ اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ۔

حضرت ابو محذورہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو وہاں پر عتاب بن اُسیدؓ کو گورنر مقرر کیا گیا۔ میں انہی کے پاس رہتا تھا اور اذان پڑھتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا تو اللہ نے بڑی برکت ڈال دی اور میرے غلط خیالات، ناگوار اور کفر و شرک والی باتوں کو مٹا کر دل میں ایمان اور حضور علیہ السلام کی محبت پیدا کر دی۔ دوسری روایت میں آتا ہے۔ لا یحُزُّ ناصِیَتَہٗ حضرت ابو محذورہؓ نے پھر سر کے وہ بال نہیں کٹوائے جن پر نبی علیہ السلام نے ہاتھ مبارک پھیرا تھا۔ کہا کرتے تھے جن بالوں پر حضور علیہ السلام کا دست شفقت پھرا ہے انکو میں اپنے سے کیسے جدا کر سکتا ہوں۔

ابو محذورہؓ کی اذان میں شہادتین کے کلمات کی ترجیع کا ذکر بھی آیا ہے آپ اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے کلمات پہلے دو دو دفعہ ذرا آہستہ آواز سے اور پھر دو دو دفعہ پلٹ کر بلند آواز سے کہتے تھے۔ البتہ فرشتے نے خواب میں اذان کے جو کلمات بعض صحابہؓ کو سکھائے تھے، ان میں ترجیع نہیں ہے۔ حضرت بلالؓ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں ہے۔ اس مسئلہ میں فقہائے کرام میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ ترجیع مستحب ہے اور امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ مؤذن کو اختیار ہے چاہے اذان میں ترجیع کرے یا نہ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیع جائز تو ہے مگر بہتر بغیر ترجیع کے ہے کیونکہ حضرت بلالؓ کی اذان میں ترجیع نہیں پائی جاتی اور نہ ہی فرشتے نے لوگوں کو ترجیع سکھائی۔ ابو محذورہؓ کی اذان میں ترجیع کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ پہلے مشرک تھے اور جب اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ پکارنا چاہتے تھے تو زبان نہیں چلتی تھی۔ رک جاتے تھے اس

لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمہ پلٹ کر دوبارہ کہو۔ چنانچہ جب انہوں نے شہادت کے کلمات دوبارہ بلند آواز سے پڑھے اور حضور علیہ السلام نے سر پر ہاتھ مبارک بھی پھیرا تو ابو محذورہؓ کی ساری گھٹن دور ہو گئی اور آپ بغیر کسی دقت اور رکاوٹ کے اذان کہنے لگے۔

بہر حال ترجیع کے ضمن میں جائز یا ناجائز ہونے کا اختلاف نہیں ہے بلکہ صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہے لہٰذا ترجیع کرنا یا نہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔ اس بات میں جھگڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہاں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضور نے اذان سکھاتے وقت پہلے درود شریف پڑھنے کا حکم تو نہیں دیا تھا بلکہ اللہ اکبر سے شروع کرنے کے لیے کہا تھا ابو محذورہؓ اور بلالؓ اللہ اکبر سے ہی اذان شروع کرتے تھے اب بعض لوگوں نے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے جو کہ اذان میں اضافہ ہے اور یہی بدعت ہے۔ ہاں اذان ختم کرنے کے بعد نہایت خلوص کیساتھ آہستہ آواز سے درود شریف پڑھو اور پھر دعائے مسنونہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ .... الخ پڑھو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپکی شفاعت کے مستحق بن جاؤ۔

حضرت عمرؓ کا خانہ کعبہ میں مدفون خزانہ برآمد کرنیکا ارادہ

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ جَلَسْتُ اِلٰی شَیْبَۃَ بْنِ عُثْمَانَ فَقَالَ جَلَسَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِیْ مَجْلِسِكَ ھٰذَا فَقَالَ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ لَّا اَدَعَ فِی الْکَعْبَۃِ صَفْرَآءَ وَلَا بَیْضَآءَ اِلَّا قَسَمْتُھَا بَیْنَ النَّاسِ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

حضرت شیبہ بن عثمانؓ اور ان کے والد حضرت عثمان بن طلحہؓ دونوں صحابی ہیں اور یہ خانہ کعبہ کے کلید بردار خاندان کے افراد ہیں۔ یہ وہی عثمانؓ ہیں کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو حضور علیہ السلام نے ان سے بیت اللہ شریف کی چابی طلب کی۔ انہوں نے گھر جاکر ماں سے چابی طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عثمانؓ نے ماں کو ڈرایا کہ اب مکہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا ہے۔ اگر چابی نہ دی تو ان کی تلوار میری کمر سے گزر جائے گی۔ اور مجھے ہلاک کر دیا جائیگا۔ چنانچہ ماں نے خوفزدہ ہو کر چابی دے دی۔ اس وقت تک یہ لوگ مشرک تھے۔ بعد میں اللہ تعالٰے نے ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ دروازہ کھول کر حضور علیہ السلام بیت اللہ شریف کے اندر گئے، وہاں دعا کی اور باہر تشریف لے آئے۔ آپ نے چابی دوبارہ حضرت عثمانؓ ہی کے سپرد کر دی جو آج تک اسی خاندان میں چلی آرہی ہے۔

شیبہ ابن عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطابؓ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ فرمایا میں ارادہ کرتا ہوں کہ خانہ کعبہ کے نیچے جو سونا چاندی مدفون ہے اسکو نکال کر لوگوں میں تقسیم کر دوں۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں نے کچھ سونا چاندی تعمیر کعبہ کے وقت نیچے دفن کر دیا تھا۔ شیبہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے اس اظہار خیال پر میں نے کہا کہ حضرت! یہ کام آپکے اختیار میں نہیں ہے کیونکہ آپ سے پہلے جو دو بزرگ گزرے ہیں یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت ابو بکر صدیقؓ۔ انہوں نے یہ کام نہیں کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ کہنے لگے هُمَا الْمَرْآنِ يُقْتَدٰى بِهِمَا۔ یہ دونوں ہستیاں ایسی ہیں، جن کی اقتدار کی جاتی ہے۔ ہم بھی انہی کی اقتدا کرتے ہوئے مدفون خزانے کو نہیں نکالیں گے۔



پانی سے استنجا کرنا

عَنْ اَبِی الْحَکَمِ اَوِ الْحَکَمِ بْنِ سُفْیَانَ الثَّقَفِیِّ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَالَ ثُمَّ تَوَضَّاَ وَ نَضَحَ فَرْجَہٗ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

سفیان ثقفی طائف کے رہنے والے تھے۔ اِن کے فرزند ابوالحکمؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا۔ پھر آپ نے وضو کیا اور اس سے پہلے آپ نے پانی سے استنجا کیا۔ استنجا پتھر یا مٹی کے ڈھیلے سے بھی کیا جا سکتا ہے اور پانی استعمال کرنا بھی حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی سے استنجا کرتے دیکھا ہے۔

خانہ کعبہ کے اندر نماز کی ادائیگی

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ طَلْحَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْبَیْتَ فَصَلّٰی رَکْعَتَیْنِ وُجَاھَکَ حِیْنَ تَدْخُلُ بَیْنَ السَّارِیَتَیْنِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

اس حدیث کے راوی حضرت عثمان بن طلحہؓ ہیں جو خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کے اندر داخل ہوتے اور آپ دروازے سے دوسری طرف واقع ستونوں کی قطار میں سے پہلے دو ستون چھوڑ کر کھڑے ہوتے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا یہ مشاہدہ بیان کیا۔ دوسرے موقع پر حضور علیہ السلام خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوتے اور صرف دعا کی۔ پھر آپ نے باہر آکر مقام ابراہیم کے قریب نماز پڑھی۔ اس میں مصلحت یہ تھی کہ کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو ضروری نہ خیال کر لے اور یہ نہ سمجھ لے کہ اسکے بغیر ہمارا حج یا عمرہ ہی مکمل نہیں ہو گا۔ اگر کسی کو اندر جانے کا موقع مل جائے تو وہ جس طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھیگا۔ درست ہوگی۔ خانہ کعبہ سے باہر بھی اسکے ارد گرد چاروں طرف صفیں ہوتی ہیں اور یہ بالکل درست ہے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ کا خطاب

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ اَوْسٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَ یَوْمَ فَتْحِ مَکَّۃَ فَقَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

حضرت عقبہ بن اوس حضور علیہ السلام کے ایک صحابی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فتح مکہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ دعائیہ الفاظ بھی ذکر کئے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ نَصَرَ عَبْدَہٗ وَ ھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی وحدہٗ لاشریک ہے جس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اکیلے نے دشمنوں کے لشکروں کو شکست دی۔ ہشیم نے دوسری دفعہ یہ الفاظ بھی ذکر کئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَ نَصَرَ عَبْدَہٗ۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچا کردیا۔ اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ نبوت کے ابتدائی زمانہ میں مشرکین مکہ نے حضور علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ کو سخت تکالیف پہنچائیں حتیٰ کہ آپکے قتل کے درپے ہوئے جس کی وجہ سے آپ مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپکو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ فکرمند نہ ہوں ہم آپکو پلٹ کر یہیں لوٹائیں گے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آپکو واپس لوٹایا تو اس عزت کیساتھ کہ دس ہزار قدسیوں کی جماعت ہمراہ تھی۔ اور مکہ بغیر جنگ کئے فتح ہوگیا۔ اہل ایمان نے مکہ پر تین طرف سے چڑھائی کی۔ صرف ایک راستے پر معمولی سی جھڑپ ہوئی جس راستے سے حضرت خالد بن ولیدؓ داخل ہوئے تھے جبکہ دوسرے دو راستوں پر بالکل کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور مکہ فتح ہوگیا۔

شہر میں داخل ہو کر حضور علیہ السلام سیدھے کوہ صفا پر پہنچے یہ وہی پہاڑ ہے جہاں ابتدائے نبوت میں کھڑے ہو کر لوگوں سے خطاب کیا تھا کہ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا کلمہ توحید کا اقرار کر لو تمہیں فلاح نصیب ہو جائے گی۔ اسکے جواب میں ابولہب اور بعض دوسر بدبختوں نے آپکو گالیاں دیں اور پتھر مارے تھے۔ آج اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر آپ نے پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس خدائے وحدہ لاشریک کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے اپنے بندے سے کئے گئے وعدہ کو پورا کیا اور اہل ایمان کو فتح نصیب فرمائی۔

اس خطبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا اَلَا اِنَّ کُلَّ مَاثِرَۃٍ کَانَتْ فِی الْجَاهِلِیَّةِ تُعَدُّ وَ تُدَّعٰی۔ زمانہ جاہلیت کی تمام رسومات باطلہ کو ختم کیا جاتا ہے، آئندہ ان کو نہیں کیا جائیگا۔ وَ کُلُّ دَمٍ اَوْ دَعْوٰی مَوْضُوْعٌ عَنَّہٗ تَحْتَ قَدَمَیَّ هَاتَیْنِ۔ خون کے تمام پرانے بدلے آج موقوف کر دیئے گئے ہیں۔ اب کسی کو پرانے خون کا بدلہ لینے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اللہ نے ان باطل دعاوی کو میرے پاؤں کے نیچے روند دیا ہے۔ اِلَّا سَدَانَةَ الْبَیْتِ وَ سِقَایَةَ الْحَاجِّ البتہ بیت اللہ شریف کی حفاظت، نگرانی اور خدمت کا کام جاری رہیگا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا سلسلہ بھی بدستور چلتا رہیگا۔ مکے کے لوگ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق موسم حج میں حاجیوں کے لیے پانی کا مفت بندوبست کرتے تھے تاکہ اللہ کے ان مہمانوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے بعض لوگ حاجیوں کو شربت اور بعض نبیذ پلاتے تھے۔ حضرت عباسؓ کے خاندان کے لوگ حاجیوں کے لیے پانی کا بندوبست کرتے تھے۔ خود حضور علیہ السلام نے پانی نوش فرمایا اور ان کے لیے دعا کی نیز فرمایا کہ نیکی کا یہ سلسلہ جاری رکھو۔

پھر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، یاد رکھو۔ اِنَّ قَتِیْلَ خَطَاِ الْعَمَدِ۔ قتل تین قسم کا ہوتا ہے۔ قتل عمد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو نیت اور ارادے کیساتھ آلہ قتل کیساتھ قتل کر دے۔ ایسے قتل میں قصاص آتا ہے یا پھر خون بہا دینا پڑتا ہے دوسری قسم کا قتل شبہ عمد ہے یعنی کسی شخص کے لاٹھی یا پتھر وغیرہ مارنے سے دوسرا آدمی مر گیا ہے قاتل کا ارادہ قتل کا نہ تھا اور نہ اس نے آلہ قتل استعمال کیا مگر قتل ہو گیا۔ یہ قتل شبہ عمد ہے۔

اس میں قصاص نہیں آتا بلکہ دیت دینی پڑتی ہے جس کی مقدار سو اونٹ ہے بعض ائمہ سو اونٹ
کے تین گروپ بناتے ہیں یعنی تیس ایک عمر کے، تیس ایک عمر کے اور چالیس ایک عمر کی
حاملہ اونٹنیاں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں چار گروہوں کا ذکر آتا ہے جبکہ دیت
میں عام طور پر مختلف عمروں کے پانچ گروپ ہوتے ہیں۔ قتل کی تیسری قسم قتل خطا ہے یعنی کوئی شخص
ارادے سے نہیں بلکہ غلطی سے قتل ہو جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص نے کسی جانور یا پرندے پر گولی
چلائی مگر وہ کسی انسان کو جا لگی جس سے وہ مر گیا۔ ایسے قتل میں بھی قصاص نہیں بلکہ دیت آتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی اقتدا کی شدید خواہش

۱ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ السَّائِبِ كَانَ يَقُوْدُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَ يُقِيْمُهُ عِنْدَ الشُّقَّةِ الثَّالِثَةِ مِمَّا يَلِي الْبَابَ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ فَقُلْتُ يَعْنِي الْقَائِلَ ابْنَ عَبَّاسٍ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُوْمُ هٰهُنَا اَوْ يُصَلِّيْ هٰهُنَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيَقُوْمُ ابْنُ عَبَّاسٍ فَيُصَلِّيْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

حضرت عبداللہ بن سائب حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں اور مکے میں رہتے تھے یہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے زمانے میں فوت ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ طائف میں رہتے تھے، آخری عمر میں نابینا ہو گئے۔ ایک دفعہ یہ مکے میں ٹھہرے ہوئے تھے تو عبداللہ بن سائب انکی بیمار پرسی کے لیے آتے جب نماز کا وقت ہوتا تو حضرت عبداللہ بن سائبؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بیت اللہ شریف میں دروازے کے پاس حجر اسود کی طرف ملنے والے تیسرے حصہ میں کھڑا کرتے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ پوچھتے، کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی مقام پر کھڑے ہوتے تھے۔ تو حضرت عبداللہ بن سائبؓ بتاتے کہ ہاں نبی علیہ السلام اسی مقام پر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مقام پر نماز ادا کرتے۔

اکابر صحابہؓ حضور علیہ السلام کی اقتدا کرنے میں بہت حریص تھے، لہذا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ تبرکاً اسی مقام پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے جس جگہ حضور علیہ السلام نے نماز ادا کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی تو ہمیشہ خواہش اور کوشش ہوتی

تھی کہ دورانِ سفر جس جس مقام پر نبی علیہ السلام نے قیام کیا تھا اُسی جگہ پر ٹھہریں۔ اور جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رات گزاری تھی وہ بھی اسی جگہ رات گزاریں۔ نیز جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی وہ بھی اسی جگہ نماز پڑھیں۔ بہرحال حضرت عبداللہ بن سابتہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خواہش کے مطابق انکو اس جگہ کھڑا کرتے جہاں نبی علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی تھی تو آپ بھی اسی جگہ پر نماز ادا کرتے۔



نمازی جوتے بائیں طرف رکھے

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ السَّائِبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلَّی یَوْمَ الْفَتْحِ فَوَضَعَ نَعْلَیْہِ عَنْ یَسَارِہٖ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ سَمِعْتُ ھٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ اَبِیْ ثَلَاثَ مِرَارٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۰، ۴۱۱)

حضرت عبداللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا آپ نے کعبہ شریف کے سامنے ہی نماز ادا کی تھی اور اپنے جوتے مبارک بائیں طرف رکھے تھے۔

جوتے رکھنے کا مسئلہ یہی ہے کہ نماز پڑھتے وقت جوتے سامنے یا دائیں طرف نہ رکھے جائیں کیونکہ ایسا کرنے سے نمازیوں کو تکلیف ہوگی، لہذا اگر جگہ ہو تو بائیں طرف رکھ دیئے جائیں۔ یہی حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔

مجبوراً رکعت کو مختصر کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَائِبٍ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَاسْتَفْتَحَ سُوْرَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ حَتّٰى إِذَا جَاءَ ذِكْرُ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ أَوْ ذِكْرُ عِيْسٰى أَخَذَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُعْلَةٌ فَحَذَفَ فَرَكَعَ.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

حضرت عبداللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھائی جس میں آپ نے سورۃ المؤمنون کی تلاوت شروع کی۔ حتیٰ کہ جب آپ اس مقام پر پہنچے جہاں موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا ذکر ہے یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے تو آپکو کھانسی شروع ہو گئی اور آپ نے رکعت کو مختصر کر کے رکوع کر لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں وہاں موجود تھا۔ شاید حضور علیہ السلام کا ارادہ مزید تلاوت کرنے کا تھا مگر آپ نے رکوع کر لیا فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر امام تین چھوٹی آیات یا ایک لمبی آیت کی مقدار نماز میں قرآن پڑھ لے تو قرات کی فرضیت ادا ہو جاتی ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا عارضہ لاحق ہو جائے یعنی کھانسی آجائے یا درد شروع ہو جائے یا امام بھول جائے تو وہ رکوع کر سکتا ہے۔ بلکہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھنے کی دعا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْمَا بَیْنَ رُکْنَیْ بَنِیْ جُمَحٍ وَالرُّکْنِ الْاَسْوَدِ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۱)

حضرت عبداللہ بن سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ طواف رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دعا پڑھی۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

دورانِ طواف کسی دعا کی پابندی نہیں ہے کہ ضرور فلاں دعا ہی پڑھے۔ طواف کرنے والا ہر قسم کی دعا پڑھ سکتا ہے، تحمید و تہلیل کرسکتا ہے کوئی بھی ذکر کرسکتا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کر سکتا ہے۔ تاہم راوی بیان کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس مقام پر یہ دعا پڑھی۔

چند افضل اعمال

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حُبْشِیٍّ الْخَثْعَمِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ اِیْمَانٌ لَا شَکَّ فِیْہِ وَ جِہَادٌ لَا غُلُوْلَ فِیْہِ وَ حَجَّۃٌ مَّبْرُوْرَۃٌ ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۱، ۴۱۲)

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ خثعم کے ساتھ تھا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ حضور! نیک اعمال میں سے افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا، وہ ایمان افضل عمل ہے جس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہ ہو۔ ایمان ظاہری اعمال میں تو نہیں ہوتا بلکہ انسان کے دل میں ہوتا ہے لیکن اسکے باوجود افضل الاعمال یہی ہے ایمان پختہ ہو اور شک وشبہ سے پاک ہو، منافقوں جیسا مشکوک ایمان نہ ہو تو یہی سب سے بڑی نیکی اور سب سے بڑا عمل ہے۔

پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا وَ جِہَادٌ لَا غُلُوْلَ فِیْہِ۔ وہ جہاد بھی افضل عمل ہے جس میں خیانت نہ ہو۔ جہاد میں دشمن سے مالِ غنیمت بھی حاصل ہوتا ہے جو کہ امیر کی تقسیم اور اجازت کے بغیر تصرف میں لانا روا نہیں۔ اگر کوئی شخص بلا اجازت امیر کوئی چیز حاصل کرتا ہے تو یہ خیانت ہوگی۔ فرمایا ایسا جہاد افضل اعمال میں سے ہے جس میں خیانت نہ ہو۔

تیسرے نمبر پر حضور علیہ السلام نے فرمایا وَ حَجَّۃٌ مَّبْرُوْرَۃٌ یعنی حج مبرور بھی افضل عمل ہے۔ حج مبرور وہ حج ہے جس میں حلال کی کمائی خرچ کی گئی ہو اور ارکان حج سنت کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کئے گئے ہوں۔ نیز فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ۔ (البقرہ - ۱۹۷) دوران حج نہ کوئی فحش بات کی جائے نہ فسق و فجور کو قریب آنے دیا جائے اور نہ رفقائے حج کیساتھ کوئی لڑائی جھگڑا کیا جائے۔ حج مبرور کی ایک علامت یہ بھی ہے

کہ اس میں ریاکاری نہ ہو۔ حج محض اللہ کی رضا کی خاطر کیا جائے یہ شرائط پوری ہو جائیں تو حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ شمائل میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ السلام نے جس اونٹنی پر حج کیا تھا اسکا پالان وغیرہ چار درہم کا بھی نہیں تھا بلکہ بالکل معمولی سا تھا۔ آپ یہ دعا بھی کر رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا حَجَّۃً لَا رِیَاءَ فِیْہِ اے اللہ اسکو ایسا حج بنادے جس میں ریاکاری کا شائبہ تک نہ ہو الغرض فرمایا کہ حج مبرور بھی افضل اعمال میں سے ہے۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا فَاَیُّ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ حضرت! یہ فرمائیں کہ نماز کونسی افضل ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا طُوْلُ الْقُنُوْتِ افضل نماز وہ ہے جس میں قیام زیادہ ہو۔ جتنا قیام لمبا ہوگا اتنا ہی قرآن زیادہ پڑھا جائیگا اور جب تک قرآن پڑھتا رہیگا اجر ملتا رہیگا۔ اس لیے فرمایا افضل نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔ نماز میں دوسرا افضل عمل یہ ہے کہ سجدے زیادہ کئے جائیں۔ سجدہ بندے کی صفت ہے جس میں انتہائی درجے کی عاجزی پائی جاتی ہے اور بندہ عاجزی کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ راضی ہوتا ہے اور اسکے درجات بلند کرتا ہے اُدھر قرآن اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جب کوئی آدمی قرآن پڑھتا ہے تو وہ اللہ کی صفت کیساتھ ملا ہوا ہوتا ہے لہذا جتنی لمبی قرارت کریگا، اتنا ہی زیادہ اجر پائیگا۔ بہرحال یہاں پر فرمایا کہ افضل نماز وہ ہے جس میں قیام زیادہ ہو۔

پھر عرض کیا گیا حضور! فَاَیُّ الصَّدَقَۃِ اَفْضَلُ۔ صدقہ کونسا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا۔ جُھْدُ الْمُقِلِّ افضل صدقہ یہ ہے کہ کم وسعت والا آدمی اپنی محنت ومشقت سے کوئی چیز حاصل کرکے اس میں سے صدقہ کرے۔

صاحب حیثیت آدمی اگر صدقہ بھی کر دیتا ہے تو اسکے عیش و آرام میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ البتہ اگر ایک غریب آدمی اپنی تھوڑی سی کمائی کا بھی کچھ حصہ صدقہ کر دیتا ہے تو یہ افضل صدقہ ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پھر پوچھا گیا، حضرت! فَاَیُّ الْھِجْرَۃِ اَفْضَلُ یعنی ہجرت کون سی افضل ہے؟ ہجرت کا معنیٰ تو ترک وطن ہوتا ہے۔ جب کوئی شخص اللہ،

اسکے رسول اور دین کی خاطر وطن، زمین، مکان، باغات اور دیگر جائیداد کو چھوڑ کر اللہ کے راستے میں ہجرت کرتا ہے تو یہ بہت بڑی قربانی اور نیکی کا کام ہے مگر حضور علیہ السلام نے اس موقع پر فرمایا افضل ہجرت یہ ہے مَنْ هَجَرَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ کہ آدمی اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو چھوڑ دے اور انکے قریب بھی نہ جائے۔ کوئی شخص وطن تو چھوڑ دیتا ہے مگر محرمات سے اجتناب نہیں کرتا اور حرام چیزوں میں ملوث رہتا ہے تو اس کی ہجرت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ حرام چیزوں میں سود، شراب، چوری، خیانت اور اللہ کی حرام کردہ دیگر چیزیں شامل ہیں۔ جب تک انکو نہیں چھوڑیگا اس وقت تک اس کی ہجرت مکمل نہیں ہوگی۔

پھر نبی علیہ السلام سے پوچھا گیا فَاَيُّ الْجِهَادِ اَفْضَلُ حضور! جہاد کونسا افضل ہے؟ فرمایا مَنْ جَاهَدَ الْمُشْرِكِيْنَ بِمَالِهٖ وَ نَفْسِهٖ جہاد وہ افضل ہے جو مال و جان کیساتھ مشرکوں کیخلاف کیا جائے۔ جو شخص بنفس نفیس جہاد میں حصہ لے سکتا ہے اسکو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مشرکوں کیساتھ میدان جہاد میں اترنا ہوگا۔ اور جو شخص بوڑھا ہے کمزور ہے یا معذور ہے۔ اور بذاتہ جہاد میں حصہ نہیں لے سکتا، وہ جہاد کے لیے مال صرف کرے۔ اور جو شخص تلوار بھی چلا سکتا ہے اور مال بھی خرچ کرسکتا ہے وہ مال اور جان دونوں کے ساتھ جہاد میں حصہ لے کہ یہی افضل جہاد ہے۔

حضور علیہ السلام سے یہ بھی سوال کیا گیا۔ فَاَيُّ الْقَتْلِ اَشْرَفُ۔ حضور! کونسا قتل زیادہ شرافت اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ اُهْرِيْقَ دَمُهٗ وَ عُقِرَ جَوَادُهٗ بہترین قتل وہ ہے جس میں مومن خود بھی شہید ہو جائے اور اسکا گھوڑا بھی ہلاک ہو جائے۔ جب سوار اور سواری دونوں اللہ کی راہ میں اپنی اپنی قربانیاں پیش کردیں تو فرمایا کہ یہ زیادہ شرافت والا قتل ہے۔

اولاد کیلئے بہترین عطیہ

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۲)

اس حدیث کے راوی اسماعیل بن امیہ ہیں۔ ان کے دادا سعید ابن العاص رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی باپ نے اپنے بیٹے کو اس سے زیادہ کوئی فضیلت والا عطیہ نہیں دیا کہ اس کو اچھا ادب سکھا دیا ہو۔ لوگ اپنی اولاد کو مکان، زمین، باغات سونا، چاندی یا بنک بیلنس کی صورت میں تحفہ دیتے ہیں مگر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اولاد کیلیے بہترین عطیہ یہ ہے کہ اسکو حسن ادب کی تعلیم دی جائے جو زندگی بھر اسکے کام آتے۔ یہی اسکے لیے سب سے اچھا تحفہ ہے۔

استقامت علی الایمان اور زبان کی حفاظت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سُفْیَانَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ اَمْرًا فِی الْاِسْلَامِ لَا اَسْاَلُ عَنْہُ اَحَدًا بَعْدَکَ قَالَ قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَیَّ شَیْءٍ اَتَّقِیْ قَالَ فَاَشَارَ بِیَدِہٖ اِلٰی لِسَانِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۳)

حضرت عبداللہ بن سفیان ثقفیؓ حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں انکو طائف کا گورنر بھی مقرر کیا گیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا حضور! مجھے اسلام میں کوئی ایسی چیز بتا دیں جس پر میں عمل پیرا ہو جاؤں اور پھر مجھے اسکے بارے میں آپکے علاوہ کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہو۔ یہ جامع اور مانع تعلیم ہے جو حضور علیہ السلام نے اپنے صحابی کو دی۔ استقامت علی الایمان کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ایمان کے تمام تقاضوں کو پورا کرے۔ اگر انسان اس پر عمل پیرا ہو جائے تو پھر کسی اور سے کوئی چیز پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ فرمایا اگر اس کلمہ پر ثابت قدم رہو گے تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے عرض کیا حضور فَاَیَّ شَیْءٍ اَتَّقِیْ مجھے کوئی ایسی چیز تلا دیں جس سے میں بچتا رہوں۔ دوسری روایت میں ہے مَا اَخْوَفُ مَا تَخَافُ عَلَیَّ۔ حضور! آپ میری ذات میں کس چیز کا زیادہ خوف کھاتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے سائل کی زبان کی طرف اشارہ کیا۔ انسان اکثر زبان پر کنٹرول نہیں کر سکتا۔ اس کے ذریعے جھوٹ بولتا ہے، گالی گلوچ کرتا ہے۔ غیبت کرتا ہے۔ طعن و تشنیع

کرتا ہے اور اسے طرح طرح سے غلط طریقے پر استعمال کرتا ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تمہاری زبان سے زیادہ خطرہ ہے۔ اس کی زیادتی سے بچتے رہو۔ جب انسان زبان سے غلط باتیں نکالتا ہے تو وہ اسے جہنم میں لیجانے کا باعث بن جاتی ہے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ انسان کو دوزخ میں اوندھے منہ گرانے والی زبان ہی تو ہے

الغرض! حضور علیہ السلام نے اپنے صحابی کو دو چیزوں کی تلقین کی۔ فرمایا ایک تو اللہ پر ایمان صحیح طریقے سے اختیار کرو اور پھر اس پر ثابت قدم رہو اور دوسرا یہ کہ اپنی زبان کو قابو رکھو تاکہ اس سے کوئی غلط بات نہ نکلنے پائے۔ ان دو چیزوں پر عمل پیرا ہونا کامیابی کی دلیل ہے۔



دھوپ اور سائے کا امتزاج

عَنْ اَبِیْ عَیَّاضٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یُّجْلَسَ بَیْنَ الضَّحِّ وَالظِّلِّ وَ قَالَ مَجْلِسُ الشَّیْطَانِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

ابو عیاض ؒ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آدھا دھوپ اور آدھا سائے میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے بعض اوقات جب موسم تبدیل ہو رہا ہوتا ہے تو آدمی اگر دھوپ میں بیٹھے تو تپش محسوس کرتا ہے اور اگر سائے میں بیٹھے تو سردی لگتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بعض آدمی اس طرح لیٹ جاتے ہیں کہ آدھا جسم دھوپ میں اور آدھا سائے میں ہوتا ہے اور اس طرح وہ گرمی اور سردی کا امتزاج حاصل کر لیتے ہیں مگر حضور علیہ السلام نے ایسی مجلس سے منع فرمایا کہ اس سے بعض اوقات عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ غرضیکہ آدمی کو چاہیئے کہ وہ یا تو مکمل طور پر دھوپ میں بیٹھے یا مکمل طور پر سائے میں۔

سوکر اٹھنے کے بعد دوبارہ وضو کرنا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُبَیْدٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ رَاَیْتُ نَبِیَّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتّٰی نَفَخَ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی وَلَمْ یَتَوَضَّأْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

عبداللہ بن عبید حضور علیہ السلام کے ایک صحابی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام سوگئے حتیٰ کہ آپ خراٹے لینے لگے۔ پھر آپ نے بیدار ہو کر نماز پڑھی مگر اس کے لیے تازہ وضو نہیں کیا۔

یہ پیغمبر علیہ السلام کی خصوصیات میں داخل ہے کہ آپ کو سو کر بیدار ہونے کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں تھی، ورنہ عام آدمی اگر لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سو جائے اور خراٹے لینے لگے تو اسکا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اس نے نماز پڑھنی ہے تو دوبارہ وضو کرنا پڑیگا۔ تاہم پیغمبر کی ذات اس سے مستثنیٰ ہے۔

دورانِ طواف کلام کرنا

عَنْ طَاؤُسٍ عَنْ رَجُلٍ قَدْ اَدْرَكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الطَّوَافُ صَلَاةٌ فَاِذَا طُفْتُمْ فَاَقِلُّوا الْكَلَامَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

حضرت طاؤسؒ حضور علیہ السلام کے ایک صحابی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیت اللہ شریف کا طواف نماز کی مانند ہے، لہٰذا تم دورانِ طواف کلام کم کیا کرو اور اللہ تعالےٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ طواف اور نماز میں صرف اتنا فرق ہے کہ نماز کے دوران کلام کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے مگر دورانِ طواف اگر کوئی ضروری بات کرنی ہو تو اس کی اجازت ہے۔ تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طواف کے دوران بات چیت کم از کم کرو۔



امانت میں خیانت

عَنْ حُمَیْدٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يُقَالُ لَهٗ يُوْسُفُ قَالَ كُنْتُ اَنَا وَ رَجُلٌ مِّنْ قُرَيْشٍ عَلٰى مَالِ اَيْتَامٍ وَكَانَ رَجُلٌ قَدْ ذَهَبَ مِنِّيْ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد۳ صفحہ ۴۱۴)

مکہ کے رہنے والے ایک تابعی بزرگ کہتے ہیں کہ میں اور قریش کے خاندان کا ایک آدمی یتیموں کے مال کے متولی تھے یعنی ہماری سرپرستی میں بعض یتیموں کا مال تھا ایک دفعہ ایک شخص اس مال میں سے ایک ہزار درہم مجھ سے لے گیا جس کی واپسی کی مجھے امید نہ تھی۔ پھر حسن اتفاق سے اس شخص کے ایک ہزار درہم میرے ہاتھ لگ گئے۔ میں نے اپنے قریشی ساتھی سے کہا کہ فلاں شخص مجھ سے ایک ہزار درہم لے گیا تھا، اب اس کی اتنی رقم میرے ہاتھ لگ گئی ہے تو کیا میں اس پر قبضہ نہ کرلوں؟ تو قریشی صاحب نے جواب دیا کہ میرے والد صاحب نے میرے سامنے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث بیان کی ہے۔ اَدِّ الْاَمَانَةَ اِلٰى مَنِ ائْتَمَنَكَ وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ امانت اس شخص کو واپس کردو جس نے تمہارے پاس رکھی ہے اور تم اس شخص کیساتھ خیانت نہ کرو جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا یہی مسلک ہے وہ کہتے ہیں کہ کسی کی امانت میں خیانت نہ کی جائے۔ اگر کسی ایسے شخص کا مال تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے۔ جو تمہارا مقروض ہے تو تم اس مال کو قرضہ کی واپسی پر محمول نہ کرو۔ بلکہ یہ مال اسکو واپس کرو اور اپنے قرضہ کی واپسی کا مطالبہ کرو۔ البتہ امام شافعیؒ کے پیروکار یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کوئی رقم یا دیگر چیز لینے کے بعد اسے واپس کرنے پر آمادہ نہ ہو اور پھر اسکا اسی جنس سے کوئی مال تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اپنے مال کے مساوی اس کے مال سے حاصل کر کے باقی مال اس کو واپس کردو۔ اور

اگر تمہیں حاصل ہونے والا مال تمہارے مال سے کم ہے تو سارا مال تم خود رکھ لو اور بقیہ
کا مطالبہ متعلقہ شخص سے کرو۔ تاہم اس حدیث سے یہی واضح ہوتا ہے کہ امانت میں خیانت
نہ کی جائے بلکہ اپنے مال کی واپسی کا تقاضا جاری رکھا جائے۔



کسی کے گھر میں داخل ہونے کے آداب

عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ صَفْوَانَ اَخْبَرَہٗ اَنَّ کَلَدَۃَ بْنَ حَنْبَلٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّ صَفْوَانَ بْنَ اُمَیَّۃَ بَعَثَہٗ فِی الْفَتْحِ......الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۴)

حضرت صفوان بن امیہ رضؓ سرداران قریش میں سے ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے خادم کلدہ بن حنبل رضؓ بھی صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت صفوان بن امیہؓ نے کچھ تحائف دیکر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ان تحائف میں ایک پوسی، دودھ اور کچھ چھوٹی ککڑیاں تھیں اس وقت حضور علیہ السلام مکہ کے بالائی حصہ میں مقیم تھے۔ میں وہاں پہنچا اور سیدھا اندر چلا گیا اور سلام نہیں کیا اور نہ ہی اندر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب کی۔ مجھے اپنے سامنے پاکر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِرْجِعْ وَ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ واپس جاؤ اور دروازے میں کھڑے ہوکر السلام علیکم کہہ کر اجازت طلب کرو، اور اجازت ملنے پر اندر آؤ۔ چنانچہ حضرت کلدہؓ واپس گئے۔ دروازے میں کھڑے ہوکر سلام کیا اور اجازت طلب کی اور اسکے بعد پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت کلدہؓ کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا۔ جب پتہ چل گیا تو انہوں نے اسکے مطابق عمل کیا۔ دراصل یہ قرآن کا مسئلہ ہے کہ کسی کے گھر جاؤ تو پہلے سلام کرو، پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ اور اجازت ملنے پر اندر جاؤ اور اگر اجازت نہ ملے تو واپس چلے آؤ۔

اسلام لانے پر سر منڈانا اور ختنہ کرانا

عَنْ عُثَيْمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ اَنَّهٗ جَاءَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قَدْ اَسْلَمْتُ فَقَالَ اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ يَقُوْلُ اِحْلِقْ قَالَ وَاَخْبَرَنِيْ اٰخَرُ مَعَهٗ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِاٰخَرَ اَلْقِ عَنْكَ شَعْرَ الْكُفْرِ وَاخْتَتِنْ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۵)

صحابی رسول حضرت عثیم رض بیان کرتے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اس وقت حضرت عثیم رض کے سر پر بال تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اسلام قبول کیا ہے تو ان کفر کے بالوں کو بھی اتارو (یعنی حجامت کرالو۔ گویا جس طرح اسلام لانے پر غسل کرنا ضروری ہے اسی طرح بال کٹوانا بھی ضروری ہے اور حضور علیہ السلام نے حضرت عثیم رض کو یہی حکم دیا۔

ایک دوسرے آدمی کیساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا اس نے بھی اسلام قبول کرنے کی اطلاع حضور علیہ السلام کو دی تو آپ نے فرمایا کہ یہ بال بھی اتارو اور ختنہ بھی کرو۔ ظاہر ہے کہ کفر کی حالت میں اس نے ختنہ نہیں کیا ہوگا۔ لہٰذا اسے بال اتارنے کے ساتھ ساتھ ختنہ کرنے کا حکم بھی دیا۔

صبح کے اوقات میں برکت کی دعا

عَنْ صَخْرٍ الْغَامِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِاُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

حضور علیہ السلام کے ایک تاجر پیشہ صحابی حضرت صخر الغامدیؓ کا تعلق قبیلہ غامد کے ساتھ تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میری امت کے لوگوں کے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرما۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں موجود ہے۔ صبح کے اوقات میں برکت کی دعا کا مطلب یہ ہے کہ لوگ صبح کے وقت ضروریات اور عبادات سے فارغ ہو کر اپنا کام کاج شروع کریں تو اللہ تعالیٰ انکے کام میں برکت عطا فرمائے چنانچہ حضور علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی لشکر جہاد کے لیے روانہ فرماتے تو اسکے لیے صبح کا وقت ہی منتخب کرتے تاکہ انکے لیے بھی اللہ تعالیٰ بہتری عطا فرمائے۔ راوی حدیث حضرت صخرؓ خود تاجر پیشہ آدمی تھے۔ انہوں نے بھی اپنا معمول بنا لیا کہ جب اپنے کارندوں کو کاروباری سلسلہ میں روانہ کرتے تو صبح کے وقت ہی بھیجتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکے مال میں بڑی برکت عطا فرمائی حتیٰ کہ ان کے پاس مال رکھنے کے لیے جگہ نہ رہی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور صحابیؓ کے حسن اعتقاد کا نتیجہ تھا۔

خطبہ جمعہ کے آداب

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْاَرْقَمِ بْنِ اَبِی الْاَرْقَمِ الْمَخْزُوْمِیِّ عَنْ اَبِیْهِ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الَّذِیْ یَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَیُفَرِّقُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ بَعْدَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ كَالْجَارِّ قُصْبَهٗ فِی النَّارِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت ارقم ابن ابی الارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن جو شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر اگلی صفوں میں جاتا ہے اور پہلے سے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے جب کہ امام خطبہ شروع کر چکا ہو، تو فرمایا وہ شخص ایسا ہے جیسے کوئی اپنی آنتوں کو دوزخ میں کھینچنے والا ہو۔

اس حدیث میں کسی شخص کی دو غلطیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک تو وہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے نکل جاتا ہے اور پھر آگے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان میں جدائی ڈال دیتا ہے تو ایسے شخص کو دوزخ کی سخت وعید سنائی گئی ہے مطلب یہ ہے کہ خطبہ سننے والے پہلے سے موجود لوگوں کو تنگ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ بعد میں آنے والے کو چاہیئے کہ جہاں جگہ ملے بیٹھ کر خطبہ سنے اور نماز پڑھے۔

توشہ میں برکت کا معجزہ

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ عَمْرَۃَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ کُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ فَاَصَابَ النَّاسَ مَخْمَصَۃٌ فَاسْتَاْذَنَ النَّاسُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ نَحْرِ بَعْضِ ظُہُوْرِہِمْ وَقَالُوْا یُبَلِّغُنَا اللّٰہُ بِہٖ ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۱۷ - ۴۱۸)

حضرت ابو عمرہ انصاریؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ جہاد کے ایک سفر میں ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ ہم سفر تھے۔ صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت بھی ہمراہ تھی۔ دورانِ سفر لوگوں کو بھوک نے بہت ستایا کیونکہ راشن ختم ہو چکا تھا اس پر لوگوں نے حضور علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ کچھ اونٹ، اونٹنیاں ذبح کر کے خوراک کا بندوبست کر لیں تاکہ منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔ اس سفر میں حضرت عمرؓ بھی شریک تھے جب انہوں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام سواریوں کو ذبح کرنے کی اجازت دینے پر آمادہ ہیں تو عرض کیا کَیْفَ بِنَا اِذَا نَحْنُ لَقِیْنَا الْقَوْمَ غَدًا۔ حضور! کل ہمارا کیا بنے گا جب ہماری دشمن کے ساتھ ٹکر ہوگی۔ اس وقت ہم نہ صرف بھوکے ہوں گے بلکہ پیدل بھی ہوں گے کیونکہ اپنی سواریوں کو ذبح کر کے کھا چکے ہوں گے۔ پھر عرض کیا کہ حضور میرا خیال ہے کہ آپ تمام لوگوں کے توشے جمع کرنے کا حکم دیں اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ برکت عطا کریگا اور ہمارے پاس موجود یہ قلیل سا توشہ بھی کافی ہو گا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ جس آدمی کے پاس جو بھی توشہ ہے وہ لاکر ایک جگہ پر جمع کردے۔ جب لوگوں نے توشے اکٹھے کر دیئے تو حضور علیہ السلام دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر آپ نے سب لوگوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ سب لوگ اپنے اپنے برتن بھر لو۔ سب نے اپنے اپنے برتن اور تھیلے وغیرہ بھر لیے حتی کہ کوئی برتن خالی نہ رہا

اور اسکے باوجود ڈھیر میں سے کچھ توشہ بچ بھی گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت عطا فرمائی۔ حضور علیہ السلام یہ حالت دیکھ کر مسکرائے حتیٰ کہ آپکے دانت مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر فرمایا جو بندہ پورے یقین کے ساتھ یہ دو کلمات پڑھیگا اور انکے ساتھ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کریگا تو اللہ تعالےٰ اس شخص کو دوزخ میں نہیں ڈالے گا۔ یہ توحید ورسالت کے بہترین کلمات ہیں۔



حضور علیہ السلام کا معجزہ شفایابی

عَنْ اُمِّ جَمِیْلٍ بِنْتِ الْمُجَلَّلِ قَالَتْ اَقْبَلْتُ بِكَ مِنْ اَرْضِ الْحَبَشَةِ اِذَا كُنْتُ مِنَ الْمَدِیْنَةِ عَلٰى لَیْلَةٍ اَوْ لَیْلَتَیْنِ طَبَخْتُ لَكَ طَبِیْخًا فَفَنِیَ الْحَطَبُ فَخَرَجْتُ اَطْلُبُهٗ فَتَنَاوَلْتَ الْقِدْرَ فَانْكَفَاَتْ عَلٰى ذِرَاعِكَ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۴۱۸)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحابیہ اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا بنت مجلل اپنے بیٹے محمد ابن حاطب سے کہتی ہیں کہ میں تمہیں حبشہ کی سرزمین سے لیکر مدینہ کے لیے روانہ ہوئی جب مدینہ ایک یا دو دن کی مسافت پر رہ گیا تو میں نے تمہارے لیے کوئی چیز پکانے کے لیے ہنڈیا چولہے پر رکھ دی۔ اتنے میں ایندھن ختم ہوگیا اور میں لکڑیاں اکٹھی کرنے کے لیے اِدھر اُدھر گئی۔ اس اثنا میں تم نے ہانڈی کو ہاتھ مارا اور وہ تمہارے اوپر گر گئی جس سے تمہارا بازو جل گئے۔ کہتی ہیں کہ میں تمہیں اسی حالت میں لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حقیقت حال بیان کی۔ آپ نے اسی وقت تمہارے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا اور ساتھ یہ دعا بھی کی اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ اے لوگوں کے پروردگار! تکلیف کو دور کر کے شفا عطا فرما۔ تیرے سوا کوئی شفا بخشنے والا نہیں ہے۔ ایسی شفا دے کہ کوئی عیب یا روگ باقی نہ رہے۔

حضور علیہ السلام یہ دعا پڑھ کر پھونک مارتے جاتے تھے۔ اُمِّ جمیل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے پاس سے نہیں اٹھی مگر اس حالت میں کہ بچے کا ہاتھ اس طرح ٹھیک ہوگیا جیسے کبھی کوئی تکلیف پہنچی ہی نہیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ غزوہ خیبر میں بھی

پیش آیا تھا۔ حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آشوب تھا۔ آپ نے اُن کو طلب فرمایا اور ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ جس سے آشوب چشم جاتا رہا اور آپ اسی وقت بالکل ٹھیک ہوگئے یہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے معجزات میں شامل ہیں۔



جہاد اور توشہ کی قلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا قَالَ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعَثُنَا فِي السَّرِيَّةِ يَا بُنَيَّ مَالَنَا زَادٌ إِلَّا السَّلَفُ مِنَ التَّمْرِ فَيَقْسِمُهُ قَبْضَةً قَبْضَةً حَتّٰى يَصِيرَ إِلٰى تَمْرَةٍ تَمْرَةٍ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۶)

حضرت عامر بن ربیعہؓ بدری صحابی ہیں وہ اپنے بیٹے عبداللہ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ضرورت کے تحت ہمیں سرایا یعنی چھوٹے چھوٹے لشکروں کی صورت میں جہاد کے لیے روانہ فرماتے جبکہ ہمارے پاس توشہ (کھانے پینے کا سامان) بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ کھانے کے لیے کچھ کھجوریں ہوتی تھیں جو ابتداء میں ہمیں ایک ایک مٹھی تقسیم ہوتی تھیں اور پھر جب توشہ کم پڑجاتا تو ہمارے لیے بھی اس کی مقدار کم کر دی جاتی حتیٰ کہ نوبت کھجور کے ایک ایک دانہ فی کس فی یوم تک پہنچ جاتی۔

یہ سن کر عبداللہ کہنے لگے يَا أَبَتِ وَمَا عَسٰى أَنْ تُغْنِيَ التَّمْرَةُ عَنْكُمْ۔ اباجی! بھلا کھجور کا ایک ایک دانہ آپ کو کیا کفایت کرتا ہوگا اور اس سے پیٹ کیسے بھرتا ہوگا۔ اس پر حضرت عامرؓ نے کہا اے بیٹے لَا تَقُلْ ذٰلِكَ ایسے مت کہو کیوں کہ جب ہمیں ایک ایک دانہ بھی میسر نہیں آتا تھا تو پھر ایک دانہ بھی غنیمت معلوم ہوتا تھا اور ہم کہتے تھے کاش ایک دانہ ہی مل جاتا تو ہم اس سے

بھی گزارہ کر لیتے حضرت سعدؓ کی روایت میں آتا ہے کہ جب توشہ بالکل ختم ہو جاتا تو ہم درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو جاتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں اہلِ ایمان کو ان مشکلات سے گزرنا پڑا۔ اور انہیں بڑی بڑی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔



حج وعمرہ کی مسلسل ادائیگی

عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ فَاِنَّ مُتَابَعَةً بَيْنَهُمَا تَنْفِي الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۶)

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لوگو! حج اور عمرہ مسلسل ادا کیا کرو۔ کیونکہ یہ فقر اور گناہوں کو مٹاتے ہیں جتنی دفعہ بھی موقع مل سکے حج اور عمرہ ادا کرتے رہو۔ اس سے اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی درجے میں استغنا عطا فرماتا ہے اور یہ فقر اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جس طرح لوہے کو بھٹی میں ڈالنے سے اس کا میل کچیل نکل جاتا ہے اور لوہا صاف ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کیلئے اجتماعی زندگی کی اہمیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ یَعْنِی ابْنَ رَبِیْعَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَیْسَتْ عَلَیْہِ طَاعَۃٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۶)

حضرت عامر بن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ وہ امیر کی اطاعت نہیں کر رہا تھا تو وہ گویا مردار کی موت مرا۔ بغیر امیر کی اطاعت کے زندگی بسر کرنا نفاق کی علامت ہے۔ اسلام اور نبیوں کی تعلیم میں اجتماعیت کا درس دیا گیا ہے اور یہ چیز امیر کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں اس لیے فرمایا کہ جو امیر کی اطاعت کے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

مسلمانوں نے ساڑھے چھ سو سال تک اجتماعیت کی زندگی گزاری۔ اس میں خلافت راشدہ اور اسکے بعد امویوں اور عباسیوں کا دور آتا ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں میں اجتماعی زندگی کے اعتبار سے زوال آنا شروع ہو گیا۔ حتیٰ کہ تاتاریوں کے حملے کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی بالکل درہم برہم ہو گئی اور الگ الگ سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ اس سانحہ پر دنیا بھر کے علماء پریشان ہو گئے کہ اب مسلمانوں کو جمعہ اور دیگر اجتماعی احکام کس طرح پورے کرنے چاہئیں۔ چنانچہ علماء نے یہی فیصلہ کیا کہ اگر حکومتی سطح پر مسلمانوں کا اجتماعی نظام قائم نہ ہو سکے تو پھر اہل ایمان انفرادی طور پر کسی کو اپنا امیر منتخب کر کے اجتماعی احکام اسکے تحت پورا کریں۔ پھر اسکے بعد کافروں کے غلبہ کے باوجود مسلمان اپنا امیر منتخب کر کے اسکے تحت اپنے اجتماعی فرائض انجام دیتے رہے پھر جب انگریزوں کا منحوس دور آیا تو انہوں نے مسلمانوں کی اجتماعیت کو بالکل ہی ختم کر دیا حتیٰ کہ بہت سے مسلمان ممالک ہی ختم کر دیئے۔ بہر حال اب بھی مسلمانوں کے لیے لازم ہے

کروہ اجتماعی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کریں ورنہ انکی موت مردار کی موت ہوگی فرمایا فَاِنْ خَلَعَهَا مِنْ بَعْدِ عَقْدِهَا فِیْ عُنُقِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی وَ لَيْسَتْ لَهٗ حُجَّةٌ جس شخص نے امیر کی اطاعت کرنے کے بعد پھر اسکو چھوڑ دیا، توجب وہ مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ سے ملاقات کریگا تو اسکے پاس اس کی کامیابی کی کوئی دلیل نہیں ہوگی۔

اس موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک یہ بات بھی فرمائی۔ اَلَا لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَاَةٍ لَا تَحِلُّ لَهٗ۔ کوئی اجنبی مرد کسی ایسی عورت کیساتھ علیحدگی میں نہ ملے جس کے ساتھ اسکا اکٹھا ہونا حلال نہیں کیونکہ جب وہ دو ہونگے تو انکے ساتھ تیسرا شیطان ہوگا جو انہیں برائی پر آمادہ کریگا۔ ہاں محرم مرد و زن علیحدگی میں بھی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں کسی عورت کا محرم وہ شخص ہوتا ہے جسکا نکاح اس عورت کیساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔ اس میں باپ، بیٹا، بھانجا، بھتیجا، چچا، ماموں، خسر، داماد وغیرہ آتے ہیں۔ فرمایا کہ اجتماعیت کی توجیہ یہ ہے کہ شیطان دو افراد کی نسبت اکیلے کیساتھ زیادہ ہوتا ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا مَنْ سَاۤئَتْهُ سَيِّئَةٌ وَ سَرَّتْهُ حَسَنَةٌ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ جس شخص کو برائی بری لگے اور نیکی کا کام بھلا معلوم ہو تو وہ ایماندار آدمی ہے۔ اگر برائی کو دیکھ کر دل میں کدورت پیدا نہیں ہوتی اور نیکی کے کام سے خوشی حاصل نہیں ہوتی تو سمجھ لو کہ ایسا شخص منافق ہے یا ایمان سے خالی ہے یا کم از کم اس کا ایمان کمزور ضرور ہے۔

———— * ————

نظرِ بد کا لگ جانا برحق ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اِنْطَلَقَ عَامِرُ بْنُ رَبِيْعَةَ وَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ يُرِيْدَانِ الْغُسْلَ قَالَ فَانْطَلَقَا يَلْتَمِسَانِ الْخَمَرَ قَالَ فَوَضَعَ عَامِرٌ جُبَّةً كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ صُوْفٍ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاَصَبْتُهُ بِعَيْنِيْ فَنَزَلَ الْمَاءَ يَغْتَسِلُ ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۷)

صحابی رسول سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نظر دوسروں کو لگ جاتی تھی جس سے آدمی بیمار ہو جاتا تھا ایک دفعہ عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ اور سہل ابن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کے ارادے سے پانی تلاش کرنے کے لیے جحفالہ کے پاس گئے۔ مناسب جگہ پاکر عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا جبہ اتار دیا جو اُون کا بنا ہوا تھا۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے انکی طرف استعجاب کی نگاہ سے دیکھا تو ان کو نظر لگ گئی کیونکہ انکا جسم بڑا حسین تھا وہ جونہی پانی میں اترے تو ایسی نظر لگی کہ زبان بند ہو گئی اور وہ بولنے سے عاجز آ گئے۔ اب ان کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی اور انہوں نے آکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم دونوں نہانے کے لیے گئے۔ میں نے اسکے جسم کا بالائی حصہ دیکھا تو اسکو میری نظر لگ گئی ہے اور وہ خاموش ہو گیا ہے۔ بولتا ہی نہیں۔ یہ خبر پاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود پیدل اس جگہ پر تشریف لائے اور پانی میں اتر گئے جہاں عامر رضی اللہ عنہ چپ بیٹھا تھا۔ سہل بیان کرتے ہیں گویا کہ مجھے حضور علیہ السلام کی پنڈلی مبارک کی چمک اب بھی نظر آرہی ہے۔ جبکہ آپ پانی میں اتر رہے تھے۔ بہرحال پانی میں اتر کر حضور علیہ السلام نے عامر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا کی اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ حَرَّهَا وَ بَرْدَهَا وَ وَصَبَهَا۔ اللہ! اس شخص سے اسکی حرارت، ٹھنڈک اور تکلیف کو دور فرمادے۔ جونہی حضور علیہ السلام نے یہ دعا کی وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور اسکو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا رَاٰی اَحَدُکُمْ

مِنْ اَخِيْهِ اَوْ مِنْ نَفْسِهٖ اَوْ مِنْ مَالِهٖ مَا يُعْجِبُهٗ فَلْيُبَرِّكْهُ فَاِنَّ الْعَيْنَ حَقٌّ. جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے جسم یا اسکے مال یا اپنی طرف یا اپنے مال یا کسی چیز کی طرف دیکھے جو اسکو بھلی معلوم ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کے لیے یوں دعا کرے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ۔ اللہ تعالٰی تجھ میں برکت عطا کرے۔ اگر یہ دعا کر دیگا تو اس کی نظر دوسرے کو نہیں لگیگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نظر کا لگنا برحق ہے۔ نظر کا دوسرا علاج آپ نے فرمایا جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ جس کی نظر لگ گئی ہو اسکے وضو اور اعضاء کے دھونے کا پانی مریض کے سر پر ڈال دیا جائے تو اللہ تعالٰی اسکو شفا دے دیتا ہے۔

عمرہ اور حج کی جزا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعُمْرَۃُ اِلَی الْعُمْرَۃِ کَفَّارَۃٌ لِّمَا بَیْنَھُمَا مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَایَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۴۷)

حضرت عامر ابن ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کے درمیان سرزد ہونے والے صغائر اور خطاؤں کے لیے یہ عمرہ کفارہ بن جاتا ہے۔ اس قسم کی خوشخبری حضور علیہ السلام نے بعض دوسرے اعمال کے ضمن میں بھی دی ہے۔ مثلاً فرمایا کہ ایک نماز سے لیکر دوسری نماز تک کے درمیانی صغائر اور ایک رمضان سے لیکر دوسرے رمضان تک کے درمیانی صغائر کا کفارہ ہوتے ہیں۔

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حج مبرور کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں۔ حج مبرور وہ ہوتا ہے جو اچھی نیت کے ساتھ حلال کی کمائی سے کیا جائے اور اس کے تمام ارکان صحیح طریقے سے ادا کئے جائیں۔ نیز دوران حج لَا رَفَثَ وَلَا جِدَالَ وَلَا فُسُوْقَ۔ کی شرط بھی پوری کی ہو یعنی نہ کوئی فحش بات کی ہو، نہ کسی سے جھگڑا کیا ہو اور نہ کوئی نافرمانی کا کام کیا ہو تو ایسا حج مبرور ہے جس کی جزا جنت ہے۔

ناقص وضو نماز میں خلل کا ذریعہ ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ رَوْحٍ الْكَلَاعِیِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةً فَقَرَأَ فِيْهَا سُوْرَةَ الرُّوْمِ فَلَبَّسَ بَعْضَهَا قَالَ اِنَّمَا لَبَّسَ الشَّيْطَانُ الْقِرَاءَةَ مِنْ اَجْلِ اَقْوَامٍ يَأْتُوْنَ الصَّلَاةَ بِغَيْرِ وُضُوْءٍ فَاِذَا اَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاَحْسِنُوا الْوُضُوْءَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۷۱)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ابو روح ؓ ہیں جنکا تعلق یمن کے خاندان کلاع سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ صبح کی نماز پڑھی جس میں آپ نے سورۃ الروم تلاوت فرمائی۔ آپ ایک آیت پر تردد میں پڑ گئے یعنی بھول گئے۔ پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ یہ بات ہم پر قرآن میں تلبیس ڈالتی ہے کہ تم میں سے بعض لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں مگر وہ اچھی طرح وضو نہیں کرتے اسکا اثر ہم پر ہوتا ہے اور نماز میں گڑبڑ ہو جاتی ہے تو فرمایا کہ تم میں سے جو شخص ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے آئے اس کو اچھی طرح وضو کر کے آنا چاہیئے کیونکہ ناقص وضو سے نماز میں خلل پڑتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کردہ بہترین دعاء

عَنْ اَبِیْ مَالِكٍ الْاَشْجَعِیِّ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا اَتَاهُ الْاِنْسَانُ یَقُوْلُ کَیْفَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَقُوْلُ حِیْنَ اَسْاَلُ رَبِّیْ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَقَبَضَ اَصَابِعَهُ الْاَرْبَعَ اِلَّا الْاِبْهَامَ ... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۷۲)

حضور علیہ السلام کے ایک صحابی ابو مالک اشجعیؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی آدمی آکر پوچھتا کہ میں اپنے پروردگار سے کن الفاظ کے ساتھ سوال کروں تو آپ فرماتے کہ اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کیا کرو اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ ۔ اسے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت نصیب کر اور مجھے روزی عطا فرما۔ آپ نے یہ چار باتیں بیان کرتے ہوئے چار انگلیوں کی طرف اشارہ کیا۔ سوائے انگوٹھے کے یعنی حضور علیہ السلام نے گن کر ان چار چیزوں کی تعلیم دی کہ اپنی دعا میں ان چار چیزوں کا سوال کیا کرو۔ نیز فرمایا کہ اگر تم ان الفاظ کے ساتھ دعا کرو گے تو یہ تمہارے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی کو اکٹھا کر دے گی۔

یہی صحابی کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا۔

مَنْ وَحَّدَ اللّٰهَ وَ کَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِهٖ حَرُمَ مَالُهٗ وَ دَمُهٗ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

جس شخص نے اللہ تعالےٰ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کیا اور غیروں کو اسکا شریک بنانے سے انکار کر دیا تو اسکا مال جان اور عزت وآبرو محفوظ ہو گئی۔ ایسے شخص سے چھیڑ چھاڑ کرنا جائز

نہیں۔ باقی اسکا اندرونی حساب اللہ تعالے پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا تو اس پر مسلمان ہونے کا حکم جاری ہو گیا۔ چونکہ ہر شخص ظاہر کا پابند ہے لہذا ایسے شخص سے تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اگر اس میں پسِ پردہ کوئی خامی ہے تو اسکا معاملہ اللہ کے سپرد ہے وہ خود اسکا حساب لیگا۔

جنت میں داخلے اور دوزخ سے نجات کیلئے عمل

فَاِذَا رَجُلٌ يُحَدِّثُ النَّاسَ قَالَ بَلَغَنِيْ حَجَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَاسْتَتْبَعْتُ رَاحِلَةً مِنْ اِبِلِيْ ثُمَّ خَرَجْتُ حَتّٰى جَلَسْتُ لَهٗ فِيْ طَرِيْقِ عَرَفَةَ اَوْ وَقَفْتُ لَهٗ فِيْ طَرِيْقِ عَرَفَةَ۔ ... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۷۲)

حضور کے ایک صحابی خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لا رہے تھے جسکا ذکر لوگوں نے میرے سامنے بھی کیا چنانچہ میں بھی ایک اونٹنی اور ایک معاون اونٹ لیکر چل دیا اور آگے جاکر عرفات کے راستے میں جا بیٹھا تاکہ جب حضور علیہ السلام اس راستے سے آئیں تو میں آپکو پہچان لوں گا۔ میں نے اپنی اونٹنی کو اسی راستے پر چلایا جس راستے پر حضور علیہ السلام اور آپکے صحابہؓ نے آنا تھا۔

غرضیکہ میں حضور علیہ السلام کے اتنا قریب ہو گیا کہ میری اونٹنی اور حضور علیہ السلام کی اونٹنی کے سر آپس میں ٹکرانے لگے پھر میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! دُلَّنِيْ عَلٰى عَمَلٍ يُدْخِلُنِيَ الْجَنَّةَ وَيُنْجِيْنِيْ مِنَ النَّارِ۔ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے بچالے۔ آپ نے فرمایا واہ واہ تم نے سوال تو مختصر کیا ہے مگر بات بڑی سمجھ کی کی ہے۔ پھر فرمایا اِذَا تَعْبُدُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا وَتُقِيْمُ الصَّلٰوةَ وَتُؤَدِّي الزَّكٰوةَ وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ۔ جب تم اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرو گے اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بناؤ گے۔ (نہ عبادت میں، نہ نذر و نیاز میں، نہ اختیار میں نہ قدرت میں) اور نماز کو قائم کرو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور رمضان کے روزے رکھو گے تو تم اپنے مقصد کو پالو گے یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور دوزخ سے بچ جاؤ گے۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا

کہ جب تم لوگوں کے لیے بھی اسی سلوک اور عزت واحترام کو پسند کرو گے جس سلوک اور عزت واحترام کو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور لوگوں کے لیے بھی اس چیز کو ناپسند کرو گے جس کو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو تو تم اپنی مراد کو پہنچ جاؤ گے۔

اس وقت صحابی نے حضور علیہ السلام کی سواری کا راستہ روک رکھا تھا آپ نے اسکو مذکورہ اعمال بتانے کے بعد فرمایا۔ خَلِّ طَرِيْقَ الرِّكَابِ ۔ اب سواری کا راستہ چھوڑ دو یعنی اسے جانے دو کیونکہ تمہارا مقصد پورا ہو چکا ہے اور تم نے جو مسئلہ پوچھا تھا اس کا جواب دے دیا گیا ہے۔



اللہ کے عطا کردہ مال کی قدردانی

عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا الْاَحْوَصِ یُحَدِّثُ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا قَشِفُ الْهَیْئَةِ فَقَالَ هَلْ لَكَ مَالٌ قَالَ قُلْتُ نَعَمْ ...... الحدیث۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۳ صفحہ ۴۷۳)

ایک صحابی کہتے ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میری حالت بڑی خستہ تھی۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں، میرے پاس ہر قسم کا مال گھوڑے، اونٹ بھیڑ بکریاں اور لونڈیاں غلام ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے یہ بُری حالت کیوں بنا رکھی ہے دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو مال عطا کرے تو اسکا اثر اسکے جسم پر محسوس ہونا چاہیئے بہرحال آپ نے فرمایا کہ مال کے ہوتے ہوئے میلا کچیلا اور پھٹا پرانا لباس اور پراگندہ لباس رکھنا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کی ناشکری ہے۔

حضور علیہ السلام نے اس شخص سے یہ بھی فرمایا کہ جب تمہارے اور تمہاری قوم کے پاس اونٹ ہوتے ہیں اور پھر جب ان جانوروں میں سے کسی کا ٹھیک ٹھاک بچہ پیدا ہوتا ہے تو تم استرا لیکر اسکے کان کاٹ دیتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ بحر ہے یعنی یہ فلاں معبود کی نذر ہے۔ پھر اس کا دودھ، گوشت وغیرہ کچھ بھی استعمال نہیں کرتے۔ پھر کسی جانور کی کھال کو پھاڑ کر کہتے ہو کہ یہ صرم ہے یعنی اس پر سواری ممنوع ہے۔ تم ایسے جانور سے نہ خود فائدہ اٹھاتے ہو اور نہ ہی تمہارے گھر کا کوئی فرد اس سے مستفید ہوتا ہے اس شخص نے اقرار کیا کہ حضور! بیشک ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی شرک ہے۔ نیز فرمایا، جس استرے کیساتھ تم جانور کے کان کاٹتے ہو اور جس بازو کے ساتھ جانور کی کھال کو پھاڑتے ہو اور غیر اللہ کے نام پر نامزد کرتے ہو تو یاد رکھو! اللہ

کا استرا اور بازو تمہارے استرے اور بازو سے تیز ہے اور زیادہ طاقتور ہے۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسکا انتقام لیگا۔ اور ان مشرکانہ افعال کا مؤاخذہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال کو معبودان باطلہ کے نام پر نامزد کر کے ناقابل انتفاع بنانا ناقدری کے مترادف ہے۔

ایمان کی حلاوت

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ بْنِ الْعُقَیْلِیِّ قَالَ اَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ یُحْیِی اللّٰہُ الْمَوْتٰی ..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۱)

حضرت ابوذر ابن عقیلیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، اللہ کے رسول! آپ یہ فرمائیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالےٰ مردوں کو کیسے زندہ کریگا؟ آپ نے فرمایا اَمَا مَرَرْتَ بِاَرْضٍ مِنْ اَرْضِکَ مُجْدِبَۃٍ ثُمَّ مَرَرْتَ بِھَا مُخْصِبَۃٍ کیا تم کبھی کسی بنجر زمین سے گزرے ہو جو بالکل خشک ہو اور اس میں کوئی سبزہ وغیرہ نہ ہو؟ اور پھر کیا تم اسی زمین سے گزرے ہو جبکہ وہ سرسبز و شاداب ہو چکی ہو اور اس میں اناج اور پھل پیدا ہو چکے ہوں؟ کہتے ہیں ۔۔۔ کہ میں نے عرض کیا ہاں حضور! میں ایسی جگہ سے گزرا ہوں۔ آپ نے فرمایا کَذٰلِکَ النُّشُوْرُ جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ قیامت والے دن مردہ انسانوں کو بھی زندہ کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیگا۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! وَمَا الْاِیْمَانُ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا، اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ایمان یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔ فرمایا ایمان کا ایک جزو یہ بھی ہے۔ اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِمَّا سِوَاھُمَا۔ کہ تجھے اللہ اور اسکے رسول کی محبت سب سے زیادہ ہو۔ وَ اَنْ تُحْرَقَ بِالنَّارِ اَحَبُّ اِلَیْکَ

مِنْ اَنْ تُشْرِكَ بِاللّٰهِ۔ اور تجھے آگ میں جل جانا پسند ہو بہ نسبت اسکے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بناؤ۔ اور فرمایا ایمان میں یہ بات بھی شامل ہے۔ اَنْ تُحِبَّ غَيْرَ ذِيْ نَسَبٍ لَا تُحِبُّهُ اِلَّا لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔ کہ تم اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے آدمی کیساتھ محض اللہ کے لیے محبت کرو۔ اسے اچھا اور نیک آدمی سمجھ کر محبت کرو جبکہ اس سے کوئی دنیاوی غرض بھی نہ ہو۔ فرمایا جب یہ چیزیں تم میں پیدا ہو جائیں گی فَقَدْ دَخَلَ حُبُّ الْاِيْمَانِ۔ تو سمجھ لو کہ ایمان کی محبت تمہارے دل میں اس طرح داخل ہو گئی ہے جس طرح کسی پیاسے آدمی کو پانی پینے کی شدید خواہش ہوتی ہے۔

صحابی بیان کرتا ہے کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پھر عرض کیا، اللہ کے رسول! كَيْفَ لِيْ بِاَنْ اَعْلَمَ اَنِّيْ مُؤْمِنٌ۔ میں یہ کس طرح معلوم کروں کہ میں ایمان والا بن چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا جو آدمی نیکی کا کام کر کے اسے اچھا سمجھتا ہے، اس پر خوش ہوتا ہے اور اللہ تعالے سے اچھے بدلے کی امید رکھتا ہے نیز وہ شخص برائی کو برائی سمجھتا ہے اور اسکا ارتکاب نہیں کرتا۔ اور جانتا ہے کہ اگر برائی پر عمل کیا تو اللہ تعالی ناراض ہو جائیگا اور مؤاخذہ کریگا۔ پھر اگر اس سے برائی سرزد ہو جائے تو وہ استغفار کرتا ہے یعنی خدا تعالی سے معافی طلب کرتا ہے اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عہد کرتا ہے۔ فرمایا ان خواص کا حامل آدمی سمجھ لے کہ وہ ایماندار ہے۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں یہ بھی آتا ہے۔ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَ سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ۔ جب تجھے نیکی کا کام اچھا لگے اور برائی کا عمل برا محسوس ہو تو یقین جانو کہ تم صاحبِ ایمان ہو۔ اسی چیز کو اس حدیث میں ذرا مشکل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

*

حضور علیہ السلام کی امت کیلئے بخشش کی دعا

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ مِرْدَاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَا عَشِیَّۃَ عَرَفَۃَ لِاُمَّتِہٖ بِالْمَغْفِرَۃِ وَالرَّحْمَۃِ فَاَکْثَرَ الدُّعَآءَ فَاَجَابَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۴)

حضور علیہ السلام کے صحابی حضرت عباسؓ بن مرداسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے عرفہ کے دن یعنی نو ذی الحج کو پچھلے پہر اپنی امت کے لیے مغفرت اور رحمت کی بہت زیادہ دعا کی۔ یاد رہے کہ نو ذی الحج کو ظہر اور عصر کی نمازیں میدان عرفات میں جمع کے ساتھ ادا کرنے کے بعد شام تک کا وقت دعا کی قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ اسی وقت میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کے لیے دعا کی تو اللہ تعالےٰ نے اسکے جواب میں فرمایا۔ قَدْ فَعَلْتُ وَ غَفَرْتُ لِاُمَّتِكَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا میں نے آپکی دعا قبول کر لی ہے اور آپکی امّت کو بخش دیا ہے سوائے ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا ہو۔ پھر آپ نے یہ دعا بھی کی۔ یَا رَبِّ اِنَّكَ قَادِرٌ اَنْ تَغْفِرَ لِلظَّالِمِ وَ تُثِيْبَ الْمَظْلُوْمَ خَيْرًا مِّنْ مَظْلِمَتِهٖ اے پروردگار! تو قدرت رکھتا ہے کہ ظالم کو بھی معاف کر دے اور مظلوم کو اس پر کئے گئے ظلم سے بہتر بدلہ عطا کر دے۔ جس سے وہ راضی ہو جائے۔

راوی حدیث حضرت عباس بن مرداسؓ کہتے ہیں کہ اس رات یہی بات ہوئی اور اس سے آگے کوئی بات نہیں پھر جب مزدلفہ میں صبح کا وقت ہوا تو حضور علیہ السلام نے پھر امت کے لیے دعا کی۔ یاد رہے کہ مزدلفہ میں فجر کی نماز اوّل وقت میں پڑھ کر وہاں پر کچھ دیر کے لیے وقوف کیا جاتا ہے بلکہ واجب ہے اور دعائیں کی جاتی ہیں۔ تو حضور علیہ السلام وہاں بھی امت کے

لیے دعا کرتے رہے۔ پھر آخر میں مسکرائے۔ ایک صحابی نے عرض کیا، اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اس وقت مسکراہٹ کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کے دشمن ابلیس کی حالت کو دیکھ کر مسکرایا۔ جب ابلیس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے امت کے حق میں میری دعا کو قبول کر لیا ہے تو شیطان اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا اور واویلا کرنے لگا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔

بہر حال محدثین اور فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی اس دعا کے نتیجہ میں امت کے ان گناہوں کی بخشش ہوگی جنکا تعلق حقوق اللہ کے ساتھ ہے۔ البتہ حقوق العباد کی بخشش اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک صاحبِ حقوق خود معاف نہ کر دے! اگر اللہ تعالیٰ صاحبِ حقوق کو خود راضی کر دے یعنی اسکو اتنا اجر عطا فرمائے جس سے وہ راضی ہو کر اپنا حق چھوڑ دے تو پھر ظالم کو بھی معافی مل سکتی ہے۔ اس حدیث میں بھی ظالم کی معافی کی یہی صورت بیان کی گئی ہے۔

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ بڑے پائے کے شاعر تھے۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور غزوہ حنین میں شرکت کی۔ اس موقع پر مالِ غنیمت میں سے مکے کے بڑے بڑے نومسلم لوگوں کو زیادہ حصہ دیا گیا جبکہ انصارِ مدینہ اس موقع پر محروم رہے۔ انصار نے اس سلسلہ میں شکایت کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نئے نئے اسلام میں داخل ہونے والوں کو اس لیے زیادہ دیا گیا ہے تاکہ ان کی دلجوئی ہو اور وہ اسلام میں پختہ ہو جائیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا اے انصارِ مدینہ! کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ یہ لوگ تو دنیا کا مال لیکر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ۔ اس پر انصارِ مدینہ خوش ہو گئے حتیٰ کہ وہ آبدیدہ ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم نبی علیہ السلام کے فیصلہ پر راضی ہیں۔

مسلم شریف کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو انہی حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں پچاس اونٹ آئے جبکہ دوسرے لوگوں کو سو سو اونٹ دیئے گئے۔ اس پر یہ ناراض ہو گئے اور ایسے اشعار کہے۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ حضور! میں نے

گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ حنین میں حصہ لیا ہے اور جو مالِ غنیمت حاصل کیا ہے، کیا وہ آپ ان دو آدمیوں عیینہ اور اقرع کے درمیان تقسیم کرنا چاہتے ہیں جن سے میرا باپ مرداس کسی مجمع میں کم نہیں اور میں خود ان دونوں سے کسی طرح بھی کم درجہ کا نہیں ہوں۔ اگر آج اسکو پست کیا گیا تو آگے یہ بلند نہیں ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے یہ اشعار سن کر فرمایا کہ اس کو بھی سو اونٹ دے دو۔



عرفات اور مزدلفہ کا وقوف

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ مُضَرِّسٍ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِجَمْعٍ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتُكَ مِنْ جَبَلَيْ طَيِّئٍ أَتْعَبْتُ نَفْسِيْ وَأَنْصَبْتُ رَاحِلَتِيْ وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ مِنْ جَبَلٍ إِلَّا وَقَفْتُ عَلَيْهِ فَهَلْ لِيْ مِنْ حَجٍّ.....الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۵)

حضرت عروہ بن مضرسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ حج کے سلسلہ میں مزدلفہ کے مقام پر مقیم تھے میں نے عرض کیا میں طی کے پہاڑوں کو طے کرتا ہوا آیا ہوں اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈالا ہے اور اپنی سواری کو بھی تھکا دیا ہے میں نے راستے میں کوئی پہاڑ نہیں چھوڑا جہاں نہ ٹھہرا ہوں۔ تو کیا میرا حج ہو جائیگا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ شَهِدَ مَعَنَا هٰذِهِ الصَّلَاةَ یعنی صَلَاةَ الْفَجْرِ بِجَمْعٍ جو شخص ہمارے ساتھ اس فجر کی نماز میں یہاں مزدلفہ کے مقام پر حاضر ہے حَتّٰى يُفِيْضَ مِنْهُ یہاں تک کہ یہاں کے وقوف سے فارغ ہو گیا۔ وَقَدْ أَفَاضَ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ عَرَفَاتٍ لَيْلًا أَوْ نَهَارًا۔ اور اس سے پہلے اس نے میدان عرفات میں میں بھی رات یا دن کے وقت وقوف کیا ہے۔ تَمَّ حَجُّهُ وَقَضٰى تَفَثَهُ۔ اسکا حج مکمل ہو جائیگا اور اس کی پراگندگی دور ہو جائے گی۔

دوسری روایت میں آتا ہے کہ اوس ابن حارثہ ابن لام طائیؓ نے بھی حضور علیہ السلام کے زمانہ میں حج کیا تھا مگر وہ رات کے وقت لوگوں کو عرفات میں نہ پا سکے۔ کیونکہ وہ وہاں سے مزدلفہ کی طرف جا چکے تھے چنانچہ وہ مزدلفہ میں آکر دوسرے حاجیوں کے ساتھ شامل ہو گیا پھر اسکو معلوم ہوا کہ عرفات کا وقوف حج کا رکن اعلیٰ ہے جو اس نے نہیں کیا۔ چنانچہ وہ رات کے

وقت مزدلفہ سے واپس عرفات میں گیا وہاں تھوڑی دیر وقوف کرنے کے بعد واپس مزدلفہ آگیا اور عرض کیا اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو تھکا دیا ہے اور میری سواری تھک ہار گئی ہے۔ میں عرفات میں گیا مگر لوگ وہاں سے مزدلفہ آچکے تھے۔ چنانچہ میں وہاں وقوف کئے بغیر مزدلفہ آگیا۔ یہاں آکر پتہ چلا کہ وقوفِ عرفہ ضروری ہے لہذا میں راتوں رات پھر عرفات گیا وہاں تھوڑی دیر کے لیے وقوف کیا اور پھر واپس عرفات میں آگیا ہوں کیا میرا حج ہو جائیگا؟ آپ نے فرمایا کہ جس شخص نے عرفات کے میدان میں دن رات کے کسی حصہ میں تھوڑی دیر کے لیے وقوف کیا اور پھر مزدلفہ میں ہمارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو اسکا حج پورا ہو جائیگا۔



قربانی کے گوشت کا استعمال

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَبَا قَتَادَۃَ اَتٰی اَھْلَہٗ فَوَجَدَ قَصْعَۃَ ثَرِیْدٍ مِنْ قَدِیْدِ الْاَضْحٰی فَاَبٰی اَنْ یَّاکُلَہٗ فَاَتٰی قَتَادَۃَ بْنَ نُعْمَانَ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِیْ حَجٍّ فَقَالَ اِنِّیْ کُنْتُ اَمَرْتُکُمْ اَنْ لَّا تَاکُلُوْا الْاَضَاحِیَّ فَوْقَ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۵)

حضرت ابوقتادہؓ بڑے شاہسوار اور بہادر آدمی تھے۔ دورانِ جنگ انکی طبیعت پر کسی قسم کا خوف طاری نہیں ہوتا تھا۔ آپ نے کفار کے ساتھ جنگوں میں بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ آپ سفر پر گئے ہوئے تھے جب واپس گھر پہنچے تو عیدالاضحیٰ تو گزر چکی تھی البتہ پیالے میں گوشت روٹی پڑی ہوئی تھی انکو کھانے کی دعوت دی گئی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے اور نہ کھایا جائے۔ مطلب یہ تھا کہ کسی شخص کے گھر میں عیدالاضحیٰ سے چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی تک نہیں ہونی چاہیئے چونکہ عیدالاضحیٰ کو گزرے تین دن سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، لہٰذا میں یہ قربانی کا گوشت نہیں کھاؤنگا۔ پھر قتادہ بن نعمانؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کے سامنے یہ وضاحت کی کہ نبی علیہ السلام نے ایک سال بلاشبہ یہ حکم دیا تھا کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ عرصہ تک نہ کھایا جائے۔ جو گوشت تین دن سے زیادہ کا ہو وہ سارا تقسیم کر دیا جائے اور چوتھے دن کسی کے گھر میں گوشت کی ایک بوٹی بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ لوگوں نے بتلایا کہ اس سال بہت سے غریب لوگ مدینہ میں آگئے تھے اور وہ بھی قربانی کے گوشت کے خواہشمند تھے۔ حضور علیہ السلام نے محسوس کیا کہ اگر مدینہ کے لوگوں نے قربانی کا گوشت طویل عرصہ کے لیے ذخیرہ کر لیا تو ان غریب غربا کو کچھ نہیں ملیگا، لہٰذا آپ نے حکم دیا تھا کہ تین

دن کی خوراک رکھ کر باقی سارا گوشت تقسیم کر دیا جائے پھر حج کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ یہ حکم دائمی نہیں تھا بلکہ اُن غریب غربا کی وجہ سے دیا گیا تھا جو باہر سے آگئے تھے پھر فرمایا کہ اب تم قربانی کا گوشت جب تک چاہو کھا سکتے ہو اور اسکے ذخیرہ کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے خود کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ البتہ وَلَا تَبِيْعُوْا لُحُوْمَ الْهَدْيِ وَالْاَضَاحِيْ

• ہدی اور قربانی کا گوشت فروخت نہیں کر سکتے کیونکہ ایسا کرنا ناجائز ہے۔



توحید و رسالت کے اقرار پر جنت کی بشارت

عَنْ رِفَاعَةَ الْجُهَنِيِّ قَالَ اَقْبَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِالْكَدِيْدِ اَوْ قَالَ بِقَدِيْدٍ فَجَعَلَ رِجَالٌ مِنَّا يَسْتَاْذِنُوْنَ اِلٰى اَهْلِيْهِمْ فَيَاْذَنُ لَهُمْ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۶)

حضرت رفاعہ ابن عرابہؓ کا تعلق قبیلہ جہینہ کے ساتھ ہے۔ آپ اللہ کے نبی کے صحابی ہیں آپ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ سفر سے واپس مدینہ کی طرف آرہے تھے۔ جب ہم کدید کے مقام پر پہنچے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے تو ہم میں سے بعض لوگوں نے حضور علیہ السلام سے اپنے گھروں کو جلدی جانے کی اجازت طلب کی جو آپ نے دے دی۔ اسکے بعد آپ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور پھر فرمایا۔ مَا بَالُ رِجَالٍ يَكُوْنُ شِقُّ الشَّجَرَةِ الَّتِيْ تَلِيْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبْغَضَ اِلَيْهِمْ مِنَ الشِّقِّ الْاٰخَرِ۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ انکو درخت کا وہ پہلو زیادہ پسندیدہ معلوم ہوتا ہے جو مجھ سے دور ہے اور درخت کے قریبی پہلو سے انکو نفرت ہے یہ بات سن کر صحابہؓ رونے لگے۔ دراصل حضور علیہ السلام نے بعض لوگوں کو قافلے سے پہلے گھر جانے کی اجازت تو دے دی تھی مگر آپ کو یہ بات پسند نہیں تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی اکٹھے اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور ان کو بھی وہی برکات حاصل ہوں جو نبی علیہ السلام کیساتھ جانے والوں کو حاصل ہوں گی۔ آپ نے درخت کی مثال اس لیے دی کہ گرمی کے موسم میں درخت کے نیچے کچھ دیر کے لیے آرام کیا جاتا ہے۔ بہر حال حضور علیہ السلام کے اس خطبے کے بعد ایک صحابی کہنے لگے

کہ اب اگر کوئی شخص پہلے گھر جانے کی اجازت طلب کریگا تو وہ یقیناً بیوقوف ہوگا۔ کیونکہ اللہ کے نبی نے اس چیز کو پسند نہیں کیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ اَشْھَدُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہی دونگا۔ لَا یَمُوْتُ عَبْدٌ یَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیگا صِدْقًا مِنْ قَلْبِہٖ سچے دل کے ساتھ اور پھر اس پر قائم رہیگا، وہ نہیں مریگا مگر جنت میں داخل ہوگا۔

حضور علیہ السلام نے اس موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا وَ قَدْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ اللہ رب العزت نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت کے ستر ہزار افراد کو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کریگا۔ نیز فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ یہ لوگ اس وقت جنت میں داخل ہوں گے کہ جب تم، تمہارے آباؤ اجداد اور تمہاری بیویاں اور اولادیں جو با صلاحیت ہونگے، اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

پھر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب نصف رات یا فرمایا دو تہائی رات گزر جاتی ہے۔ یَنْزِلُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا۔ تو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے یہ نزول سیڑھی کے ذریعے کسی مقام پر اترنے کی طرح نہیں ہوتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی اور ہر جگہ موجود ہے۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خاص قسم کی تجلی اور خاص قسم کی توجہ آسمان دنیا پر ڈالتا ہے اور اپنی خاص مہربانیاں اور توجہات آسمان دنیا کی طرف مبذول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے۔ لَا اَسْئَلُ عَنْ عِبَادِیْ اَحَدًا غَیْرِیْ مَنْ ذَا یَسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ کہ میں اپنے بندوں سے اس کے سوا اور کوئی مطالبہ نہیں کرتا کہ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسکو بخش دوں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ یا کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا کو قبول کروں مَنْ ذَا الَّذِیْ یَسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کی حاجت کو پورا کر دوں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آوازیں برابر آتی رہتی ہیں۔ حَتّٰی یَنْفَجِرَ

الصُّبْحُ۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ رات کا آخری حصہ بڑا مقبول حصہ ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول فرما کر اپنی رحمت و بخشش کا اعلان فرماتا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں گواہی دونگا کہ جو شخص توحید و رسالت کا اقرار کریگا ایسے شخص کو میری شفاعت نصیب ہوگی اور وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اگلی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور علیہ السلام کسی خاص بات کے متعلق قسم اٹھاتے تو عام طور پر یوں کہتے۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔



جبریل علیہ السلام کیساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی

حَدَّثَنِیْ اَبُوْ سَلَمَۃَ عَنِ الرَّجُلِ الَّذِیْ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھُوَ یُنَاجِیْ جِبْرِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَزَعَمَ اَبُوْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ تَجَنَّبَ اَنْ یَدْنُوَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَخَوُّفًا اَنْ یَسْمَعَ حَدِیْثَہٗ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۷)

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کا گزر حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوا جبکہ آپ ایک شخص کیساتھ سرگوشی فرما رہے تھے یعنی آہستہ آہستہ گفتگو فرما رہے تھے یہ گزرنے والا شخص حارثہ ابن نعمانؓ صحابی رسول تھا جب اگلی صبح ہوئی تو حضور علیہ السلام نے اس صحابی سے پوچھا مَا مَنَعَكَ اَنْ تُسَلِّمَ اِذَا مَرَرْتَ بِالْبَارِحَةِ کل تم ہمارے پاس سے گزرے تو تم نے ہمیں سلام کیوں نہ کیا؟ تو صحابی نے عرض کیا حضور! میں نے دیکھا کہ آپ ایک شخص سے سرگوشی فرما رہے ہیں تو میں نے خطرہ محسوس کیا کہ اگر میں آپکے قریب ہوں گا تو شاید آپکو ناگوار گزرے اور آپ سمجھیں کہ میں آپ کی گفتگو میں دخیل ہونا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میں نے نہ تو قریب ہونے کی کوشش کی اور نہ ہی سلام کیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ هَلْ تَدْرِيْ مَنِ الرَّجُلُ۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ شخص کون تھا۔ صحابی نے عرض کیا کہ میں تو اس شخص کو نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے وَلَوْ سَلَّمْتَ لَرَدَّ السَّلَامَ اگر تم سلام کرتے تو وہ بھی تم کو سلام کا جواب دیتے۔ اب تم اس سعادت سے محروم رہ گئے ہو۔

یہی صحابی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی تو کپڑے کو گردن کی دونوں طرف باندھ لیا۔ دوسری روایت میں یہ تعلیم دی گئی ہے

کہ اگر کسی کے پاس ایک ہی بڑی چادر ہو اور اسے نماز ادا کرنا ہو تو اس کے کنارے گردن کے اطراف میں اس طرح باندھ لیے جائیں کہ اسکا کچھ حصّہ کندھوں پر بھی آجائے۔ مسلم شریف میں حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ کپڑا چھوٹا ہو تو اسکو صرف ستر والے حصّہ جسم پر لپیٹ لو اور اگر کپڑا بڑا ہو تو گردن کی دونوں طرف باندھ لو تاکہ کچھ حصّہ کندھوں پر بھی آجائے۔ حتی الامکان دورانِ نماز کندھے ڈھانپے ہوتے ہونے چاہئیں۔



اللہ کی اونٹنی کا قاتل بدترین آدمی تھا

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَمْعَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقَاهَا انْبَعَثَ لَهَا رَجُلٌ عَارِمٌ عَزِيْزٌ مَنِيْعٌ فِيْ رَهْطِهٖ مِثْلَ ابْنِ زَمْعَةَ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۷)

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پاؤں کاٹے تھے، اللہ نے اسکو قرآن میں بدترین آدمی قرار دیا ہے۔ قوم میں سے یہ بدترین آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور اس معجزانہ طور پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص عَارِمٌ یعنی مفسد تھا، عَزِيْزٌ غالب تھا اور محفوظ تھا خاندان میں مَنِيْعٌ۔ اسکے ساتھ بڑا جتھہ تھا حضور علیہ السلام نے اس کی مثال مشرکین مکہ میں سے ابن ابی زمعہ کیساتھ دی جسکے ساتھ ہمیشہ اس کے دوست احباب اور باڈی گارڈ رہتے تھے۔ پھر حضور علیہ السلام نے عورتوں کے بارے میں نصیحت فرمائی کہ ان کو اس طرح نہ مارو جس طرح غلاموں سے ناراض ہو کر انکو مارنا شروع کر دیتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کی ہوا خارج ہو جاتے تو اس پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔ فرمایا اِلٰى مَا يَضْحَكُ اَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ مرتم میں سے کوئی شخص ایسی بات پر کیوں ہنسے جو خود اس سے بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ یہ تو اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔

روزہ کی افطاری کھجور یا پانی سے

عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّبِّیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَآءٍ فَاِنَّہٗ طَھُوْرٌ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۷)

حضرت سلمان ابن عامرؓ حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں جن کا تعلق قبیلہ ضبی کے ساتھ ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ روزہ افطار کرنے والے کو چاہیئے کہ وہ طاق کھجوروں کے ساتھ روزہ افطار کرے۔ اگر کھجور میسر نہ ہو تو پھر پانی کیساتھ افطار کرے کیونکہ پانی خود بھی پاک ہے اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرنے والا ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا وَمَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ۔ بچے کے ساتھ اسکا عقیقہ ہوتا ہے۔ اگر آدمی صاحب استطاعت ہے تو بچے کی پیدائش پر دو بکرے ذبح کرے یا اگر بچی پیدا ہوئی ہے تو ایک بکرا ذبح کرے۔ اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ یہ اللہ کا شکر ادا کرنا ہوتا ہے۔ کہ اس نے اولاد جیسی نعمت عطا کی۔ اسکے علاوہ اگر آدمی کے پاس گنجائش ہے تو بچے کے سر کے پہلی بار اتارے گئے بالوں کے وزن کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے اَلصَّدَقَۃُ عَلٰی ذَوِی الْقَرَابَۃِ۔ صدقہ قرابت دار کو دیا جائے جو اسکا مستحق ہو۔ اس طرح صدقہ کرنے والے کو دوہرا ثواب ہوگا ایک صدقہ کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

حضور علیہ السلام کی ادا کی پسندیدگی

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ فَبَايَعْنَا وَ إِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقٌ فَبَايَعْتُهُ فَأَدْخَلْتُ يَدِي مِنْ جَيْبِ الْقَمِيصِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

حضرت قرہؓ کا تعلق قبیلہ مزینہ کے ساتھ تھا انکے بیٹے معاویہ ابن قرہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے باپ حضرت قرہؓ نے یوں کہا کہ میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ کے ہمراہ اسلام کی بیعت کرنے کے لیے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپکے دست مبارک پر بیعت کی اور پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے آپکی قمیص کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر آپ کی مہر نبوت کو چھو کر دیکھا۔ یہ مہر نبوت آپکے دونوں کندھوں کے درمیان ابھری ہوئی گلٹی کی صورت میں تھی۔

حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت معاویہ اور ان کے والد حضرت قرہؓ گرمی ہو یا سردی ہر موسم میں اپنی قمیص کا اوپر والا بٹن کھلا ہی رکھتے تھے کیونکہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ ملاقات میں آپکو اسی حالت میں دیکھا تھا۔ یہ لازم تو نہیں تھا مگر حضور علیہ السلام کی محبت اور آپکے ساتھ دلی وابستگی کا نتیجہ تھا کہ باپ بیٹا دونوں نے عمر بھر اس سنت کو اپنائے رکھا حضرت ابو محذورہؓ کے سر پر حضور علیہ السلام نے ہاتھ پھیرا تھا تو انہوں نے عمر بھر سر کے وہ بال ہی نہیں منڈوائے تھے جن پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا تھا۔ یہ محض حب نبی کا نتیجہ تھا۔

صرف کھجور اور پانی بطور خوراک

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ قَالَ أَبِي لَقَدْ عَمَّرْنَا مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا الْأَسْوَدَانِ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرِي مَا الْأَسْوَدَانِ قُلْتُ لَا قَالَ التَّمْرُ وَالْمَاءُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

حضرت معاویہ ابن قرہؒ بیان کرتے ہیں کہ انکے باپ قرہؓ نے بتلایا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ عمر کا کافی حصہ گزارا ہے۔ اس دوران میں ہماری غذا میں صرف دو چیزیں ہوتی تھیں۔ پھر خود ہی پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اسودان سے کیا مراد ہے تو فرمایا کھجور اور پانی یعنی ہماری خوراک کھجور اور پانی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت تنگدستی کا زمانہ تھا اور ان دو چیزوں کے علاوہ کھانے کے لیے مزید کچھ نہیں ملتا تھا۔

لہسن اور پیاز کھاکر مسجد میں آنے کی ممانعت

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ الْخَبِيثَتَيْنِ وَقَالَ مَنْ أَكَلَهُمَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا وَقَالَ إِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا قَالَ يَعْنِي الْبَصَلَ وَالثُّومَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

حضرت قرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو بدبودار پودوں کو کھانے سے منع فرمایا اور کہا کہ جو شخص انکو کھاتے وہ ہماری مسجد میں نہ آتے جب تک کہ ان کی بدبو زائل نہ ہو جائے۔ فرمایا یہ دو پودے لہسن اور پیاز ہیں۔ بدبودار چیز سے نہ صرف نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ اللہ کے فرشتوں کو بھی اس سے نفرت ہوتی ہے لہذا یہ چیزیں کھاکر فوراً مسجد میں نہیں آنا چاہیئے۔ فرمایا اگر کوئی شخص ان کو ضرور ہی کھانا چاہتا ہے تو پکاکر کھائے تاکہ ان کی بدبو زائل ہو جائے۔ یہ حکم ہر بدبودار چیز مثلاً مولی اور تمباکو وغیرہ کے لیے یکساں ہے۔

★

ہر ماہ تین روزے رکھنے کا اجر

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي صِيَامِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنَ الشَّهْرِ صَوْمُ الدَّهْرِ وَ إِفْطَارُهُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

حضرت قرہؓ صحابی رسول بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہر ماہ تین نفلی روزے رکھ لے تو اس کو صوم دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے کا اجر حاصل ہوگا ہر نیکی کا کم از کم اجر دس گنا ہے اور تین روزوں کا ثواب تیس روزوں یعنی پورے ماہ کے روزے رکھنے کے برابر ہوگا۔ گویا ایسا شخص ہمیشہ روزہ رکھنے والا ہوگا۔ نفلی روزوں کا یہ آسان ترین طریقہ ہے۔

حضور علیہ السلام کا دستِ شفقت

عَنْ اِیَاسٍ قَالَ جَآءَ اَبِیْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ غُلَامٌ صَغِیْرٌ فَمَسَحَ رَأْسَہٗ وَاسْتَغْفَرَ لَہٗ قَالَ شُعْبَۃُ قُلْنَا لَہٗ صُحْبَۃٌ قَالَ لَا وَلٰکِنَّہٗ کَانَ عَلٰی عَھْدِہٖ قَدْ حَلَبَ وَصَرَّ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

حضرت قرۃؓ کے فرزند معاویہ کے بارے میں روایت ہے کہتے ہیں وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ ابھی چھوٹے بچے تھے۔ اس حدیث میں آگے یہ ہے کہ امام شعبہؒ نے اپنے استاد سے پوچھا کہ کیا انکو صحابیت کا شرف حاصل ہے انہوں نے کہا کہ نہیں لیکن یہ حضور علیہ السلام کے زمانہ مبارک میں اچھے خاصے باشعور تھے کہ یہ اونٹنی کا دودھ دوہ لیتے تھے اور اونٹنی کے تھنوں کو دھاگے سے باندھ لیتے تھے۔ حَلَبَ دودھ دھونا۔ صَرَّ کا معنی اونٹنی کے تھنوں پر دھاگہ باندھ دینا تاکہ اونٹنی کا بچہ یا ٹوڈا دودھ تھنوں سے نہ چوس سکے۔ اگرچہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ وقت نہیں مل سکا لیکن خورد سال صحابہ کی فہرست میں انکا نام بھی آئیگا۔

حضور علیہ السلام نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے بخشش کی دعا کی۔ یہ بہت ہی مبارک اور مسعود لڑکا تھا جس کے لیے نبی علیہ السلام نے بخشش کی دعا کی اور سر پر ہاتھ بھی پھیرا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں بھی آتا ہے کہ آٹھ سال کی عمر میں انہیں انکے والد نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تاکہ اسکو بیعت کرلیں۔ آپ مسکرائے اور بچے کو تبرکاً بیعت کرلیا۔

ایک ایک قبر میں کئی کئی شہدا کی تدفین

عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ اَصَابَ النَّاسَ قَرْحٌ وَجَهْدٌ شَدِيْدٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْفِرُوْا وَ اَوْسِعُوْا وَ اَدْفِنُوْا الْاِثْنَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ فِي الْقَبْرِ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

یہ روایت حضرت ہشام بن عامر انصاریؓ سے ہے حضرت عامر احد کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ تو انکے بیٹے ہشام کا بیان ہے کہ احد کی لڑائی میں مجاہدین سخت زخمی ہوئے تھے اور انہوں نے بڑی مشقت برداشت کی تھی۔ پھر جو مجاہدین شہید ہو گئے ان کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لیے قبریں کھودو جو وسیع ہوں اور ہر قبر میں دو دو تین تین شہداء کو دفن کرو صحابہؓ نے عرض کیا، حضور! ایک قبر میں کئی صحابہؓ کو دفن کرتے وقت مَنْ نُقَدِّمُ آگے کس کو رکھیں یعنی قبلہ رخ کس شہید کو رکھیں۔ آپ نے فرمایا اَكْثَرُهُمْ جَمْعًا وَ اَخْذًا لِّلْقُرْاٰنِ جس کو قرآن زیادہ یاد ہے اسکو قبلہ کی طرف اولیت دو۔ چونکہ حضرت عامرؓ کو قرآن زیادہ یاد تھا لہٰذا انکو قبلہ کی طرف پہلے لٹایا گیا اور دوسروں کو ان کے ساتھ دفن کیا گیا۔ اس روایت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ تخلیق آدم سے لیکر قیام قیامت تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں ہو گا۔

تین دن سے زیادہ قطع تعلق کی ممانعت

عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ. سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَاِنْ كَانَا تَصَارَمَا فَوْقَ ثَلَاثٍ فَاِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَادَامَا عَلٰى صِرَامِهِمَا..... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۱۹)

حضرت ہشام بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ عرصہ کے لیے قطع تعلق کرے اور اگر وہ تین دن رات سے زیادہ عرصہ تک قطع تعلق کو قائم رکھیں گے تو وہ گویا حق سے منہ موڑنے والے ہوں گے اور ان میں سے جو شخص پہلے رجوع کریگا، اس کا یہ فعل اس کی غلطی کا کفارہ بن جائیگا۔ اس قطع تعلق سے مراد دنیا کے معاملات میں قطع تعلق ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ قائم نہیں رہنی چاہیئے۔ البتہ دین کے معاملہ میں قطع تعلق زیادہ عرصہ تک حتیٰ کہ سال دو سال تک بھی جائز ہے جب تک کہ دوسرا شخص بری بات سے باز نہ آجائے اور دین کے معاملہ میں صحیح عقیدہ اور صحیح عمل اختیار نہ کرے۔

حضور علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر ایک مومن آدمی تعلقات کو بحال کرنے کے لیے سلام کرے اور دوسرا شخص اس سلام کا جواب نہ دے تو اللہ کے فرشتے اسکے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اور ناراضگی قائم رکھنے والے کے سلام کا جواب شیطان دیتا ہے۔ نیز فرمایا کہ اگر یہ دونوں اشخاص ناراضگی کی حالت میں مرجائیں تو جنت میں اکٹھے نہیں ہوں گے۔ ان میں اول تو کوئی جنت میں داخل ہو گا ہی نہیں۔ اگر ہو گیا تو دوسرے کے ساتھ اسکا کبھی ملاپ نہیں ہو سکے گا۔

سر درد دور کرنے کا دم

اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِی الْعَاصِ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عُثْمَانُ وَبِیْ وَجَعٌ قَدْ کَادَ یُھْلِکُنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمْسِکْ بِیَمِیْنِکَ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَقُلْ اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱)

ایک دفعہ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ ثقفی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کہتے ہیں کہ اس وقت میرے سر میں شدید درد تھا، گویا کہ وہ مجھے ہلاک ہی کر دے گا میں نے اسکا ذکر حضور علیہ السلام کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی کو پکڑ لو۔ اور یہ کلمات سات مرتبہ کہو اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ۔ میں اللہ کی عزت اور قدرت کیساتھ اس چیز کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں جس کو میں پاتا ہوں۔ فرمایا پھر ہاتھ اٹھاؤ، پھر پکڑو اور پھر یہی کلمات پڑھو حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فَاَذْھَبَ اللّٰہُ مَا کَانَ بِیْ تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف کو دور کر دیا۔ کہتے ہیں کہ اب میں اپنے گھر والوں اور دیگر متعلقین کو بتلاتا رہتا ہوں کہ یہ کلمات سیکھ لو۔ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ پڑھو تو اللہ تعالیٰ تکلیف کو دور فرما دے گا۔ یعنی ہر مرتبہ پیشانی پر ہاتھ رکھو اور ان کلمات کو پڑھو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمانؓ کو یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی قوم کے امام ہو جب تم امامت کراؤ تو ہلکی نماز پڑھاؤ کیونکہ پیچھے نماز پڑھنے والے چھوٹے بچے بڑے بوڑھے کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کسی ضرورت کے تحت جلدی جانا ہوتا ہے لہذا

زیادہ لمبی نماز نہ پڑھاؤ بلکہ حتی الامکان اسے مختصر کرو تاکہ سب لوگ نماز باجماعت ادا کر سکیں اور کسی کو پریشانی لاحق نہ ہو۔ یہ عام قانون بھی ہے مَنْ اَمَّ قَوْمًا فَلْيُخَفِّفْ جو شخص نماز کی امامت کرائے اسے چاہیئے کہ ہلکی نماز پڑھائے۔ نیز فرمایا۔ اِذَا صَلَّيْتَ لِنَفْسِكَ فَصَلِّ كَيْفَ شِئْتَ البتہ جب تم اکیلے نماز پڑھو تو پھر جتنی لمبی قرات کرنا چاہو کر سکتے ہو۔ رکوع و سجود کو لمبا کر لو اور دعا بھی جتنی لمبی کرنا چاہو کر لو۔ تاہم امامت کراتے وقت سب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔



ساحر اور چونگی وصول کرنیوالے کی دعا کی عدم قبولیت

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَرَّ عُثْمَانُ بْنُ اَبِی الْعَاصِ عَلٰی کِلَابِ ابْنِ اُمَیَّۃَ وَ ھُوَ جَالِسٌ عَلٰی مَجْلِسِ الْعَاشِرِ بِالْبَصْرَۃِ فَقَالَ مَا یُجْلِسُکَ ھٰھُنَا قَالَ اسْتَعْمَلَنِیْ عَلٰی ھٰذَا الْمَکَانِ یَعْنِیْ زِیَادًا فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ اَلَا اُحَدِّثُکَ حَدِیْثًا سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰی ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۲)

علی ابنِ زید کہتے ہیں کہ طائف کے رہنے والے عثمان ابنِ ابی العاصؓ کا گذر کلاب ابن امیہ پر ہوا جو بصرہ میں چونگی وصول کرنے والوں کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ عثمانؓ کہنے لگے کہ تمہیں اس کرسی پر کس چیز نے بٹھایا ہے یعنی تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ کلاب نے جواب دیا کہ بصرہ کے گورنر ابن زیاد نے مجھے یہ عہدہ دیا ہے تاکہ میں یہاں پر چونگی وصول کروں۔ عثمانؓ کہنے لگے کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سناتا ہوں۔ جو میں نے خود حضور علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام جو اللہ کے خلیفہ تھے۔ وہ رات کے وقت اپنے گھر والوں کو اٹھا کر کہتے تھے کہ داؤد کے گھر والو! قُوْمُوْا فَصَلُّوْا اٹھو اور اٹھ کر نماز تہجد ادا کرو۔ فَاِنَّ ھٰذِہٖ سَاعَۃٌ یَسْتَجِیْبُ اللّٰہُ فِیْھَا کیونکہ یہ رات کی گھڑی ایسی بابرکت گھڑی ہے جس میں اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ سوائے جادوگر کے کہ جب تک وہ اپنے اس فن سے توبہ نہ کرلے یا چونگی وصول کرنے والے کے کہ اسکی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ جادو یا کالا علم یہودیوں سے شروع ہوا اور انہوں نے آگے دوسرے لوگوں کو سکھایا۔ یہ اتنا قبیح عمل ہے کہ جادو کرنے والے کی دعا اللہ تعالیٰ پچھلی رات کی بابرکت گھڑی میں بھی قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح چونگی وصول کرنے والا بھی عام طور پر ظالم آدمی ہوتا

ہے جو ہر جائز یا ناجائز طریقے سے لوگوں کو تنگ کرکے چونگی وصول کرتا ہے۔ رشوت لیکر دولت کماتا ہے، لہٰذا ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

کہتے ہیں کہ جب کلاب ابن امیہ نے حضور علیہ السلام کی یہ حدیث سنی تو فوراً اس کرسی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور گورنر کے پاس جاکر اپنا استعفا پیش کردیا اور کہا کہ میں یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتا، اسے کسی اور آدمی کے سپرد کردو۔ چنانچہ گورنر نے انکا استعفا منظور کرکے انہیں اس فرض سے سبکدوش کردیا۔ کلاب بن امیہ نیک آدمی تھے اور وہ کسی آزمائش میں نہیں پڑنا چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے چونگی وصول کرنے کا کام فوراً چھوڑ دیا۔

* * *

رکوع اور سجود کے درمیان پشت سیدھی کرنا

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ الْحَنَفِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ إِلٰى صَلَاةِ عَبْدٍ لَا يُقِيْمُ فِيْهَا صُلْبَهُ بَيْنَ رُكُوْعِهَا وَسُجُوْدِهَا.

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۲)

صحابی رسول حضرت طلق بن علیؓ یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی نماز کی طرف نظر شفقت سے نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود کے درمیان اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔ دو سجدوں کے درمیان بھی سیدھا ہو کر بیٹھے اور پھر دوسرے سجدے کے لیے جائے۔ اسی طرح جب رکوع سے کھڑا ہو تو اطمینان کے ساتھ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد سجدہ کی طرف جائے۔ یہ چیزیں آداب نماز میں شامل ہیں۔ جو ان آداب کا خیال نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو پسند نہیں کرتا۔

اعضائے مستورہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَتَوَضَّأُ اَحَدُنَا اِذَا مَسَّ ذَكَرَهٗ قَالَ اِنَّمَا هُوَ بُضْعَةٌ مِّنْكَ اَوْ جَسَدِكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۲)

قیس بن طلق اپنے باپ طلق بن علیؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص اپنے برہنہ اعضائے مستورہ کو ہاتھ لگا لے تو کیا اسے دوبارہ وضو کرنا چاہیئے مطلب یہ تھا کہ کیا اعضائے مستورہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مذکورہ عضو بھی تو تمہارے جسم کا حصہ ہی ہے جس طرح دیگر اعضاء ناک، کان وغیرہ کو مس کرنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح اعضائے مستورہ کو بھی ہاتھ لگانے سے کسی شخص کا وضو فاسد نہیں ہوتا۔

بخاری شریف کی روایت میں آتا ہے جسے ابن مسعودؓ نے بیان کیا ہے کہ اگرچہ اعضائے مستورہ کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا مگر ایسی جگہ پر بلا ضرورت ہاتھ لگانا مناسب نہیں ہے تاہم حضرت بُسرہؓ کی روایت میں آتا ہے کہ ایسی جگہ پر ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ اس کی یہ توجیہ بیان کرتے ہیں کہ اگر اعضائے مستورہ کو ہاتھ لگانے سے اس میں رطوبت وغیرہ خارج ہو جائے تو دوبارہ وضو کرنا پڑیگا البتہ محض ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ امام شافعیؒ اور بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ خالی ہاتھ لگانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تاہم اس حدیث کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگرچہ یہ کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے تاہم ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، البتہ بہتر ہے کہ ہاتھ کو دھو لے۔

*

ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں پڑھے جا سکتے

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكُونُ وِتْرَانِ فِي لَيْلَةٍ قَالَ وَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَالَ وَكُلُّكُمْ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ.؟

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۳)

حضرت طلق بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں پڑھے جا سکتے۔ اگر کسی شخص نے ابتدائے شب میں وتر ادا کر لیے ہیں تو وہ آخر شب میں دوبارہ وتر نہ پڑھے کیونکہ دو دفعہ پڑھنے سے وتر طاق نہیں رہیں گے بلکہ جفت ہو جائیں گے جبکہ وتروں کا طاق تعداد میں ہونا ضروری ہے۔

یہی حضرت طلقؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا گیا کہ کیا کوئی شخص ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کو دو کپڑے میسر ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے یعنی دو چادریں یا شلوار قمیض وغیرہ نہ ہوں اور صرف ایک ہی چادر ہو تو اس ایک چادر کو جسم پر لپیٹ کر نماز ادا کی جا سکتی ہے تاہم ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ چادر کے اوپر والے دونوں کنارے گردن کے گرد باندھ لے تاکہ چادر کا کچھ حصہ کندھوں پر بھی آ جائے۔ اور اگر کپڑا چھوٹا ہے اور گردن تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر ناف سے گھٹنوں تک ضرور آ جانا چاہیئے۔ تاہم حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان یہ ہے کہ ایک کپڑے میں نماز بعض ناگزیر حالات میں ہی پڑھی جا سکتی ہے۔ مثلاً دوسرا کپڑا دھونے کے قابل ہے یا کوئی ایسا حادثہ پیش آ گیا ہے کہ فوری طور پر دوسرا کپڑا میسر نہیں ہے تو پھر ایک کپڑے میں بھی نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ وسعت دے دے اور مکمل لباس موجود ہو تو پھر لازمہ

ایک کپڑے میں نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ جب کپڑے موجود ہیں تو قمیص شلوار یا قمیص اور دھوتی کے علاوہ سر پر بھی ٹوپی، عمامہ یا رومال رکھے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (اعراف-۳۱) نماز پڑھتے وقت حتی الامکان زینت اختیار کرو۔ نیز اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا (اعراف-۲۶) اللہ نے تمہارے لیے لباس نازل کیا ہے تاکہ یہ تمہاری پردہ پوشی کرے اور زینت کا باعث بھی ہو۔ جس طرح پرندوں کے پر انکے لیے زینت کا باعث ہوتے ہیں اسی طرح انسان کا لباس اسکے لیے زیب و زینت مہیا کرتا ہے۔ اس کے برخلاف برہنگی عیب ہے۔ ویسے بھی انسان کا ستر دوسروں کے سامنے کھلنا خلافِ فطرت ہے۔

صبح کاذب اور صبح صادق

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ الْفَجْرُ الْمُسْتَطِيلُ فِي الْأُفُقِ وَلٰكِنَّهُ الْمُعْتَرِضُ الْأَحْمَرُ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۳)

قیس بن طلق اپنے باپ طلق بن علیؓ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح صادق وہ نہیں ہوتی جو دم کی طرح جس کی عموداً روشنی پھیلتی ہے اور کبھی نظر آتی ہے اور کبھی نظر نہیں آتی۔ یہ صبح کاذب کہلاتی ہے۔ اور صبح صادق یعنی فجر وہ ہوتی ہے جو ابتداء میں سرخ ہوتی ہے اور پھر کناروں پر پھیل جاتی ہے۔

حضور کے لعابِ دہن والا بابرکت پانی

عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ وَفَدْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وَدَّعْنَا اَمَرَ لِيْ فَاَتَيْتُهُ بِاِدَاوَةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَحَثَا مِنْهَا ثُمَّ مَجَّ فِيْهَا ثَلَاثًا ثُمَّ اَوْكَاهَا ثُمَّ قَالَ اذْهَبْ بِهَا وَانْضَحْ مَسْجِدَ قَوْمِكَ وَاْمُرْهُمْ يَرْفَعُوْا بِرُؤُسِهِمْ اَنْ رَفَعَهَا اللّٰهُ...... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۳)

حضرت طلق بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم وفد کی صورت میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ کچھ لوگ بھی ہونگے۔ کہتے ہیں کہ جب ہم رخصت ہونے لگے تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ پانی کا مشکیزہ لے آؤں۔ کہتے ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پانی والا برتن حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اس برتن میں اپنے منہ مبارک سے تین دفعہ پانی ڈالا اور پھر اسکا منہ رسی سے باندھ دیا۔ فرمایا، اس کو ساتھ لیجاؤ اور یہ پانی اپنی مسجد میں جا کر چھڑک دینا کیونکہ یہ بابرکت پانی ہے اور اس میں آپ کا لعابِ دہن شامل ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضور! شدید گرمی کا موسم ہے اور ہمیں دور دراز کا سفر اختیار کر کے اپنے علاقے میں پہنچنا ہے، لہذا ہو سکتا ہے کہ یہ پانی راستے میں ہی خشک ہو جائے اور ہماری مسجد تک پہنچنے ہی نہ پائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تم محسوس کرو کہ یہ پانی خشک ہو رہا ہے تو اس میں اور ڈال دینا اور اس طرح اس کو اپنے مقام تک لیجانا۔

ایک رات میں ایک دفعہ نماز وتر

عَنْ قَیْسِ بْنِ طَلْقٍ اَنَّ اَبَاهُ طَلْقَ بْنَ عَلِیٍّ اَتَانَا فِیْ رَمَضَانَ وَکَانَ عِنْدَنَا حَتّٰی اَمْسٰی فَصَلّٰی بِنَا الْقِیَامَ فِیْ رَمَضَانَ وَاَوْتَرَ بِنَا ثُمَّ انْحَدَرَ اِلٰی مَسْجِدِ رَیْحَانٍ فَصَلّٰی بِهِمْ حَتّٰی بَقِیَ الْوِتْرُ فَقَدَّمَ رَجُلًا فَاَوْتَرَ بِهِمْ وَقَالَ سَمِعْتُ نَبِیَّ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَةٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۳)

قیس بن طلق کہتے ہیں کہ ہمارے والد طلق ابن علیؓ ہمارے پاس رمضان کے مہینہ میں آئے اور ہمیں نماز پڑھائی۔ پھر ہمیں نماز تراویح بھی پڑھائی اور بعد میں وتر بھی پڑھائے۔ پھر آپ نچلے محلے میں واقع مسجد میں چلے گئے تو ان لوگوں نے بھی خواہش ظاہر کی کہ آپ انکو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ ہمارے والد نے انکو بھی نماز تراویح پڑھائی۔ پھر جب وتر پڑھنے کا موقع آیا تو انہوں نے دوسرے آدمی کو آگے کر دیا اور کہا کہ میں وتر پڑھ چکا ہوں۔ نماز تراویح زیادہ رکعت پڑھ لینے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن ایک رات میں وتر دو دفعہ نہیں پڑھے جا سکتے۔ پھر آپ نے لوگوں کو بتلایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ ایک رات میں دو دفعہ وتر نہیں ہوتے۔ اگر وتر ابتدائی رات میں پڑھ لیے جائیں تو پھر آخر رات میں دوبارہ نہیں پڑھنے چاہئیں۔

رکوع و سجود میں پشت کا سیدھا رکھنا

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيٍّ حَدَّثَهُ اَنَّ اَبَاهُ عَلِيَّ بْنَ شَيْبَانَ حَدَّثَهُ اَنَّهُ خَرَجَ وَافِدًا اِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَصَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَحَ بِمُؤْخَرِ عَيْنَيْهِ اِلَى رَجُلٍ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۳)

حضرت علی بن شیبان رض روایت بیان کرتے ہیں کہ میں وفد کی شکل میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے آپ کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ آپ نے گوشہ چشم سے دیکھا کہ ایک شخص رکوع و سجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کر رہا تھا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! لَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَا يُقِيْمُ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ۔ جو شخص اپنی پشت رکوع اور سجدہ میں سیدھی نہیں رکھتا اس کی نماز مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ نماز بے جان ہوتی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص روزہ رکھ کر غیبت کرے تو اس کا روزہ بے جان ہوتا ہے اگرچہ ٹوٹتا نہیں۔ صحیح روایات میں حضور علیہ السلام کی یہ خصوصیت بھی آئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پیچھے نماز پڑھنے والو یہ خیال نہ کرو کہ میں صرف سامنے کی طرف دیکھتا ہوں بلکہ جب تم نماز پڑھ رہے ہوتے ہو تو میں پیچھے کی طرف بھی دیکھتا ہوں، لہٰذا تم نماز میں کسی قسم کی خرابی نہ کیا کرو۔ صف درست رکھو اور رکوع و سجود، جلسہ قعدہ بھی ٹھیک طریقے سے ادا کرو۔ اس حدیث میں بھی اسی بات کی تلقین کی گئی ہے کہ اپنا رکوع سجود صحیح ادا کرو۔

حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہے۔ جب وہ

شخص نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نماز دوبارہ پڑھو کیونکہ لَا صَلَاۃَ لِرَجُلٍ فَرْدٍ خَلْفَ الصَّفِّ. صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہونے والا آدمی کی نماز نہیں ہوتی اس لیے محدثین اور فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اکیلا رہ جائے تو آخری صف کے کنارے سے ایک آدمی کو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کرلے تاکہ نماز مکروہ نہ ہو۔ درمیان سے آدمی کھینچنے سے صف میں خلل واقع ہوتا ہے لہٰذا ایسا نہ کرے۔

تشہد میں رفع سبابہ

عَنْ رَجُلٍ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ قَالَ صَلَّیْتُ فِیْ مَسْجِدِ بَنِیْ غِفَارٍ فَلَمَّا جَلَسْتُ فِیْ صَلَاتِیْ اِفْتَرَشْتُ فَخِذِیَ الْیُسْرٰی وَ نَصَبْتُ السَّبَابَۃَ قَالَ فَرَاٰنِیْ خِفَافُ بْنُ اِیْمَاءِ بْنِ رَحْضَۃَ الْغِفَارِیُّ وَ کَانَتْ لَہٗ صُحْبَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَنَا اَصْنَعُ ذٰلِکَ .... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۵۷)

مدینہ کا ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے مسجد بنی غفار میں نماز ادا کی۔ پھر جب میں تشہد کے لیے بیٹھا تو میں نے اپنی دائیں ران پر انگشتِ شہادت کو اٹھایا۔ میرا یہ عمل حضور علیہ السلام کے ایک صحابی خفاف ابن ایمار ابن رحضہ رض غفاری نے دیکھا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو صحابی رسول مجھ سے کہنے لگے اے بیٹا! تم نے یہ انگلی کیوں اٹھائی۔ میں نے کہا کہ دوسرے لوگ نماز پڑھتے وقت ایسا کرتے ہیں تو میں نے بھی یہ انگلی اٹھائی ہے حضور علیہ السلام کے اس صحابی نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے یعنی آپ بھی تشہد میں یہ انگلی اٹھاتے تھے۔ پھر مشرک لوگ اعتراض کرتے تھے اور کہتے تھے۔ اِنَّمَا یَصْنَعُ ھٰذَا مُحَمَّدٌ بِاِصْبَعِہٖ یَسْحَرُھَا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ انگلی اٹھا کر جادو کرتے ہیں مگر صحابی کہتے ہیں کہ مشرک جھوٹے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام انگشت شہادت اٹھا کر اللہ کی توحید کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ جب تم اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہو تو انگلی اٹھاؤ۔ اس سلسلہ میں چھ سات احادیث آئی ہیں۔ گویا رفع سبابہ مسنون عمل ہے۔ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ رفع سبابہ شیطان پر ہتھوڑا پڑنے سے زیادہ گراں گزرتا ہے۔ یہ اللہ کی

وحدانیت کی طرف اشارہ ہے بعض تو اسکو آخر تک کھڑا ہی رکھتے ہیں اور یہ بھی درست ہے۔ تاہم اکثر احناف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ کہتے وقت انگلی اٹھاتے ہیں اور اِلَّا اللّٰہُ کہتے وقت نیچے گرا دیتے ہیں۔ اس میں نفی اور اثبات دونوں چیزیں آجاتی ہیں۔ ہاں انگلی اٹھانے کے بعد ہاتھ کو اسی طرح بند رہنے دینا چاہیئے یعنی اسکو دوبارہ کھولنا نہیں چاہیئے تاکہ نماز میں حرکت کم سے کم رہے۔



وحشت دور کرنے کا نسخہ

عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ وَلِيْدٍ اَنَّهٗ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَجِدُ وَحْشَةً قَالَ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجِعَكَ فَقُلْ اَعُوْذُ بِكَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّآمَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّكَ وَ بِالْحَرِيِّ اَنْ لَّا يَقْرُبَكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۵۷)

اس حدیث کے راوی ولید ابن مغیرہ کے بیٹے ولیدؓ ہیں مغیرہ کے دس بیٹے تھے جن کا ذکر اشارۃً سورۃ القلم میں موجود ہے۔ وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا۔ جب یہ سارے بھائی کسی مجلس میں آتے تھے تو مجلس پُر ہو جاتی تھی اور بڑی رونق ہوتی تھی۔ ان دس بھائیوں میں سے چار بھائی اسلام لائے اور باقی چھ کفر پر ہی گئے۔ ولید ابن مغیرہ خود بدترین مشرکوں میں سے تھا بڑا دولت مند تھا اور ابوجہل، عتبہ، شیبہ کی طرح مکے کے سرغنوں میں شمار ہوتا تھا یہ خود جہاں گشت بھی تھا کہتے ہیں کہ اس کی تجارت میں ایک لاکھ دینار گردش میں رہتے تھے اس کے پاس ہزاروں کی تعداد میں بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے۔ بہت سے غلام اور لونڈیاں اسکے کارندے تھے جو یمن، شام اور دوسرے علاقوں میں تجارت کے لیے جاتے تھے۔ انہی دس بیٹوں میں خالد ابن ولیدؓ بھی ہیں جنکو حضور علیہ السلام نے سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ کا خطاب دیا یعنی آپ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے۔ اسلام کے بہت بڑے جرنیل تھے اسکے علاوہ اللہ کے بڑے مطیع اور فرمانبردار تھے انہوں نے اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں وقف کر دی تھی۔

یہ ولید ابن ولیدؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اکثر وحشت ہوتی ہے یعنی بے چینی رہتی ہے۔ طبیعت میں سکون نہیں پیدا ہوتا تو آپ

نے فرمایا جب تم سونے کے لیے بستر پر جاؤ تو یہ کلمات پڑھ لیا کرو۔ اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ
اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ
ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔ میں اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ
کے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں۔ اللہ کے غضب اس کی سزا، اسکے بندوں کے شر اور شیاطین کی چھیڑ چھاڑ
سے اور اس بات سے کہ وہ حاضر ہو کر وسوسہ اندازی کریں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ کلمات
پڑھ لیا کرو گے تو کچھ نقصان نہیں ہوگا اور شیاطین تمہارے قریب نہیں آئیں گے اور تمہاری
وحشت دور ہو جائے گی۔



حضرت ربیعہ اسلمیؓ کے نکاح کا واقعہ

عَنْ رَبِیْعَۃَ الْاَسْلَمِیِّ قَالَ کُنْتُ اَخْدِمُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَبِیْعَۃُ اَلَا تَزَوَّجُ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اُرِیْدُ اَنْ اَتَزَوَّجَ مَا عِنْدِیْ مَا یُقِیْمُ الْمَرْأَۃَ وَمَا اُحِبُّ اَنْ یَّشْغَلَنِیْ عَنْکَ شَیْئٌ....... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۵۸)

حضور علیہ السلام کے صحابی ربیعہ بن کعب اسلمیؓ اصحاب صفہ میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی سفر وحضر میں خدمت کیا کرتا تھا۔ میں رات کو حضور علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھ کر آپ کے کسی ممکنہ حکم کا منتظر رہتا تھا اور اگر آپ سفر پر ہوتے تو میں خیمے کے باہر بیٹھ کر یہ خدمت انجام دیتا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں رات کے وقت کافی دیر تک حضور علیہ السلام کی زبان مبارک سے سبحان اللہ، سبحان اللہ کی تسبیح سنتا رہتا تھا۔ آپ الحمدللہ کا ورد بھی کرتے تھے۔ آگے مفصل روایت ہے جس میں بہت سی معلومات آگئی ہیں۔

حضرت ربیعہ اسلمیؓ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد کافی دیر تک زندہ رہے اور پھر ان کی وفات ۶۳ھ میں ہوئی۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک موقع پر مجھ سے فرمایا، ربیعہ! تم نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول! بخدا میں تو نکاح کا ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ ایک تو میں نادار آدمی ہوں اور میرے پاس اس قدر سامان ہی نہیں ہے جو کسی عورت کے لیے کافی ہو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ نکاح کرنے کے بعد میں آپ کی خدمت کرنے سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام میرا یہ جواب سن کر اس وقت تو خاموش رہے پھر جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے مجھ سے پھر فرمایا، ربیعہ! تم نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ کہتے ہیں کہ میں نے پھر وہی جواب دیا کہ حضور! میرے پاس کوئی سامان نہیں ہے۔

جو ازدواجی زندگی کے لیے ضروری ہے، نیز نکاح کرنے کے بعد آپکی خدمت کرنے سے فارغی کا احساس بھی دامن گیر ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے سوچا کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی۔ کہ تم نکاح کیوں نہیں کرتے؟ چنانچہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں ارادہ کرلیا کہ اگر اب کی دفعہ حضور علیہ السلام نے مجھ سے نکاح کے متعلق بات کی تو میں نفی میں جواب نہیں دونگا۔ پھر جب اگلے دن حضور علیہ السلام نے کہا کہ ربیعہ! تم نکاح کیوں نہیں کرتے تو میں نے عرض کیا حضور! کیوں نہیں میں تو نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں آپ جو مناسب سمجھتے ہیں حکم دیں میں تعمیل کرونگا۔ فَقَالَ اِنْطَلِقْ اِلٰی اٰلِ فُلَانٍ حَیٍّ مِنَ الْاَنْصَارِ آپ نے فرمایا انصار کے فلاں خاندان میں جاؤ۔ دراصل وہ خاندان حضور سے کچھ زیادہ میل جول نہیں رکھتا تھا اور اسکے لوگ حضور علیہ السلام کے زیادہ قریب نہیں آتے تھے۔ آپ نے فرمایا ربیعہ! اس خاندان میں جاؤ اور جاکر کہو کہ مجھے حضور علیہ السلام نے بھیجا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کردو۔

حضرت ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اس انصار کے خاندان میں گیا اور ان سے کہا کہ مجھے حضور علیہ السلام نے تمہاری طرف بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ کردو۔ یہ پیغام پاکر اس خاندان کے لوگوں نے کہا مَرْحَبًا بِرَسُوْلِ اللّٰہِ وَ بِرَسُوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اللہ کے رسول اور آپکے فرستادہ کے لیے خوش آمدید۔ ہمارے لیے یہ امر باعث مسرت ہے کہ اللہ کے رسول نے ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجا ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ تمہیں تمہارا مقصد حاصل ہوئے بغیر واپس نہیں لوٹایا جائیگا۔ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے میرا نکاح اس عورت کیساتھ کرادیا اور میرے ساتھ بڑی نرمی سے پیش آئے۔ انہوں نے مجھ سے نہ کوئی گواہ طلب کئے نہ مہر کا مطالبہ کیا اور نہ ہی کسی اور چیز کی خواہش کی۔

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ اسکے بعد میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں واپس پہنچا تو غمگین تھا آپ نے پوچھا ربیعہ کیا بات ہے، تم غمگین کیوں ہو؟ عرض کیا حضور! آپکے فرمان کے مطابق میں فلاں خاندان میں گیا۔ وہ بڑے شریف لوگ ہیں۔ آپکے حکم کے مطابق ان لوگوں نے میرا

نکاح کرا دیا ہے اور بڑی عزت اور نرمی سے پیش آئے ہیں۔ انہوں نے تو مجھ سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ تاہم مجھے افسوس یہ ہے کہ میرے پاس مہر ادا کرنے کے لیے بھی رقم نہیں ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اسی خاندان کے ایک شخص بریدہ اسلمیؓ سے فرمایا کہ اپنے دوست احباب کے ذریعے ربیعہؓ کے لیے کچھ رقم جمع کرلو۔ بریدہؓ نے تعمیل حکم کی اور کچھ رقم جمع کر لی جس کی مقدار ایک تولہ سونے یعنی پانچ درہم کے برابر تھی۔ ایک درہم ساڑھے تین ماشے کا ہوتا ہے۔ بریدہؓ یہ رقم لیکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے وہ رقم مجھے دے دی اور فرمایا کہ اس رقم سے مہر ادا کر دو۔ کہتے ہیں کہ جب میں وہ رقم لیکر اس خاندان کے لوگوں کے پاس گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی بہت ہے اور بڑی پاکیزہ رقم ہے پھر میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپس حاضر ہو کر عرض کیا، حضور! ان لوگوں نے تو میری عزت ہی کی ہے اور وہ قلیل مہر بھی بخوشی قبول کیا ہے۔ انہوں نے مجھ پر یہ بڑا احسان کیا ہے کہ تھوڑی رقم کو بھی زیادہ اور پاکیزہ کہا ہے۔

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے پھر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ میں تو ولیمہ کرنے کی استطاعت بھی نہیں ہے۔ آپ نے پھر حضرت بریدہؓ سے فرمایا کہ میرے لیے ایک بکری کا انتظام کریں۔ انہوں نے ایک مینڈھا حاضر کر دیا۔ پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس جاکر میرا پیغام دو۔ کہ جو کچھ ان کے پاس جو رکھے ہیں وہ دے دو۔ میں نے ام المومنینؓ کو پیغام دیا تو انہوں نے جو کے وہ دانے دے دیئے۔ میں نے وہ بھی لاکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں یعنی مینڈھا اور اناج لیجاؤ۔ جو پیس کر آٹا بناؤ اور اس سے روٹیاں تیار کرو۔ اور مینڈھے کو ذبح کر کے گوشت پکاؤ اور یہی تمہاری طرف سے ولیمہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ جب میں یہ چیزیں لیکر سسرال کے ہاں پہنچا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ کافی ہے۔ اناج ہم پیس لیتے ہیں اور مینڈھے کو تم ذبح کر لو۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور اس طرح گوشت روٹی کا کھانا تیار ہو گیا۔ یہ ولیمہ تھا جس کے لیے لوگوں کو دعوت دی گئی اور اس میں حضور علیہ السلام کو بھی شریک کیا گیا۔

ربیعہؓ کا نکاح اس خاندان میں کرانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ خاندان حضور علیہ السلام کے قریب

آجائے کیونکہ وہ ذرا پیچھے پیچھے رہتے تھے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنے ایک خادم کا نکاح کر کے اس خاندان کو اپنے قریب کر لیا۔ حضور علیہ السلام کی خود متعدد ازواج سے نکاح کرنے میں بھی یہی مصلحت تھی کہ جن جن خاندانوں میں نکاح ہو گا وہ قریب آئیں گے اور اسلام کی اشاعت میں اضافہ ہو گا۔ بعض خاندانوں کیساتھ دشمنی تھی جو نکاح کی وجہ سے ختم ہو گئی اور بعض خاندانوں کی جہالت دور ہو گئی۔ عیسائی اور یہودی حضور علیہ السلام کے متعدد نکاحوں پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ آپ نے ایسا بڑھاپے میں اللہ کے حکم کے مطابق کیا مقصد یہی تھا کہ جن خاندانوں کے ساتھ تعلق قائم ہو گا، اُن میں اسلام کی اشاعت ہو گی۔ بعض قبائل کے ساتھ دشمنی تھی جو ان نکاحوں کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ تمام امہات المومنینؓ علم سے لبریز تھیں اور انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی۔

حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں کو کچھ فتوحات حاصل ہو گئیں تو حضور علیہ السلام نے مجھے کچھ زمین بھی عطا فرمائی۔ میری اور حضرت ابو بکرؓ کی زمین ساتھ ساتھ تھی۔ کھجور کا ایک درخت تھا جو میں اپنی زمین میں سمجھتا تھا اور حضرت صدیقؓ اسے اپنی زمین میں سمجھتے تھے۔ اسی بات پر ہمارا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ اس دوران میں حضرت صدیقؓ نے کوئی تیز لفظ کہہ دیا۔ مگر بعد میں خود ہی نادم ہو گئے اور مجھ سے معذرت کی کہ میں نے تمہیں یہ لفظ کہہ دیا ہے جو نہیں کہنا چاہیئے تھا۔ پھر کہنے لگے کہ تم بھی مجھے یہی لفظ کہہ دو۔ تاکہ معاملہ برابر برابر ہو جائے مگر میں نے انکار کر دیا کہ میں تو یہ لفظ استعمال کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں وہ اصرار کرتے رہے اور میں برابر انکار کرتا رہا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ اگر تم مجھے یہ لفظ نہیں کہو گے تو میں تمہارے خلاف حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں دعوی دائر کر دونگا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اٹھ کر چل دیئے حضرت ربیعہؓ بھی پیچھے چلے تو انکے خاندان کے لوگ بھی ان کی حمایت میں اُن کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت ربیعہؓ نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو تو وہ کہنے لگے کہ تمہاری حمایت میں آتے ہیں۔ مگر حضرت ربیعہؓ نے اُنکو روک دیا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ابو بکر صدیقؓ کون شخص ہیں جن کی مخالفت میں تم نکلے ہو؟ پھر خود ہی کہا کہ یہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ یہ دو میں سے دوسرے ہیں جبکہ یہ غارِ ثور میں پناہ گزین تھے۔

وَ هٰذَا ذُوْ شَيْبَةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اور یہ مسلمانوں میں معمر آدمی ہیں۔ ان کے بال ہی اسلام کے راستے میں سفید ہوتے ہیں۔ اور انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ تم ان کے خلاف میری مدد کرنا چاہتے ہو۔ یاد رکھو! اگر ابوبکر صدیقؓ ناراض ہو گئے تو وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے۔ شکایت کریں گے تو حضور علیہ السلام ناراض ہو جائیں گے اور اگر ایسا ہوا فَیَغْضَبُ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ تو اللہ تعالٰے ناراض ہو جائیگا اور میں تباہ ہو جاؤنگا۔ چنانچہ حضرت ربیعہؓ کی قوم کے لوگوں نے پوچھا پھر تم کیا چاہتے ہو تو حضرت ربیعہؓ نے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ میں اس معاملہ میں خود نبٹ لونگا۔

اس سلسلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ربیعہؓ بھی آپکے پاس پہنچ گئے۔ حضرت صدیقؓ نے سارا واقعہ بیان کیا تو حضور علیہ السلام نے اپنا سر مبارک میری طرف اٹھایا اور کہا ربیعہؓ اور صدیق تم کو کیا ہو گیا ہے میں نے عرض کیا، اللہ کے رسول واقعہ ایسا ہوا ہے کہ حضرت صدیقؓ نے مجھے ایک تلخ کلمہ کہا مگر پھر خود ہی نادم ہو گئے آپ نے پوچھا، تم نے اس کلمہ کے متعلق کیا کہا تو میں نے عرض کیا کہ میں تو حضرت صدیقؓ کے متعلق ایسا کلمہ نہیں کہونگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک ہے تم وہ کلمہ نہ دہرانا بلکہ اس کی بجائے یوں کہو غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَا بَکْرٍ۔ اے ابوبکرؓ اللہ تعالٰے تمہیں معاف فرمائے۔ یہ فیصلہ سن کر حضرت صدیقؓ وہاں سے اٹھ کر اس حالت میں چلے گئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ ایک تلخ کلام کر کے وہ اس قدر نادم ہوئے۔ اُدھر حضرت ربیعہؓ بھی بڑے سمجھدار تھے جنہوں نے جواباً آپکے حق میں وہ کلمہ نہیں کہا اور نہ ہی حضور علیہ السلام نے اس کی اجازت دی بلکہ اس کے بجائے حضرت صدیقؓ کے حق میں دعا کرنے کے لیے کہا۔

حضور علیہ السلام سے حضرت ربیعہؓ کا سوال

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَخْدِمُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ اَقُوْمُ لَهٗ فِيْ حَوَائِجِهٖ نَهَارِيْ اَجْمَعَ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْاٰخِرَةَ فَاَجْلِسَ بِبَابِهٖ اِذَا دَخَلَ بَيْتَهٗ...... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۵۹)

حضرت ربیعہ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ کے لیے ضرورت کی چیزیں مہیا کرتا۔ میں دن بھر آپکی کسی نہ کسی خدمت کے لیے منتظر رہتا یہاں تک کہ آپ عشاء کی نماز پڑھ لیتے۔ پھر جب آپ گھر میں تشریف لے جاتے تو میں آپ کے دروازے کے پاس بیٹھ جاتا تاکہ اگر حضور علیہ السلام کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں مہیا کردو۔ کہتے ہیں کہ میں اکثر سنتا رہتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ، سبحان اللہ سبحان اللہ وبحمدہٖ۔ کی تسبیح کرتے رہتے تھے۔ پھر میں صفہ پر واپس لوٹ جاتا تھا اور اگر نیند کا غلبہ ہوتا تو وہیں دروازے کے پاس ہی لیٹ جاتا۔

جب حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ میں آپ کی خدمت کرنے میں بڑا مستعد ہوں اور آپ کا حکم بخوشی بجالاتا ہوں تو ایک دن فرمایا سَلْنِيْ يَا رَبِيْعَةُ اُعْطِكَ۔ اے ربیعہ کچھ سوال کرو تاکہ میں اسکو پورا کردوں۔ کہتے ہیں کہ اس وقت تو میں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ عرض کیا۔ اُنْظُرُ فِيْ اَمْرِيْ۔ حضور! میں اپنے معاملہ میں ذرا انتظار کرونگا۔ میں اپنی خواہش کا اظہار سوچ کر کرونگا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ سوچ لو۔ ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا اور معلوم کرلیا۔ کہ یہ دنیا تو مُنْقَطِعَةٌ وَ زَائِلَةٌ بہرحال منقطع اور زائل ہوجانے والی ہے وَ اِنَّ لِيْ فِيْهَا رِزْقًا سَيَكْفِيْنِيْ وَ يَاْتِيْنِيْ۔ اور دنیا میں جو روزی میرے لیے مقرر ہے وہ مجھے ضرور ملے گی۔ کیونکہ اللہ نے ہر جان کے لیے اس کا

رزق مقرر کر دیا ہے جب تک کوئی جاندار اپنی روزی کو پورا نہ کر لے اس پر موت طاری نہیں ہوتی یہی حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے کہ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا۔ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے اِنَّ رِزْقًا لَيَطْلُبُ الْإِنْسَانَ كَمَا يَطْلُبُ اَجَلُهٗ۔ روزی انسان کو بالکل اسی طرح تلاش کرتی ہے جس طرح موت اس کی تلاش میں رہتی ہے۔ بہرحال حضرت ربیعہؓ نے یہی سوچا کہ مجھے حضور علیہ السلام سے روزی کی بجائے آخرت کے متعلق سوال کرنا چاہیئے۔ فَاِنَّهٗ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ بِالْمَنْزِلِ الَّذِیْ هُوَ بِهٖ۔ کیونکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرتبہ جلیلہ پر فائز ہیں لہٰذا آپ سے آخرت کے متعلق سوال کرنا ہی بہتر ہے۔ پھر میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا مَا فَعَلْتَ یَا رَبِیْعَةُ۔ اے ربیعہ! تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اَسْئَلُكَ اَنْ تَشْفَعَ لِیْ اِلٰی رَبِّكَ فَيُعْتِقَنِیْ مِنَ النَّارِ۔ حضور میں آپ سے یہی سوال کرتا ہوں کہ آپ میرے حق میں اپنے پروردگار کے سامنے سفارش کریں کہ وہ مجھے دوزخ سے ہمیشہ کے لیے رہا کر دے۔ مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت ربیعہؓ نے عرض کیا کہ حضور! مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے، میرا یہی سوال ہے۔

مسلم ہی کی روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ربیعہؓ اس کے علاوہ کوئی اور سوال کرو تو حضرت ربیعہؓ نے اسی سوال پر اصرار کیا کہ جب آپ نے خود سوال کرنے کی اجازت دی ہے تو میری عرض یہ ہے کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ تاہم اس روایت میں ہے کہ آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اللہ رب العزت کے روبرو دوزخ سے رہائی کے لیے میری سفارش کریں۔ اس روایت میں آمدہ لفظ اَعْطِكَ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں براہ راست مطلوبہ چیز عطا کر دونگا بلکہ یہ مطلب ہے کہ میں تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا تو وہ تمہیں تمہاری مطلوبہ چیز دے دیگا۔ بعض لوگ اس لفظ کے غلط معنیٰ کرتے ہیں کہ ہر چیز حضور علیہ السلام کے اختیار میں ہے اور آپ جس کو جتنا چاہیں عطا کر دیں۔ یہ معنیٰ درست نہیں ہے۔ بلکہ

اَنْ تَشْفَعَ کا لفظ بتلا رہا ہے کہ حضور علیہ السلام کی حیثیت سفارش کنندہ کی ہے جب کہ عطا کرنے والا خدا تعالیٰ ہے۔

جب حضور علیہ السلام نے حضرت ربیعہؓ کا مطالبہ سنا تو پوچھا مَنْ اَمَرَكَ بِهٰذَا يَا رَبِيْعَةُ۔ اے ربیعہؓ! تجھے اس چیز کے مطالبے کا کس نے مشورہ دیا؟ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا لَا وَاللّٰهِ الَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا اَمَرَنِيْ بِهٖ اَحَدٌ۔ اس ذات کی قسم جس نے آپکو نبی برحق بنا کر بھیجا مجھے اس بات کا مشورہ کسی نے نہیں دیا۔ مگر جب آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ سوال کرو کیا چاہتے ہو۔ تو میں نے یہی سوچا کہ خدا کے ہاں آپکا مرتبہ یقیناً وہ ہے جو اللہ نے آپکو دیا ہے اور میں نے جان لیا کہ دنیا اور اسکا مال ومتاع تو بالآخر منقطع اور زائل ہونے والا ہے اور جو روزی میرے لیے مقرر ہے وہ مجھے مل کر ہی رہے گی تو میں آپ سے آخرت کے بارے میں کیوں نہ سوال کروں؟ لہٰذا میں آپ سے یہی درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے لیے اپنے پروردگار سے دوزخ سے رہائی کی سفارش کر دیں۔

حضرت ربیعہؓ کی زبان سے یہ بات سن کر فَصَمَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَوِيْلاً۔ حضور علیہ السلام کافی دیر تک خاموش رہے اور پھر مجھ سے فرمایا اِنِّیْ فَاعِلٌ۔ اچھا میں ایسا ہی کرونگا یعنی اپنے پروردگار سے تمہارے حق میں سفارش کرونگا۔ مگر ایک کام تم بھی کرو فَاَعِنِّيْ عَلٰى نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ۔ کہ اپنے نفس کے خلاف اس معاملہ میں زیادہ نماز پڑھ کر میری مدد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کثرت سے نماز پڑھو گے تو کثرت سے سجدے بھی کرو گے اس سے تمہارا نفس کمزور ہوگا اور تمہیں روحانیت حاصل ہوگی۔ اس طرح تم میری مدد کرو گے کہ میں اللہ کی بارگاہ میں دوزخ سے رہائی اور اپنی رفاقت کے لیے تمہارے حق میں سفارش کرسکوں۔

سورۃ کافرون اور اخلاص کے فضائل

عَنْ شَیْخٍ اَدْرَکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفَرٍ فَمَرَّ بِرَجُلٍ یَقْرَأُ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ قَالَ اَمَّا ھٰذَا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ الشِّرْکِ۔۔۔۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کیساتھ سفر میں تھا جبکہ آپ کا گزر ایک ایسے شخص پر ہوا جو سورۃ الکافرون کی تلاوت کر رہا تھا۔ آپ نے اس کی تلاوت سن کر فرمایا کہ یہ شخص شرک سے بری ہوگیا پھر آپ ایک دوسرے شخص سے ملے جو سورۃ اخلاص کی تلاوت کر رہا تھا۔ آپ نے اس کے متعلق فرمایا۔ بِھَا وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ کہ اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا قَدْ غُفِرَ لَہٗ اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف کردیا۔ بہر حال یہ ایسی بابرکت سورتیں ہیں کہ جو شخص حسن عقیدت اور اخلاص کے ساتھ ان کی تلاوت کریگا۔ وہ یقیناً کفر اور شرک سے بری ہو گیا اور اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جو شخص دائیں کروٹ لیٹ کر سورۃ فاتحہ اور سورۃ کافرون کی تلاوت کرے گا اسے ہر چیز سے امن حاصل ہوجائے گا۔ سوائے موت کے۔ سورۃ اخلاص کے بارے میں بھی ایسا ہی ذکر آتا ہے یہ مختصر سی سورتیں ہیں جن میں توحید کا اثبات اور کفر و شرک کی تردید

ہے۔ ان کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ان سورتوں کے فضائل میں یہ بھی آتا ہے کہ سورۃ کافرون ۔ کی تلاوت ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے۔ جب کہ سورۃ اخلاص کی تلاوت ایک تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے۔

شرکیہ افعال کی جگہ پر جانور ذبح کرنے کی ممانعت

عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اِبْنَةِ كَرْدَمَةَ عَنْ اَبِيْهَا اَنَّهُ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ ثَلَاثَةً مِنْ اِبِلِيْ فَقَالَ اِنْ كَانَ عَلٰى جَمْعٍ مِنْ جَمْعِ الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ عَلٰى عِيْدٍ مِّنْ اَعْيَادِ الْجَاهِلِيَّةِ اَوْ عَلٰى وَثَنٍ فَلَا وَ اِنْ كَانَ عَلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ فَاقْضِ نَذْرَكَ ... الحديث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

عمرو بن شعیب ایک خاتون کردمہ کی بیٹی سے نقل کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے فلاں مقام پر تین اونٹ نحر کرنے کی منت مانی ہے تو کیا میں اس نذر کو پورا کروں ؟ آپ نے فرمایا کہ جس جگہ پر اونٹ ذبح کرنے کی تم نے نذر مانی ہے کیا جاہلیت کے زمانہ میں لوگ وہاں جمع ہوتے تھے ، یا وہاں کوئی میلہ لگتا تھا ۔ یا کسی زمانے میں وہاں کوئی بت ہوا کرتا تھا ؟ فرمایا اگر وہاں اس قسم کی کوئی چیز پائی جاتی تھی تو پھر وہاں پر اونٹ نحر نہ کرنا ۔ اور اگر ایسی کوئی چیز نہیں تھی تو تم اپنی نذر پوری کر سکتے ہو ۔ اس حدیث کے مطابق قبروں پر جانور ذبح کرنا بھی درست نہیں ہے اسی طرح جہاں شرک کی کوئی رسم ادا کی جاتی ہو یا ایسا کوئی میلہ لگتا ہو تو وہاں پر بھی جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا شرک کی مد میں آئے گا ۔

نمازی کے آگے سے گزرنے کی سخت ممانعت

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ نَمْرَانَ قَالَ لَقِيْتُ رَجُلًا مُقْعَدًا شَوَالًا فَسَأَلْتُهُ قَالَ مَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اَتَانٍ اَوْ حِمَارٍ فَقَالَ قَطَعَ عَلَيْنَا صَلَاتَنَا قَطَعَ اللّٰهُ اَثَرَهُ فَاَقْعَدَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

یزید ابن نمران بیان کرتے ہیں کہ میں ایک ایسے شخص سے ملا جو پاؤں سے نہیں چل سکتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو وہ شخص کہنے لگا کہ ایسا میری غلطی کی وجہ سے ہوا۔ ابوداؤد شریف کی روایت میں آتا ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر یہ واقعہ پیش آیا۔ اس شخص نے بتایا کہ حضور علیہ السلام کسی مقام پر نماز پڑھ رہے تھے کہ میں گدھے پر سوار آگے سے گزر گیا۔ اس سے حضور علیہ السلام کو بہت تکلیف ہوئی اور آپ نے فرمایا اس شخص نے ہماری نماز کو قطع کیا ہے خدا اس کے پاؤں کو کاٹ دے۔ چنانچہ اس وقت سے مجھ پر یہ عذاب آیا ہوا ہے کہ میں چل پھر نہیں سکتا۔ اسی لیے نمازی کے آگے سے گزرنے کی سخت ممانعت آئی ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا گناہ ہے تو چالیس سال تک نماز ختم ہونے کا انتظار کرلے مگر آگے سے نہ گزرے۔ بہرحال اس شخص نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ اسے نمازی کے آگے سے گزرنے کی کتنی سزا ملی۔

زبان پر عدم کنٹرول کا صلہ

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ أُمِّهِ ابْنَةِ أَبِي الْحَكَمِ الْغِفَارِيِّ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَدْنُو مِنَ الْجَنَّةِ حَتَّى يَكُونَ مَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَهَا قِيدُ ذِرَاعٍ فَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ فَيَتَبَاعَدُ مِنْهَا أَبْعَدَ مِنْ صَنْعَاءَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

سلیمان ابن سحیم اپنی والدہ سے روایت بیان کرتے ہیں جو کہ حضور علیہ السلام کی صحابیہؓ ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ بیشک آدمی نیکیاں کر کے جنت کے قریب پہنچ جاتا ہے حتیٰ کہ جنت اور اسکے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے۔ پھر وہ اپنی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکالتا ہے جو اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے اور پھر وہ شخص جنت سے صنعا تک سینکڑوں میل کی دوری پر چلا جاتا ہے۔ دوسری روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی زبان کو احتیاط سے استعمال نہیں کرتا تو زبان کی کاٹی ہوئی چیزیں اسے اوندھے منہ جہنم میں گرا دیتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی زبان قابو میں رکھنی چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے نکلی ہوئی کوئی بات اسے اللہ کی رحمت سے دور کر دے۔

پڑوسن کو حقیر جاننے کی ممانعت

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُعَاذٍ الْاَشْهَلِيِّ عَنْ جَدَّتِهٖ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُؤْمِنَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ اِحْدَاكُنَّ لِجَارَتِهَا وَلَوْ كُرَاعَ شَاةٍ مُحْرَقٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

عمرو بن معاذ اشہلی اپنی دادی صاحبہ سے روایت نقل کرتے ہیں جو کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ ہیں کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے ایمان دار عورتو! تم میں سے کوئی بھی اپنی پڑوسن کے لیے کسی چیز کو حقیر خیال نہ کرے اگرچہ وہ بکری کا جلا ہوا پایہ ہی کیوں نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری عورت کتنی بھی کم حیثیت کی مالکہ ہو، اسکو حقارت کی نظر سے مت دیکھو، بلکہ اگر کوئی پڑوسن محتاج ہے تو اسکا خیال رکھو اور ضروریات زندگی کی تکمیل میں حتی الامکان اس کی مدد کرے۔

دورانِ طواف کلام

عَنْ طَاؤسٍ عَنْ رَجُلٍ اَدْرَكَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الطَّوَافُ صَلَاةٌ فَاِذَا طُفْتُمْ فَاَقِلُّوا الْكَلَامَ وَ لَمْ يَرْفَعْهُ ابْنُ بَكْرٍ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴)

حضرت امام طاؤسؒ ذکر کرتے ہیں کہ میرے سامنے اس شخص نے ذکر کیا جس نے حضور علیہ السلام کا زمانہ پایا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ طواف نماز کی طرح ہے۔ جس طرح نماز اللہ کے لیے ہے اسی طرح طواف بھی اللہ تعالےٰ کے لیے ہوتا ہے اور یہ خانہ کعبہ کے ساتھ مخصوص ہے کسی دوسری جگہ طواف نہیں ہو سکتا۔ ایک روایت میں حضور علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ نماز کے دوران تم کلام نہیں کر سکتے۔ البتہ طواف میں کلام کرنے کی اجازت ہے تاہم کوئی غلط کلام نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر اشد ضرورت پڑ جائے تو صحیح کلام ہی کرنا چاہیئے۔ یہاں اس روایت میں بھی یہی فرمایا۔ فَاَقِلُّوا الْكَلَامَ بات چیت کم از کم کرنی چاہیئے۔ دورانِ طواف اللہ تعالیٰ کا ذکر اور دعا ہی کرنی چاہیئے۔ زائد کلام ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔

حضور علیہ السلام کا وعظ حسنہ

عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِیْ یَرْبُوْع قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُہٗ وَ ھُوَ یُکَلِّمُ النَّاسَ یَقُوْلُ یَدُ الْمُعْطِی الْعُلْیَا اُمَّکَ وَ اَبَاکَ وَ اُخْتَکَ وَ اَخَاکَ ثُمَّ اَدْنَاکَ فَاَدْنَاکَ ۔۔۔۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۴-۶۵)

قبیلہ بنی یربوع کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت لوگوں سے کلام کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ دینے والا ہاتھ بلند ہوتا ہے اور لینے والا پست، دینے والے کو بہرحال برتری حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ احسان کرنا ہے تو سب سے پہلے اپنی ماں اور باپ کے ساتھ احسان کرو۔ اور اپنی بہن اور بھائی کے ساتھ۔ پھر جو قریبی رشتہ دار ہے اُس کے ساتھ احسان کرو۔ اور پھر آگے دوسروں کیساتھ۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ والدین اور بہن بھائیوں کا خیال نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے انہی کا خیال کرنا چاہیئے قرآنِ پاک میں بھی ہے۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔ (بنی اسرائیل - ۲۶) اپنے قریبی رشتہ داروں کو دو اور مسکینوں کو اور مسافروں کو۔

پھر ایک شخص کہنے لگا اللہ کے رسول ھٰؤُلَاءِ بَنُوْ ثَعْلَبَۃَ بْنِ یَرْبُوْع الَّذِیْنَ اَصَابُوْا فُلَانًا۔ ہمارے خاندان کے آدمیوں نے فلاں شخص کو تکلیف پہنچائی ہے یا مارا پیٹا ہے، تو آپ نے فرمایا لَا تَجْنِیْ نَفْسٌ عَلَی الْاُخْرٰی کسی شخص نے کسی کو اذیت پہنچائی ہے اس کی سزا اسی کو ملنی چاہیئے۔ جاہلیت کے زمانہ میں یہ ہوتا تھا۔ کہ اگر بیٹے نے کسی شخص کو مارا ہے تو اسکے بجائے اس کے باپ کو پکڑ لیا۔ یا باپ نے کسی کو تکلیف پہنچائی ہے۔

تو اس کی بجائے بیٹے کو دھر لیا. فرمایا یہ طریقہ درست نہیں ہے بلکہ جو کسی فعل کا ذمہ دار ہے اسی کو اسکا خمیازہ بھگتنا چاہیئے. ویسے بھی ملت ابراہیمی کا مسلمہ اصول ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْریٰ کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگا. ہر شخص کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہو گا. لہذا صرف مجرم کو ہی پکڑنا چاہیئے اور اسی کو سزا دینی چاہیئے.



فرائض کی کمی نوافل سے پوری کی جائے گی

عَنْ رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ صَلَاتُهُ فَاِنْ كَانَ اَتَمَّهَا كُتِبَتْ لَهُ تَامَّةً وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اَتَمَّهَا قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اُنْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَتُكَمِّلُوْا بِهَا فَرِيْضَتَهُ ثُمَّ الزَّكَاةُ كَذٰلِكَ ثُمَّ تُؤْخَذُ الْاَعْمَالُ عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۶۵)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یاد رکھو! قیامت والے دن بندے سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائیگا۔ عبادات کے ضمن میں سب سے پہلے نماز کی باز پرس ہوگی۔

ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حقوق کے سلسلہ میں سب سے پہلے قتل ناحق کے متعلق باز پرس ہوگی۔ بہرحال اگر کسی شخص نے نماز کی تکمیل کی ہے۔ تو وہ یقیناً نجات پا جائیگا اور درجہ بھی حاصل کرلیگا۔ اور اگر نماز کو مکمل طور پر ادا نہیں کیا۔ ویسے ہی اناب شناب پڑھتا رہا تو اللہ تعالےٰ فرمائیگا، دیکھو اس بندے کی عبادت میں کوئی نفلی نماز بھی ہے؟ اس کا فرض تو ناقص ہے، اگر سنن اور نوافل وغیرہ بھی ہیں تو فرائض کی کمی کو ان سے پورا کیا جائیگا بعض لوگ نوافل سے اعراض کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تھوڑے بہت نوافل ضرور ادا کرنے چاہئیں تاکہ فرائض کے نقصان کو ان کے ذریعے پورا کیا جا سکے۔ اس وقت تو ہم ظاہری ضابطہ کو ہی دیکھ کر کہتے ہیں کہ نماز ادا ہوگئی مگر اس کے نقص کا علم تو قیامت کو ہی ہوگا اور اسی وقت پتہ چلے گا کہ یہ نماز کس حد تک قبول ہوئی ہے۔ اسی طرح اگر فرض روزے

میں نقص پیدا ہوا ہے تو اس کی کمی نفلی روزے سے پوری کی جائے گی۔ زکاۃ میں کوئی خرابی آئی ہے تو اس کمی کو صدقہ خیرات سے پورا کیا جائیگا۔ غرضیکہ ہر فرض عبادت کی کمی اسی قبیل کے نفل سے پوری کی جائے گی۔



بلاضرورت سوال کرنا حرام ہے

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَكَتَبَ بِهٖ اِلٰى قُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيْدٍ كَتَبْتُ اِلَيْكَ بِخَطِّيْ وَخَتَمْتُ الْكِتَابَ بِخَاتَمِيْ وَ نَقْشُهُ اَللّٰهُ وَلِيُّ سَعِيْدٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ...... الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۴)

اس حدیث کے راوی قتیبہ ابن سعید روایت کرتے ہیں کہ اس روایت کو ابو عبدالرحمٰن نے میری طرف لکھا۔ ابو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث اپنی قلم سے لکھی اور اس پر اپنی مہر لگائی جس کے الفاظ یہ تھے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ سَعِيْدٍ " اللہ ہی سعید کا کارساز ہے۔

اس روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ صحابی رسول حضرت خرافیؓ نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر میں ضرورت مند ہوں تو کیا میں سوال کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں سوال کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے۔ ہاں اگر تمہیں ضرور ہی سوال کرنا ہو فَاسْئَلِ الصَّالِحِيْنَ تو پھر نیک لوگوں سے سوال کرو کیونکہ وہ برا نہیں منائیں گے۔ ہر ایک سے سوال کرنا درست نہیں ہے۔ سوال کرنے کی اجازت اسی صورت میں دی گئی ہے کہ آدمی بالکل محتاج ہو جاتے۔ حتیٰ کہ فاقے آنے لگیں۔ یا وہ مقروض ہو جائے کسی تاوان کے نیچے دب جائے یا کسی حادثے میں اس کا مال ضائع ہو جائے۔ ایسا آدمی بھی سوال اس وقت تک کر سکتا ہے۔ جب تک وہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو جاتا۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ حضرت قبیصتہ بن مخارق ہلالیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اگر عرض کیا کہ مجھ پہ تاوان آگیا ہے، میری مدد فرمائیں۔ اس وقت پاس کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا آپ نے اس کو روک رکھا کہ جب کوئی چیز آئے گی تو دیں

گے۔ اور ساتھ یہ بات بھی سمجھائی کہ مذکورہ تین صورتوں کے علاوہ سوال کرنا خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے۔ جو لوگ بلا ضرورت سوال کرتے ہیں وہ حرام کھاتے ہیں اور خدا کی ناراضگی مول لینے کے مترادف ہے۔ یہ چیز انسان کی عزت نفس کے بھی خلاف ہے۔



احادیثِ رسولؐ بیان کرنے کی ترغیب

عَنْ یَحْیٰی بْنِ مُعِیْنِ الْحَضْرَمِیِّ اَنَّ اَبَا مُوْسٰی الْغَافِقِیَّ سَمِعَ عُقْبَۃَ بْنَ عَامِرٍ الْجُہَنِیَّ یُحَدِّثُ عَلَی الْمِنْبَرِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحَادِیْثَ فَقَالَ اَبُوْ مُوْسٰی اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا لَحَافِظٌ اَوْ ھَالِکٌ ۔۔۔۔ الحدیث

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۳۳۴)

یحیٰی بن معین حضرمی بیان کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ غافقی رضؓ نے حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ کو حضور علیہ السلام کی کچھ احادیث منبر پر بیان کرتے ہوئے سنا تو حضرت ابو موسیٰ غافقیؓ کہنے لگے کہ تمہارے یہ احادیث بیان کرنے والے صاحب بڑے حافظے والے ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ حضور علیہ السلام کی احادیث بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کر رہے ہیں۔ نیز فرمایا کہ بیان کرنے والا یا تو یاد رکھنے والا ہوتا ہے، اور اگر وہ غلط بیانی کرتا ہے تو پھر ہلاک ہونے والا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جو آخری بات حضور علیہ السلام کی زبان سے سنی ہے اس میں آپ نے ہمیں نصیحت جو فرمائی وہ یہ ہے عَلَیْکُمْ بِکِتَابِ اللّٰہِ۔ تم اللہ کی کتاب کو لازم پکڑو۔ اور تم عنقریب ایسے لوگوں کی طرف لوٹو گے جو میری احادیث سے محبت کرتے ہوں گے۔ پھر جس شخص نے میری طرف ایسی بات منسوب کی جو میں نے نہیں کہی ہوگی۔ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔ اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرنا چاہیئے۔ وَ مَنْ حَفِظَ عَنِّیْ شَیْئًا فَلْیُحَدِّثْہُ۔ اور جس شخص نے میری کوئی حدیث یاد رکھی اسے چاہیئے کہ وہ اسے لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

حضرت ابو موسیٰ غافقیؓ اور حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ دونوں حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں۔ حضرت عقبہؓ خاص طور پر صاحبِ علم تھے یہ فاتحین مصر میں شامل ہیں اور انہوں نے جہاد میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہ مصر میں گورنر بھی رہے ہیں۔ آخری عمر میں مصر میں ہی اقامت اختیار کر لی۔ وہیں فوت ہوئے اور ان کی قبر بھی وہیں ہے مصر جانے والے لوگ ان کی قبر کی زیارت کرتے ہیں اور ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے لیے شرائط

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقْرَءُ عَلَیْنَا السُّوْرَۃَ فَیَقْرَءُ السَّجْدَۃَ فَیَسْجُدُ وَنَسْجُدُ مَعَہٗ حَتّٰی مَا یَجِدُ اَحَدُنَا مَکَانًا لِمَوْضِعِ جَبْہَتِہٖ۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۲ صفحہ ۱۷)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کوئی ایسی سورۃ تلاوت فرماتے جس میں سجدۂ تلاوت آتا۔ پھر آپ آیت سجدہ تلاوت کرتے تو بالفعل سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتّٰی کہ سجدہ کرنے کے لیے اس قدر ہجوم ہو جاتا کہ پیشانی زمین پر رکھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی۔

سجدہ کی آیت پڑھنے اور سننے والوں سب پر سجدہ واجب ہوتا ہے اگر کوئی شخص بوقت تلاوت طہارت کی حالت میں ہے تو فوراً سجدہ کرے اور اگر باوضو نہیں ہے تو بعد میں وضو کر کے سجدہ ادا کرے کیونکہ بے وضو سجدہ جائز نہیں ہے۔ سجدۂ تلاوت کے لیے بھی وہی شرائط ہیں جو سجدۂ نماز کے لیے ہیں یعنی جسم، جگہ، لباس کا پاک ہونا اور قبلہ رخ ہونا۔ بعض لوگوں نے بے وضو سجدہ تلاوت کو بھی روا رکھا ہے مگر یہ درست نہیں ہے۔

مختصر نماز اور بلا اجرت اذان

عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ عُثْمَانَ بْنَ اَبِي الْعَاصِ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْنِيْ اِمَامَ قَوْمِيْ قَالَ اقْتَدِ بِاَضْعَفِهِمْ وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلٰى اَذَانِهٖ اَجْرًا۔

(مسند احمد طبع بیروت جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

حضرت مطرف ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، حضور! مجھے اپنی قوم کا امام بنا دیں تاکہ میں انہیں نماز پڑھا دیا کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے مگر یاد رکھو! نماز پڑھاتے وقت کمزور آدمیوں کا خیال رکھنا یعنی زیادہ لمبی نماز نہ پڑھانا کہ ضعیف آدمی مشقت میں پڑ جائیں۔ دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے رخصت ہوتے وقت یہ تلقین کی کہ نماز پڑھاتے وقت بوڑھے، ضعیف، کمزور اور حاجت مندوں کا خیال رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بات یہ بھی فرمائی کہ مؤذن ایسا مقرر کرنا جو اذان کی اجرت نہ لے بلکہ خالص اللہ کی رضا کے لیے اذان دیا کرے۔

ادارہ نشر و اشاعت جامعہ نصرۃ العلوم کی مطبوعات

نمبر شمار	نام کتب
۱	قرآن مجید (مترجم)
۲	دمغ الباطل (فارسی)
۳	مقالات سواتی
۴	مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے علوم و افکار
۵	مفسر قرآن نمبر
۶	شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان
۷	الطاف القدس
۸	مجموعہ رسائل (حصہ اول)
۹	مباحث کتاب الایمان مسلم شریف
۱۰	احکام حج
۱۱	نماز مسنون خورد
۱۲	تشریحات سواتی
۱۳	الفقہ الاکبر
۱۴	اصطلاحات تعبیر المنطق
۱۵	حجۃ الاسلام (عربی)
۱۶	نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت
۱۷	نام نہاد اہلحدیث
۱۸	امام زہریؒ
۱۹	حی علی الفلاح
۲۰	دینی مدارس اور ان کا نصاب تعلیم
۲۱	احکام رمضان
۲۲	اجوبہ اربعین
۲۳	مبادی تاریخ الفلسفہ (عربی)
۲۴	حاصل مطالعہ
۲۵	نماز مسنون کلاں
۲۶	خطبات صدارت
۲۷	دلیل المشرکین
۲۸	فیوضات حسینی
۲۹	تکمیل الاذہان
۳۰	تفسیر آیت النور
۳۱	مجموعہ رسائل (حصہ دوم)
۳۲	نور و بشر
۳۳	سعدیات فارسی
۳۴	کریما سعدی (مترجم)
۳۵	عقیدۃ الطحاوی
۳۶	احکام عمرہ
۳۷	میزان البلاغہ
۳۸	فیض المحدثین
۳۹	امام اعظمؒ عزم و استقلال دیانت اور صحابہؓ سے روایات
۴۰	بیس تراویح
۴۱	امام محمد اور ان کی کتب کا اجمالی تعارف
۴۲	صرف ولی اللہی
۴۳	مختصر ترین اور جامع اذکار
۴۴	احکام قربانی
۴۵	درس الحدیث (مکمل 4 جلد)
۴۶	عون الخبیر شرح الفوز الکبیر
۴۷	فیض الحدیث
۴۸	درس مشکوۃ
۴۹	مفسر قرآن کی تفسیر اہل علم کے نظر میں
۵۰	خطبہ حجۃ الوداع تکمیل انسانیت کا عالمی پروگرام اور امن کا چارٹر
۵۱	فیض القرآن

